صدائے منبر

جلد چہارم

تالیف : حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

ناشر : مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

صدائے منبر

جلد چہارم

جس میں متفرق موضوعات پر مدلل مرتب سترہ (17) خطبات شامل ہیں،
خطباء اور آئمہ حضرات کے لئے لاجواب تحفہ، عوام اور خواص کے لئے یکساں مفید

تالیف:
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب مدظلہ

استاذ حدیث
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ ای سیون اسلام آباد
وخطیب جامع مسجد طیبہ، چمن زار کالونی، راولپنڈی

ناشر
مکتبہ فریدیہ، ای سیون اسلام آباد
فون نمبر: 051-2653178 موبائل: 0333-5221278

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	صدائے منبر (جلد چہارم)
تالیف	مولانا مفتی محمد امین صاحب
طباعت ثانی	جون 2013ء رجب المرجب 1434ھ
ناشر	مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
طباعت باہتمام	عبدالقدیر 0300-4339699
تعداد	1100
قیمت	

ملنے کے پتے

مکتبہ فریدیہ E/7 اسلام آباد
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
قرآن محل کمیٹی چوک راولپنڈی
مکتبہ محمودیہ صوابی
مکتبہ عباسیہ تیمرگرہ
مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
دارالاخلاص محلہ جنگی پشاور
مکتبہ احرار مردان
مکتبہ رشیدیہ مینگورہ سوات

مکتبہ العارفی فیصل آباد
مکتبۃ الحسن اردو بازار لاہور
مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور
مکتبہ فاروقیہ دائے ونڈ
مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

انتساب

بندہ اپنی اس حقیری کوشش کو اپنی والدہ مرحومہ کی طرف منسوب کرتا ہے، جو چار ماہ قبل ۲۰ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک، اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

اللہ تعالی انکی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ (آمین ثم آمین)

یہ سارا ان کی محنتوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے، اس کتاب سے فائدہ اٹھانے والے تمام حضرات سے درخواست ہے کہ میری والدہ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔

اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

محترم قارئین کرام اس سے قبل صدائے منبر کی تین جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں تقریباً ان کے آٹھ نو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، درمیان میں کافی عرصہ انتظار رہا، دل سے چاہتے ہوئے بھی حالات ایسے پیش آتے رہے کہ چوتھی جلد پر کام نہ ہو سکا۔

اب الحمدللہ کچھ اطمینان کی صورت بنی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور آپ حضرات کی دعاؤں سے چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو اپنے دربار میں شرف قبولیت بخشے، بندہ کے لئے اور بندہ کے والدین اور اساتذہ کے لئے اسکو صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین)

محمد امین

مدرس جامعہ فریدیہ اسلام آباد

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
انتساب	۳
پیش لفظ	۴
فہرست	۵
پہلی تقریر	۱۳
قرب قیامت کا بیان	۱۳
تمہیدی بات:	۱۴
مسلمانوں کے تین بنیادی عقائد:	۱۷
مثال:	۱۷
دوسری مثال:	۱۸
پہلی بات:	۲۰
پہلا ارشاد:	۲۳
دوسرا ارشاد:	۲۳
تیسرا ارشاد:	۲۴
غلط فہمی کے ازالے کیلئے دوسری بات:	۲۶

خلاصہ: ٢٧
دوسری تقریر ٢٩
قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:١ .... ٢٩
گذشتہ مضمون سے ربط: ٣١
پہلا طریقہ اور پہلا انداز: ٣٧
پہلا مقام: ٣٩
دوسرا مقام: ۴١
تیسرا مقام: ۴٦
چوتھا مقام: ۴٧
تیسری تقریر ۴٩
قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:٢ .... ۴٩
دوسرے طریقے کا خلاصہ: ۵٢
مثال: ۵٨
چوتھی تقریر ٦٢
قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:٣ .... ٦٢
پہلی بات: ٦٧
دوسری بات: ٦٨
تیسری بات: ٦٨

چوتھا انداز: ۷۰
پانچویں تقریر ۷۷
قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۴ .... ۷۷
پہلی آیات: ۸۲
دوسری آیت: ۸۳
تیسری آیت: ۸۳
چوتھی آیت: ۸۴
پانچویں آیت: ۸۵
چھٹی آیت: ۸۶
ساتویں آیت: ۸۶
آٹھویں آیت: ۸۸
نویں آیت: ۸۸
دسویں آیت: ۸۹
چھٹی تقریر ۹۱
قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۵ .... ۹۱
مثال: ۹۵
ساتویں تقریر ۱۰۶
قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۶ .... ۱۰۶

پہلا جواب: .... [illegible]

دوسرا جواب: ۱۱۷

آٹھویں تقریر ۱۲۱

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط: ۷ .... ۱۲۱

پہلا واقعہ: ۱۲۶

دوسرا واقعہ: ۱۲۸

تیسرا واقعہ: ۱۳۰

چوتھا واقعہ: ۱۳۱

پانچواں واقعہ: ۱۳۲

چھٹا واقعہ: ۱۳۳

نوٹ: ۱۳۳

نویں تقریر ۱۳۵

جنت کس کو ملے گی ۱۳۵

پہلی بات: ۱۳۷

پہلی شرط ہے ایمان: ۱۳۸

دوسری چیز: ۱۴۰

دوسری شرط: ۱۴۲

دوسری بات: ۱۴۷

جنت کی دوسری خصوصیت: ۱۴۸
تیسری بات: ۱۴۹
دسویں تقریر (حصہ اول) ۱۵۱
مختلف مقامات پر دستار بندی اور ختم قرآن کے موقع پر مندرجہ ذیل تقریر بار بار کی گئی... ۱۵۱
پہلی مثال: ۱۵۳
واقعہ: ۱۵۸
لطیفہ: ۱۵۹
دوسری مثال: ۱۶۳
واقعہ: ۱۷۵
پہلی مثال: ۱۷۸
دوسری مثال: ۱۷۹
دوسری مثال: ۱۸۷
پہلا واقعہ: ۱۸۷
دوسرا واقعہ: ۱۸۹
تیسرا واقعہ: ۱۹۱
چوتھا واقعہ: ۱۹۲
گیارھویں تقریر (حصہ دوم) ۱۹۴
مختلف مقامات پر دستار بندی اور ختم قرآن کے موقع پر مندرجہ ذیل تقریر بار بار کی گئی... ۱۹۴

پہلی بات: ۱۹۶

دوسری بات: ۱۹۸

تیسری بات: ۲۰۱

چوتھی بات: ۲۰۴

پانچویں اور آخری بات: ۲۱۱

بارھویں تقریر ۲۱۴

فکرِ آخرت ۲۱۴

پہلی بات: ۲۱۵

مثال: ۲۱۷

دوسری بات: ۲۲۰

دوسرا طبقہ: ۲۲۱

تیرھویں تقریر ۲۳۴

دنیا کی خوشی اور آخرت کی خوشی میں فرق اور موازنہ ۲۳۴

آخرت کی خوشی اور دنیا کی خوشی میں پہلا فرق: ۲۳۸

آخرت کی خوشی اور دنیا کی خوشی میں دوسرا فرق: ۲۴۲

تیسرا فرق: ۲۴۷

چوتھا اور آخری فرق: ۲۵۰

پہلا فرق: ۲۵۸

دوسرا فرق: ۲۵۸

تیسرا فرق: ۲۵۹

چوتھا فرق: ۲۵۹

چودھویں تقریر ۲۶۲

دنیا اور آخرت کے غم میں فرق اور موازنہ ۲۶۲

پہلا فرق: ۲۶۴

دوسرا فرق: ۲۶۷

پہلا ارشاد: ۲۷۰

دوسرا ارشاد: ۲۷۰

تیسرا ارشاد: ۲۷۱

تیسرا فرق: ۲۷۲

چوتھا اور آخری فرق: ۲۷۳

پہلا فرق: ۲۷۷

دوسرا فرق: ۲۷۷

تیسرا فرق: ۲۷۷

چوتھا فرق: ۲۷۷

پندرھویں تقریر ۲۷۹

نجات کا دارومدار کامل اسلام پر ہے ۲۷۹

پہلی بات: ۲۸۱
دوسری بات: ۲۸۳
سولہویں تقریر ۳۰۳
آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کا طریقہ ۳۰۳
پہلی بات: ۳۰۵
پہلی مثال: ۳۰۶
دوسری مثال: ۳۰۸
لطیفہ: ۳۱۱
دوسری بات: ۳۱۲
تیسری بات: ۳۱۴
چوتھی اور آخری بات: ۳۱۸
سترھویں تقریر ۳۲۰
دنیوی زندگی اور ملک الموت کے تعاقب کی مثال ۳۲۰
پہلی بات: ۳۲۲
دوسری بات: ۳۲۵
مثال: ۳۳۱
مراقبہ موت ۳۳۸

......☆☆☆......

پہلی تقریر

قربِ قیامت کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ:

فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ۔ صدق الله العظيم ۔

(پ:۱۷/ سورۃ الانبیاء)

ترجمہ: نزدیک آ گیا لوگوں کے ان کے حساب کا وقت اور وہ خبر ٹلا رہے ہیں۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

تمہیدی بات:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! آج دنیا میں ہر انسان پر ایک ہی فکر سوار ہے ایک ہی غم سوار ہے مردوں پر بھی عورتوں پر بھی بوڑھوں پر

بھی جوانوں پر بھی حکمرانوں پر بھی عوام الناس پر بھی غرض ہر آدمی اس پریشانی میں مبتلاء ہے کہ میری اور میرے بیوی بچوں کی یہ دنیا والی زندگی کس طرح کامیاب و کامران ہوگی ہم زیادہ سے زیادہ دنیا کے فائدے اور لذتیں کس طرح جمع کر سکتے ہیں صبح بستر سے اٹھتے ہیں یہی غم لے کر پھر سارا دن دفتر میں بازار میں دوکان پر اسی پریشانی میں گزرتا ہے۔

رات کو تھکے ہارے بستر پر جب دراز ہوتے ہیں تو بھی دنیا ہی کی پریشانی ذہن پر سوار ہوتی ہے اور یہی سوچتے سوچتے آنکھ لگ جاتی ہے تو رات کو خواب بھی دنیا ہی کے آتے ہیں میرے دوستو اور بزرگو یہ سوچ اور فکر اگر ایک کافر کی ہو غیر مسلم کی ہو تو کوئی حیرانگی اور تعجب کی بات نہیں ہے۔ اسلئے کہ کفار کا عقیدہ اور خیال یہ ہے کہ یہ دنیا ہی کی زندگی ہے اس کے خاتمے کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے گا اس لئے اس زندگی میں جتنے مزے کر سکتے ہو کر لو جتنی عیاشیاں کر سکتے ہو کر لو اسلئے وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی یہ دنیا والی زندگی جتنی طویل ہو اتنی ہی کم ہے کفار کی تمنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کی ہے۔

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔

ان میں سے ہر کافر یہ چاہتا ہے کہ کاش اس کی عمر ایک ہزار سال

لمبی ہو جائے۔

تو میرے دوستو اور بزرگو! یہ سوچ اور یہ غم اور پریشانی اگر ایک کافر کے ذہن پر سوار ہو دل و دماغ پر سوار ہو تو کوئی حیرانگی اور تعجب کی بات نہیں ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں کے دل و دماغ پر ہر وقت دنیا ہی کی فکر سوار ہو تو یہ حیرانگی اور تعجب کی بات ہے اس لئے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا قیامت پر ایمان ہے اور ہم اس پیغمبر کا کلمہ پڑھنے والے ہیں جو یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا۔

اے اللہ دنیا کو ہمارا بڑا غم نہ بنانا۔

وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا۔

اور دنیا کو ہماری معلومات کی انتہا نہ بنانا۔

کہ ساری ڈگریوں کا رخ دنیا ہی کی طرف جا رہا ہو و لا غـــایة رغبتنا اور دنیا کو ہمارے شوق کا منتہیٰ نہ بنانا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ میرے دوستو! ہمارا قیامت پر ایمان ہے اور جب کا قیامت پر ایمان ہو اس پر دنیا کی فکر اس طرح سوار ہو تو یہ حیرانگی اور تعجب کی بات ہے۔

مسلمانوں کے تین بنیادی عقائد:

آپ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے تین بنیادی عقیدے ہیں۔ پہلا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا دوسرا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کی رسالت اور نبوت کا تیسرا عقیدہ قیامت کے قائم ہونے کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یہ تینوں مسلمانوں کے بنیادی عقیدے ہیں جس کو ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی شک ہو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

میرے دوستو اور بزرگو! قیامت پر ایمان کے ہونے کے باوجود ہمارے ذہنوں پر جو دنیا کی فکر سوار ہے اور ہماری جو عملی حالت ہے یہ ہمارے ایمان والے دعویٰ کی تردید کر رہی ہے جس کا قیامت پر ایمان ہو اس کی عملی حالت یہ نہیں ہوسکتی جو ہماری ہے۔

مثال:

بھری محفل میں کھانا لا کر رکھا گیا ایک آدمی اہل محفل کو ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کھانے میں زہر ملی ہوئی ہے اس کی یہ بات سن کر تمام اہل محفل نے ہاتھ کھینچ لئے کھانے سے رک گئے تھوڑی دیر گزرنے کے بعد خود اس ڈرانے والے نے وہ کھانا شروع کر دیا تو دیکھنے والے کیا کہیں گے یقیناً یہ سمجھیں گے کہ کھانے میں زہر کے ملے ہونے کا جو یہ دعویٰ کر رہا تھا

جھوٹ بول رہا تھا۔اس کی عملی حالت اس کے دعویٰ کی تردید کر رہی ہے۔

دوسری مثال:

ایک آدمی شہر سے باہر نکل کر کھڑا ہو جاتا ہے اور گاؤں جانے والے راستے کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ یہ راستہ لٹتا ہے اور رات کے وقت اس راستے پر ایسے ڈاکو ہوتے ہیں جو مال بھی لے لیتے ہیں اور جان سے بھی مار ڈالتے ہیں اس کا یہ اعلان سن کر تمام لوگ ڈر گئے اس راستے کو اختیار کرنا چھوڑ دیا۔اس راستے پر چلنا چھوڑ دیا۔

مگر تھوڑی دیر کے بعد اس اعلان کرنے والے نے موٹر سائیکل اٹھائی اور خود اسی راستے پر چلنا شروع کر دیا اسی راستے کو اختیار کر کے گاؤں کی طرف جانا شروع کر دیا۔

تو میرے دوستو اور بزرگو ایچ بتاؤ اس کو دیکھنے والے کیا کہیں گے ، کیا سمجھیں گے کہ وہ ڈرانے والا اعلان محض اس کا جھوٹ اور فریب تھا۔ اس لئے کہ اس کی عملی حالت اس کے دعویٰ کی تردید کر رہی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! بالکل یہی حال اب ہم مسلمانوں کا بن چکا ہے دعویٰ تو ہم کرتے ہیں قیامت کے برحق ہونے کا جنت اور جہنم کے برحق ہونے کا لیکن ہماری عملی زندگی اس کی تردید کرتی ہے۔ورنہ یہ کیسے

ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی کو سرکار دو عالم ﷺ کے رسول اور پیغمبر ہونے پر یقین ہو اور اس پر بھی یقین ہو کہ زمین و آسمان اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں۔ مگر آپ کے فرمائے ہوئے ارشاد میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی شک شبہ نہیں ہوسکتا ایسا آدمی آپ ﷺ کا یہ ارشاد سنتا ہے اور اس کو سچا بھی سمجھتا ہے کہ جس آدمی نے ایک فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑی اس کو جہنم کی اس آگ میں کروڑوں سال جلنا پڑے گا۔ جو دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہوگی۔ اب آذان ہوتی ہے یہ خود نماز کیلئے چلا آتا ہے مگر اس کی بیوی بچے سوئے رہتے ہیں اور اس کو پرواہ نہیں ہوتی۔

تو میرے دوستو! اس کی عملی حالت کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کو قیامت پر ایمان ہے یا آپ کی رسالت اور نبوت پر ایمان ہے یا آپ کے ارشاد پر ایمان ہے۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ ہماری عملی حالت ہمارے قیامت پر ایمان والے دعویٰ کو جھٹلا رہی ہے۔

میرے دوستو! یہ ساری تمہیدی بات تھی اب میں اصل مقصود کی طرف آتا ہوں جو میں بیان کرنا چاہتا تھا اس کے لئے یہ ساری تمہیدی بات میں نے عرض کی۔

میرے دوستو اور بزرگو! اس ساری صورت حال کا بنیادی سبب

یہ ہے کہ ہم مسلمان قیامت پر ایمان رکھنے کے باوجود قیامت کے بارے میں دو غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔

پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ ہم نے قیامت کو دور سمجھا ہوا ہے ہمارا خیال یہ ہے قیامت ابھی بہت دور ہے ابھی بڑا وقت پڑا ہوا ہے جب آئے گی تو دیکھا جائے گا فی الحال تو دنیا کے مزے اڑا لو لیکن میرے دوستو! یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اس غلط فہمی کے ازالے کیلئے دو باتیں سمجھ لیں۔

پہلی بات:

قرآن و حدیث کے بے شمار ارشادات قرب قیامت کا اعلان فرما رہے ہیں پہلا ارشاد:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ۔ (پ:۱۷ سورۃ انبیاء)

لوگوں کا حساب و کتاب قریب آ چکا اور وہ ابھی تک غفلت میں پڑ کر اعراض کرنے والے ہیں۔

دوسرا ارشاد:

اَقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔

قیامت قریب آ چکی اور چاند پھٹ چکا ہے۔

تیسرا ارشاد:

أَزِفَتِ الآزِفَة

وہ جلدی آنے والی چیز قریب آپہنچی۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَة۔

اللہ کے سوا کوئی اس کو ہٹانے والا اور روکنے والا نہیں ہے۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَ تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ۔

تو کیا تم لوگ اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ (پ:۲۷؍سورۃ نجم)

سبحان اللہ کیا ہی پیارا انداز ہے کاش انگلش کی طرح آپ حضرات کو عربی میں بھی مہارت ہوتی تو پھر اندازہ ہوتا کتنا درد ہے ان الفاظ میں۔

چوتھا ارشاد:

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْداً وَ نَرَاهُ قَرِيْباً۔

(پ: ۲۹؍سورۃ: ذی المعارج)

بے شک یہ لوگ اس قیامت کے دن کو دور خیال کر رہے

ہیں اور ہم اس دن کو قریب دیکھ رہے ہیں۔

پانچواں ارشاد:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ (پ:۲۸/سورۃ حشر)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو یعنی اس سے ڈر کر اس کی نا فرمانیاں چھوڑ دو اور ہر انسان یہ سوچے کہ کل قیامت کے دن کیلئے اس نے کونسا عمل تیار کر کے بھیجا ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت کو لفظ غداً سے تعبیر فرمایا۔ جس کا معنی ہے آنے والی کل تو قیامت کو کل کے لفظوں سے تعبیر فرما کر قیامت کے قریب ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ میرے بندو قیامت کو دور مت سمجھو جس طرح آج کے بعد آنے والی کل دور نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی کے اختتام کے بعد قیامت والی کل کا آنا بھی دور نہیں بلکہ قریب ہے، قیامت کے قریب ہونے پر یہ سارے ارشادات قرآن کریم کے تھے اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ نے بھی اپنے مختلف ارشادات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ قیامت کو دور مت سمجھو بس قیامت اب آیا ہی چاہتی ہے تیاری کر لو۔

پہلا ارشاد:

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں آرام اور راحت اور عیش کی زندگی کس طرح گذار سکتا ہوں حالانکہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اسی وقت سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنا منہ صور کے ساتھ لگالیں اب انہوں نے اپنا منہ صور کے ساتھ لگایا ہوا ایک پاؤں ان کا آگے دوسرا پاؤں پیچھے ہے جیسے آدمی بالکل تیار حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔ نگاہ ان کی عرش کی طرف اٹھی ہوئی ہے بس اشارے کے منتظر ہیں اشارہ ہونے کی دیر ہے وہ صور پھونکیں گے تو آناً فاناً نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

دوسرا ارشاد:

نبی کریم ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی اور ساتھ والی انگلی دونوں کو ملا کر ان کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

مجھے اور قیامت کو اس طرح اکٹھا بھیجا گیا ہے جیسے یہ دو انگلیاں ہیں یعنی جس طرح ان دو انگلیوں میں کوئی فاصلہ

نہیں ہے۔اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان میں بھی کوئی فاصلہ نہیں ہے۔آپ ﷺ سے قبل جتنے نبی آئے ہر نبی کے جانے کے بعد دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دوسرے نبی کی آمد کی انتظار اور امید ہوتی تھی مگر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کی امت کو آخری امت بنایا ہے۔تو اب آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا بلکہ دنیا نے ختم ہونا ہے اور قیامت ہی نے آنا ہے اس لئے ارشاد فرمایا بعثت انا والساعۃ کھاتین مجھے اور قیامت کو اس طرح ملا کر بھیجا گیا ہے جیسے یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

تیسرا ارشاد:

معراج والی رات سرکار دو عالم ﷺ کو مختلف مناظر دکھائے گئے ایک یہ منظر بھی دکھایا گیا کہ آپ تشریف لے جا رہے تھے اور ایک بڑھیا نے آپ کو آواز دی آپ کا نام نامی لے کر اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا جبرائیل امین نے عرض کی آپ اس کی توجہ نہ فرمائیں چلتے رہیں۔آخر میں جب آپ ﷺ

کو ان تمام مناظر کی حقیقت بتلائی گئی تو جبرائیل امین نے
اس بڑھیا کے بارے میں فرمایا وہ بڑھیا عورت جو آپ کو
آواز دے رہی تھی وہ دنیا تھی آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا
چاہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھا اور دنیا کو
بوڑھی عورت کی شکل میں دکھانے سے اس طرف اشارہ کرنا
مقصود تھا کہ جتنی عمر اس بڑھیا کی باقی رہ گئی ہے بس دنیا کی
عمر بھی اب اتنی ہی باقی رہ گئی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! بچوں کو جوان ہونے کی امید ہوتی ہے۔ جوانوں کو بڑھاپے کا انتظار ہوتا ہے۔ لیکن جب آدمی بوڑھا ہو جائے تو اب پھر کس کا انتظار رہتا ہے۔ موت اور قبر ہی کا انتظار رہتا ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کے یہ سارے ارشادات آج سے چودہ سو سال پہلے کے ہیں اس وقت یہ اعلان ہو رہا تھا کہ قیامت آچکی قیامت قریب ہو چکی۔ تو اب ان ارشادات کو بھی چودہ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اب تو قیامت اور زیادہ قریب ہو گئی ہے بلکہ آپ ﷺ نے قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائی تھیں ان میں سے اکثر پائی جا چکی ہیں صرف بڑی بڑی نشانیاں باقی ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا آنا، امام مہدی کا آنا، دجال کا ظاہر ہونا، سورج کا بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا یہ بڑی بڑی نشانیاں بالکل قیامت کے قریب ظاہر ہونگیں۔ علامات قیامت کا موضوع انشاء اللہ عنقریب آنے والا ہے اس میں اس کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ جب اکثر نشانیاں پائی جا چکی ہیں تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قیامت قریب آ چکی ہے اور اس غلط فہمی میں مبتلاء نہیں رہنا چاہیے کہ قیامت ابھی بہت دور ہے۔ پتہ نہیں کب آئے گی تھوڑے سے مزے اور تھوڑی سی عیاشیاں اور کر لو۔

غلط فہمی کے ازالے کیلئے دوسری بات:

دوسری بات یہ سمجھیں کہ ایک تو پورے عالم کی قیامت ہے اور ایک ہر آدمی کی انفرادی قیامت ہے، پورے عالم کی قیامت تو اسی وقت قائم ہوگی جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور ہر آدمی کی اپنی انفرادی قیامت تو اسی وقت قائم ہو جاتی ہے جب اس کی موت واقع ہوتی ہے۔

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

جو مر گیا اس کی قیامت تو اسی وقت قائم ہو گئی۔

اس لئے کہ موت سے ہی پورا عالم غیب اس کے لئے منکشف ہو جاتا ہے۔ قبر میں ہی جنت کی یا جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ صبح شام جنت اور جہنم کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس کو سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے کہ قیامت کے روز میرے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ اب اگر وہ نادم ہو اور گناہوں سے توبہ کر کے اطاعت والی زندگی اختیار کرنا چاہے تو یہ اس کے بس سے باہر ہوتا ہے۔ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ:

تو خلاصہ یہ ہوا کہ ہر آدمی کی انفرادی قیامت تو اس کی موت سے ہی قائم ہو جاتی ہے اور موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے بچے بھی جا رہے ہیں جوان بھی جا رہے ہیں بوڑھے بھی جا رہے ہیں کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اگلے لمحے اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے لہٰذا اگر پورے عالم کی قیامت واقعۂ دور بھی ہو تو ہر شخص کی اپنی انفرادی قیامت تو ہر حال میں بہت قریب ہے اگر کوئی طبعی عمر پوری بھی کرے تب بھی ساٹھ ستر سال کی بات ہے۔ جن کے گذرنے کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔ بوڑھوں سے پوچھو تو گذشتہ عمر ان کو ایک خواب معلوم ہوتی ہے، ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔

تو میرے دوستو! اس بھروسے پر گناہ کرنا اور غفلت والی زندگی

گذارنا کہ ابھی قیامت بہت دور رکھی ہوئی ہے یہ بہت بڑا نفس اور شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں قیامت کی تیاری کی توفیق نصیب فرمائے۔ باقی انشاء اللہ دوسری غلط فہمی کا ازالہ آئندہ جمعہ کو بیان کیا جائے گا۔ آپ حضرات وقت کی پابندی کا خیال رکھیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

دوسری تقریر

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا بِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَـہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْواً Oفَالْحٰمِلٰتِ وِقْراً O فَالْجٰرِيٰتِ يُسْراً O فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْراً O اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ Oوَاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ۔ O صدق الله العظيم۔ (پ:٢٦/ سورة ذاريات)

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو پھر چلنے والیاں نرمی سے پھر بانٹنے والیاں حکم کو بے شک جو وعدہ کیا ہے تم سے سو سچ ہے اور بیشک انصاف ہونا ضرور ہے۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العلیم الحکیم۔

گزشتہ مضمون سے ربط:

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گزشتہ جمعہ کو یہ مضمون شروع ہوا تھا کہ قیامت پر ایمان اور عقیدہ رکھنے کے باوجود ہماری دینی اور عملی حالت کمزور ہے، اور ہمارے دل و دماغ پر ہر وقت دنیا کی فکر سوار ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم قیامت کے بارے میں دو غلط فہمیوں کا شکار ہیں پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ ہم قیامت کو دور سمجھتے ہیں کہ قیامت ابھی بہت دور ہے پتہ نہیں کب آئے گی۔ ابھی تو دنیا کے مزے اور عیاشیاں لوٹ لو جب قیامت آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ اس غلط فہمی کے ازالے پر گزشتہ جمعے الحمد للہ تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔ آج دوسری غلط فہمی کے ازالے پر بات کرنی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! قیامت کے بارے میں آج مسلمانوں کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ انہیں قیامت کے قائم ہونے پر یقین نہیں آرہا ہے۔ ایمان اور عقیدہ قیامت کے بارے میں ضرور ہے مگر یقین نہیں آرہا ہے۔ قیامت جنت اور دوزخ کو قصہ کہانی افسانہ سمجھا ہوا ہے۔ ۔۔ لویوں کی بنائی ہوئی باتیں سمجھا ہوا ہے۔

مولانا الیاس رحمہ اللہ کے ایک بے تکلف دوست نے ایک دفعہ ان

سے عرض کیا کہ مولوی صاحب اتنی محنت اور مشقت کیوں اٹھار ہے ہو کیوں ٹکریں مار رہے ہو اگر قیامت قائم نہ ہوئی تو آپ کی محنت کا کیا بنے گا۔ ساری ضائع اور برباد چلی جائے گی۔ مولانا مسکرائے اور ارشاد فرمایا اللہ کے بندے اگر قیامت قائم نہ ہوئی جیسا کہ تیرا وہم وگمان ہے تو زیادہ سے زیادہ میرا نقصان تو اتنا ہوگا کہ میری محنت ضائع اور برباد چلی جائے گی۔ لیکن آپ نے کبھی اس دوسرے رخ پر بھی سوچا ہے کہ اگر قیامت قائم ہوگئی اور جنت دوزخ پل صراط وزن اعمال یہ ساری چیزیں انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سامنے آگئیں تو آپ نے کبھی اپنے بارے میں یہ سوچا ہے کہ میرا اور میری بیوی بچوں کا میری برادری اور خاندان والوں کا کیا بنے گا۔

تو میرے دوستو اور بزرگو! ہمیں یقین نہیں آرہا ہے ہم ابھی تک شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور جن کو یقین آجاتا ہے ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ان کے دن کا چین سکون ختم ہو جاتا ہے۔ اور راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے عیاشیاں اور مزے ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ ساری ساری رات مصلے کی پشت پر بلبلاتے رہتے ہیں تڑپتے رہتے ہیں سرکار دو عالم ﷺ نے جنت اور دوزخ کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ معراج

والی رات سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی بھی سیر کرائی اور دوزخ کے مناظر بھی دکھائے گئے۔ مختلف قسم کے لوگوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اندھیرا چھایا ہوا تھا آپ ﷺ نے بڑی لمبی نماز پڑھائی نماز کے دوران کبھی آپ آگے بڑھ جاتے تھے کبھی پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کے پیغمبر آج آپ نے نماز کے دوران ایسا کام کیا ہے جو اس سے پہلے کبھی آپ نے نہیں کیا تھا۔ آپ نماز کے دوران کبھی آگے بڑھ جاتے تھے کبھی پیچھے ہٹ آتے تھے۔ تو ارشاد فرمایا نماز کے دوران میرے سامنے جنت اور جہنم کے مناظر پیش کئے جا رہے تھے جب جنت کا منظر سامنے آتا تو اس میں بڑے بڑے درخت دکھائی دیتے ان پر لگے ہوئے بڑے بڑے پھل نظر آتے تو ان پھلوں کو توڑنے کیلئے آگے بڑھتا تو وہ منظر غائب کر دیا جاتا اگر میں وہ پھل توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک وہ کھاتے رہتے وہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لیتا۔

پھر میرے سامنے جہنم کا منظر پیش کیا جاتا تو میں شعلوں کو باہر لپکتے

ہوئے دیکھا تو اپنے آپ کو بچانے کیلئے پیچھے ہٹ آتا تو خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا تھا اس لئے آپ کو چین نہیں آتا تھا کہ یہ کمے والے میری برادری اور خاندان والے اور میری امت کے ساری دنیا میں بسنے والے انسان ان میں سے اگر کوئی بغیر ایمان کے دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کو جہنم کی اس آگ سے واسطہ پڑتا ہے جو دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ اور وہ آگ جس کو میں آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اسی غم میں آپ کڑھتے رہتے تھے۔ آپ کے سینے سے اس طرح آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کو چولہے پر چڑھا دیا جائے تو اس کے اندر سے کھولنے کی آواز آتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

میرے محبوب! آپ کو ان مکہ والوں کے ایمان نہ لانے کا اتنا صدمہ اور اتنا غم ہوتا ہے آپ اپنے دل میں اتنا کڑھتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے اس غم میں کہیں آپ کی جان نہ چلی جائے۔

میرے دوستو! سوچو آپ کو کس چیز کا غم تھا، کس چیز کی فکر تھی، کیا

پریشانی تھی، ایک رات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول یاد کر کے ساری رات روتے رہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم

عیسیٰ علیہ السلام قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے اپنی امت کے بارے میں عرض کریں گے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ

اے اللہ تو ان کو عذاب دے تو بیشک یہ تیرے ہی بندے ہیں۔

وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم

اور اگر تو ان کو بخش دے معاف کر دے تو تو بڑا زبردست ہے غالب ہے۔ تجھے کون پوچھ سکتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ ساری رات روتے رہے اور یہی آیت تلاوت کرتے رہے میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جن کو یقین آ جاتا ہے ان کی یہ حالت نہیں ہوتی جو ہماری ہے بلکہ ان کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، دن کا چین سکون ختم ہو جاتا ہے۔

زرارہ بن اوفی رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے قاضی تھے ایک دن صبح کی نماز پڑھا رہے تھے سورہ مدثر کی تلاوت فرما رہے تھے جب یہ آیت پڑھی:

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ۔

جب پھونکا جائے گا صور میں تو وہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہوگا، مشکل ہوگا۔

یہ پڑھتے ہی گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ایک رات سورۃ یاسین شریف کی یہ آیت ساری رات تلاوت کرتے رہے اور روتے رہے۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ۔

آج اے مجرموں الگ ہو جاؤ۔

یہی ایک آیت پڑھتے پڑھتے صبح کر دی، میرے دوستو اور بزرگو! اصل بات یہی ہے کہ ہمیں یقین نہیں آ رہا ہے ہم ابھی تک شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا وہ انسان کی طبیعت اور فطرت سے واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کیلئے

مختلف انداز اختیار فرمائے ہیں کہ کسی طرح میرے بندے کے دل میں آخرت کا یقین پیدا ہو جائے اور یہ اپنی چند روزہ زندگی غفلت میں گذارنے کے بجائے اپنی آخرت بنانے اور سنوارنے میں خرچ کرے، اب چند جملے انشاء اللہ وہ طریقے بیان ہوں گے جن سے آخرت کا یقین پیدا ہوتا ہے۔

پہلا طریقہ اور پہلا انداز:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات میں خالق ہو کر اپنی مخلوق کی قسمیں اٹھا کر بندوں کو قیامت اور آخرت کا یقین دلایا ہے۔

میرے دوستو! دنیا میں اگر کوئی متکلم اپنے مخاطب کے سامنے قسم اٹھا کر کسی بات کی خبر دے کوئی بات بیان کرے تو مخاطب کو اس کی سچائی پر یقین آجاتا ہے پھر قسم اٹھانے والا جتنا بڑا ہوگا مخاطب کو اتنا ہی زیادہ اس کی قسمیں اٹھانے سے اس کی بات کے سچے ہونے کا یقین پیدا ہوگا۔

ملک کا صدر ملک کا وزیر اعظم ریڈیو، ٹی وی پر آکر قسمیں اٹھا کر اعلان کرے تو عوام الناس کو کیسے یقین نہیں آئے گا اتنا بڑا آدمی اور قسمیں اٹھا رہا ہے، تو یہ جھوٹ کیسے ہو سکتا ہے اگر چہ اب لوگ سمجھ چکے ہیں کہ یہ سب سیاستدان پرلے درجے کے جھوٹے ہوتے ہیں۔

لیکن پھر بھی کچھ سادہ اور بھولے بھالے لوگ اب بھی ان کی قسموں پر اعتبار کرلیں گے چلو صدر وزیر اعظم کو چھوڑو اور مثال سنو آپ کی مسجد کے امام صاحب، خطیب صاحب منبر رسول پر کھڑے ہو کر چند قسمیں لگا تار اٹھا کر ایک اعلان کرتے ہیں کوئی خبر سناتے ہیں۔ بتایئے آپ کو یقین آنا چاہیے کہ نہیں ضرور آنا چاہیے امام صاحب کے بارے میں ویسے بھی جھوٹ کا گمان نہیں کیا جاسکتا اور پھر جب قسمیں اٹھا کر اعلان فرمارہے ہیں تو ان کی بات جھوٹی کہاں ہوسکتی ہے۔

بہرحال یہ بات مسلّم ہے کہ قسمیں اٹھانے سے سننے والوں کو یقین آجاتا ہے اور جب قسمیں اٹھانے والا بڑا آدمی ہو تو وہ جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی زیادہ سامعین مخاطبین کو اس کی قسموں کی وجہ سے یقین آئے گا۔

میرے دوستو اور بزرگو! خدا کیلئے ذرا سوچو اور غور کرو کہ بندوں کی قسموں پر تو ہمیں ایسا یقین آرہا ہے کہ جھوٹ کا خیال بھی ان کے بارے میں نہیں رہتا حالانکہ انسان پھر بھی انسان ہے لاکھ پاکباز سہی لاکھ قسمیں اٹھائے پھر بھی اس کے پھسلنے کا امکان ہے۔

لیکن میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور جو اتنا بڑا ہے کہ اس کے مقابلے

میں کوئی بڑا ہے ہی نہیں اور ساری کائنات کے بڑوں کی بڑائی مل کر کے بھی اس کے مقابلے میں بالکل صفر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ویسے ہی فرما دیتا تو ہمارے لئے ماننے اور یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ لیکن بندے کی عادت اور فطرت اور طبیعت کی رعایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے کئی کئی قسمیں اٹھا کر قیامت کے آنے کو بیان فرمایا لیکن ہمیں پھر بھی یقین نہیں آ رہا ہے اور اگر ہم یقین کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہماری عملی حالت اس دعویٰ کی تردید کرتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب قرآن کریم کی وہ آیات سن لیں جہاں اللہ تعالیٰ نے قسمیں اٹھا کر قیامت کے برحق ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

پہلا مقام:

سورہ ذاریات کی ابتداء میں ارشاد فرمایا:

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝

فرمایا انسانو مجھے ان ہواؤں کی قسم جو غبار کو اڑاتی ہیں۔

فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا O

پھران بادلوں کی قسم جو بوجھ کو اٹھاتے ہیں۔

فَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا O

پھران کشتیوں کی قسم جو نرمی سے چلتی ہیں۔

فَالْمُقَسِّمَاتِ أَمْرًا O

پھران فرشتوں کی قسم جو چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔

یہ چار قسمیں اٹھا کر ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ O

اے انسانو! تمہیں جس قیامت کا وعدہ دیا جا رہا ہے وہ سو فیصد سچا ہے۔

وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ O

اور اعمال کی جزاء وسزا یقیناً واقع ہونے والی ہے۔

ایک تو قسم سے مضمون میں تاکید پیدا کی گئی دوسرا عربی گرامر جاننے والے حضرات جانتے ہیں کہ لفظ ان جس جملے کے شروع میں آتا ہے اس کے مضمون میں بھی تاکید پیدا ہو جاتی ہے۔

تیسرا ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ○

لَصَادِقٌ خبر پر جولام لایا گیا یہ بھی تاکید کے لئے تو تاکید در تاکید لا کر انسانوں کو اس بات کا یقین دلایا جا رہا ہے کہ قیامت والا وعدہ سچا ہے اور اعمال کی جزاء و سزا ضرور واقع ہو کر رہے گی۔

اسی سورۃ ذاریات کے پہلے رکوع کے آخر میں ارشاد فرمایا:

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ۔

زمین و آسمان کے مالک کی قسم وہ قیامت اس طرح یقینی اور برحق ہے جیسے تمہارا بولنا۔

جب تم بولتے ہو تو تمہیں اپنے بولنے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت کے قائم ہونے میں بھی کسی شک شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

دوسرا مقام:

ستائیسویں پارے کی پہلی سورت ہے سورۃ طور اس کی ابتداء میں بھی اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں اٹھا کر قیامت کے برحق ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِىْ رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۝ وَالْبَيْتِ
الْمَعْمُورِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝
إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهُ مِن دَافِعٍ ۝

ارشادفرمایا:

وَالطُّورِ ۝

مجھےطور پہاڑ کی قسم

جہاں موسیٰ علیہ السلام کو میں نے ہمکلامی کا شرف بخشا تھا۔

وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِىْ رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۝

میرے بندو! مجھےان اعمالناموں کی قسم جوتمہارے کاندھوں
پر بیٹھے والے کراماً کاتبین فرشتے تیار کررہے ہیں۔

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۝

مجھے فرشتوں کے قبلے بیت المعمور کی قسم۔

جو ساتویں آسمان پر ہے اور جس کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے طواف کرنے کیلئے اس میں داخل ہوتے ہیں اور فرشتے اتنی زیادہ تعداد میں ہیں کہ جو ایک مرتبہ داخل ہو جاتا ہے پھر قیامت تک دوبارہ اس کی باری نہیں آئے گی۔ تو فرمایا مجھے اس

بیت المعمور کی قسم والسقف المرفوع مجھے بلند چھت آسمان کی قسم جو اتنا بڑا اور اتنا بلند تمہارے سروں پر بغیر ستونوں کے کھڑا ہے مجھے اس آسمان کی قسم والبحر المسجور مجھے اس سمندر کی قسم جس کو قیامت والے دن آگ بنا دیا جائے گا یہ پانچ قسمیں اٹھا کر ارشاد فرمایا ان عذاب ربک لواقع مجھے ان پانچ چیزوں کی قسم بے شک پکی بات ہے تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر کے رہے گا مالہ من دافع جب اس کے واقع ہونے کا وقت آئے گا تو کائنات کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکے گی اللہ اکبر کتنا زور ہے ان الفاظ میں اور کتنا جلال ہے ان الفاظ میں۔ اگر آپ کو انگلش کی طرح عربی میں بھی مہارت ہوتی تو آپ کو اندازہ ہوتا کہ کتنے جلال والے الفاظ ہیں کہ آ ۔ نی کا دل کانپ جاتا ہے۔

میرے دوستو اور بز ۔گو! سوچو اور غور کرو کہ ملک کا صدر اور وزیر اعظم قسمیں اٹھا کر اعلان کرتا ہے اور بالکل سو فیصد مخلص ہے سچا اعلان کر رہا ہے اور دل سے بھی چاہتا ہے کہ میں یہ کام کر کے رہوں گا سیاسی اعلان اور سیاسی وعدہ نہیں بلکہ واقعۃً اخلاص کے ساتھ وہ کام کرنا چاہتا ہے اور قسمیں اٹھا کر اعلان کرتا ہے۔

مگر میں ۔ ستو ۔ اور بادشاہ ہو کر بھی ۔ ۔ ۔ ۔

ممکن ہے کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے اور وہ کام نہ کر سکے دل سے چاہتے ہوئے وسائل کے ہوتے ہوئے بھی امکان ہے کہ وہ کام نہ کر سکے۔

میرے دوستو ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو یہ قسمیں اٹھا کر قیامت کے آنے کا اعلان کرنے والا ساری کائنات کا ایسا بادشاہ ہے کہ وہ اگر کوئی کام کرنا چاہے تو ساری کائنات کی طاقتیں مل کر کے بھی اس کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتیں۔ وہ اعلان کر رہا ہے۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ○ مَا لَهُ مِن دَافِعٍ ○

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی گلیوں میں گشت فرما رہے ہیں اندر ایک گھر سے قرآن کی تلاوت کی آواز آرہی ہے۔ میرے دوستو وہ دور مسلمانوں کی ترقی اور عروج کا دور تھا مسلمانوں کے گھروں سے قرآن کی آوازیں آتی تھیں۔ مسلمانوں کی آبادی سے گذرنے والے کو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی آبادی سے گذر رہا ہے۔

آج ہمارا دور مسلمانوں کے زوال کا دور ہے مسلمانوں کا تعلق قرآن سے برائے نام رہ گیا ہے آج مسلمانوں کے گھروں سے گانوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور مسلمانوں کی آبادی سے گذرنے والا قطعاً یہ فرق نہیں کر سکتا کہ یہاں مسلمان آباد ہیں یا کافر آباد ہیں کان ترستے ہیں

قرآن کی آواز سننے کو۔

بہرحال حضرت عمر فاروق مدینے کی گلیوں سے گذر رہے تھے اور ایک گھر سے قرآن کی تلاوت کی آواز آرہی تھی پڑھنے والا سورۃ طور کی یہی ابتدائی آیات پڑھ رہا تھا۔

والطور وکتاب مسطور فی رق منشور والبیت المعمور والسقف المرفوع والبحر المسجور۔

جب اس نے یہ اگلا جملہ پڑھا:

ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دل کو تھام لیا دل پکڑ کر وہیں بیٹھ گئے چلنے کی طاقت نہ رہی ایسے بیمار ہوئے کہ بیس دن تک لوگ آپ کی عیادت کیلئے آتے رہے مگر کسی کو معلوم نہیں تھا کہ بیماری کیا ہے۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اسلام لانے سے قبل مدینہ منورہ میں کسی کام سے آیا مسجد نبوی میں پہنچا تو حضور ﷺ مغرب کی نماز میں سورۃ طور کی تلاوت فرما رہے تھے جب آپ نے یہ آیت پڑھی:

ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع۔

تو میرے دل میں ایسا خوف اور ایسی گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ چلنے کی ہمت نہ رہی جیسے کسی نے میرے پاؤں پکڑ لئے ہوں میں اسی گھبراہٹ اور خوف کے عالم میں وہیں بیٹھ گیا۔

آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آگے بڑھ کر سب سے پہلے میں نے اسلام قبول کیا اس کے بعد اپنا وہ کام کیا جس کے لئے میں آیا ہوا تھا۔

تو میرے دوستو! سوچو کتنا جلال ہے ان آیات میں کہ دو جہان کا بادشاہ پانچ قسمیں اٹھا کر ایک اعلان کر رہا ہے کیا پھر بھی اس میں کسی شک شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

تیسرا مقام:

انتیسویں پارے میں سورۃ مرسلات کی ابتدائی آیات میں بھی ہواؤں کی پانچ قسمیں اٹھا کر قیامت کے آنے کا اعلان فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفاً فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفاً وَالنَّاشِرَاتِ نَشْراً فَالْفَارِقَاتِ فَرْقاً فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْراً عُذْراً اَوْ نُذْراً

یہ پانچ قسمیں اٹھانے کے بعد ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ

اے انسانو! مجھے ان ہواؤں کی قسم بیشک پکی بات ہے تمہیں جس قیامت کا وعدہ دیا جارہا ہے وہ یقیناً واقع ہونے والا ہے۔

چوتھا مقام:

گیارھویں پارے میں سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ

آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ سچ اور حق ہے۔

قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ

آپ فرمادیں ہاں قسم ہے میرے رب کی۔ بے شک وہ البتہ حق ہے۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ

اور جب اس کے آنے کا وقت ہوگا تو تم سارے مل کر اور ساری کائنات کی طاقتیں ملکر کے بھی اس کو روک نہیں سکتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ سے قسم اٹھوا کر قیامت کے حق ہونے کا اعلان کروایا ہے۔ اسی طرح کی آیت اٹھائیسویں

پارے میں سورۃ تغابن میں بھی ہے۔

زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَ رَبِّیْ لتبعثنّ ثم لتنبّؤن بما عملتم وذالک علی اللہ یسیر۔

ارشاد فرمایا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرمادیں میرے محبوب کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے اور تم ضرور اپنے اعمال کی خبر دیئے جاؤ گے۔

وذالک علی اللہ یسیر۔

• اور اس کو مشکل مت سمجھو کہ یہ کیسے ہوگا اللہ کی قدرت کاملہ کے سامنے کوئی مشکل نہیں۔

باقی آئندہ اب وقت ختم ہو رہا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

تیسری تقریر

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَ حَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فأما كان من المقربين فروحٌ و ريحان و جنّت
نعيم وأما ان كان من اصحاب اليمين فسلامٌ
لك من اصحاب اليمين وأما ان كان من
المكذبين الضالّين فنزلٌ من حميم و تصلية
جحيم أن هذا لهو حق اليقين فسبّح باسم ربك
العظيم. صدق الله العظيم.

(پ:۲۷/ سورة واقعة) ۱

سوچو اگر وہ مردہ ہوا مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور
روزی ہے اور باغ نعمت کا اور جو اگر وہ ہوا داہنے والوں میں
تو سلامتی پہنچے تجھ کو داہنے والوں سے اور جو اگر وہ ہوا
جھٹلانے والوں بہکنے والوں میں سے تو مہمانی ہے جلتا پانی
اور ڈالنا آگ میں بے شک یہی بات ہے لائق یقین کے
سو بول پاکی اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا

محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری
ویسّرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا
قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً
سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت
العلیم الحکیم۔

میرے دوستو اور بزرگو! مضمون یہ چل رہا ہے کہ آج ہم مسلمانوں کی دینی حالت دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے۔صرف نام مسلمانوں والا رہ گیا ہے باقی اسلام کی کوئی علامت ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں نظر نہیں آتی اس ساری صورت حال کا بنیادی سبب یہ ہے کہ قیامت پر ایمان ہونے کے باوجود ہمیں قیامت کے قائم ہونے پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ ہم نے جنت دوزخ پل صراط سب کو قصہ کہانی اور افسانہ سمجھا ہوا ہے۔

اس لئے بات یہ چل رہی ہے کہ بندوں کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب انداز اختیار فرمائے ان میں سے ایک طریقہ قسمیں اٹھا کر قیامت کے آنے کا اعلان کرنے والا گذشتہ جمعے بیان ہو چکا ہے۔آج اسی سلسلے کا دوسرا طریقہ آپ کی خدمت

میں عرض کرنا ہے۔

دوسرے طریقے کا خلاصہ:

دوسرے طریقے کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے سورۃ واقعہ میں پوری سورت میں آخرت کے حالات بیان فرمائے ہیں جنت میں جانے والوں کا بیان، جنت کی نعمتوں کا تذکرہ، جہنم کے عذابوں کا بیان اور جہنم میں جانے والوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

سورۃ کی ابتداء ہی عجیب انداز سے فرمائی ہے ارشاد فرمایا:

اذا وقعت الواقعة

جب واقع ہوجائے گی واقع ہونے والی۔

ليس لوقعتها كاذبة

اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ بلکہ اس کا واقع ہونا سوفیصد سچ ہے۔

خافضةٌ رّافعة

وہ پست کرنے والی ہوگی اور بلند کرنے والی ہوگی۔

کئی ایسے لوگ جو دنیا میں بڑے مرتبے اور مقام والے تھے عہدوں والے تھے بڑی شان والے بڑی ٹھاٹھ والے تھے ان کے مرتبے

کو قیامت پست کرنے والی ہوگی۔ قیامت والے دن ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی بلکہ ذلت وخواری میں پستی میں مبتلاء ہوں گے چہرے سیاہ ہوں گے بدشکل ہوں گے کسی سے نظر نہیں ملا سکیں گے اور کئی ایسے لوگ بھی ہوں گے جو دنیا میں کم حیثیت تھے ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ان کے مرتبے بلند کرنے والی ہوگی۔

حافظ قرآن جن کی معاشرہ میں کوئی حیثیت نہیں کسی کا بیٹا جرنل بن جائے، کرنل بن جائے، ڈاکٹر بن جائے تو باپ کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ بلکہ پورا خاندان فخریہ اس کا اظہار کرتا ہے کہ ہمارا فلاں رشتہ دار جرنل ہے، کرنل ہے، ڈاکٹر ہے لیکن کسی کا بیٹا بھتیجا حافظ قرآن بن جائے دین کا عالم بن جائے تو کہتے ہیں بیچارہ مسجد کا ملاں بن گیا ہے۔

تو حافظ قرآن جن کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں تھی ان کے مرتبے بلند کرنے والی ہوگی۔ حافظ قرآن کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک کا مقابلہ سورج کی روشنی نہیں کر سکے گی۔ حافظ قرآن کی سفارش پر اس کے خاندان کے ایسے دس آدمی جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی حافظ قرآن کی سفارش پر وہ جنت کے مستحق بن جائیں گے۔ جنت کا داخلہ مل جائے گا تو ارشاد فرمایا:

خافضة رّافعة

وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔

اذا رجّت الارض رجّا وبسّت الجبال بسّا

جب زمین ہلائی جائے گی ہلایا جانا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

فكانت هباءً منبثاً

بکھرا ہوا غبار بن جائیں گے

وكنتم ازواجاً ثلاثة

اور تمہاری تین جماعتیں بن جائیں گی۔

ایک اعلیٰ درجات والے دوسرے

اصحاب اليمين

دائیں ہاتھ والے

ان دونوں کو جنت کی نعمتیں ملیں گی ایسی کہ اس دنیا میں ان کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ پھر نعمتوں کی ساری تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں اسکے بعد تیسری جماعت کے بارے میں ارشاد فرمایا وہ بائیں ہاتھ والوں کی ہوگی۔ ان کیلئے ایسے ایسے ہولناک عذاب ہوں گے جن کا اس دنیا میں تصور نہیں

کیا جاسکتا۔

ارشاد فرمایا:

لآکلون من شجرمن زقوم

جہنم کی تھور کا درخت کھائیں گے۔

تم یہ خیال کرو گے یہ کون کھا سکتا ہے۔ ارشاد فرمایا صرف کھائیں گے نہیں بلکہ:

فمالؤن منه البطون

اس سے اپنے پیٹوں کو بھریں گے۔

یعنی اتنا کھائیں گے کہ اس درخت سے ان کا پیٹ بھر جائے گا پھر اس کے اوپر ان کو گرم پانی پلایا جائے گا۔

وسقوا ماءً حمیماً فقطع امعاء هم۔

ایسا گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر پاخانے کے راستے باہر نکال دے گا۔

تم خیال کرو گے ایسا گرم پانی کیسے پئیں گے۔ ارشاد فرمایا:

فشاربون شرب الهیم

صرف پئیں گے نہیں بلکہ ایسے پئیں گے جیسے پیاسا اونٹ

پانی پیتا ہے۔

آخر میں فرمایا:

هذا نزلهم يوم الدين

یہ قیامت والے دن بائیں واتھ والوں کی اصحاب الشمال کی مہمانی ہوگی۔ یہ سارے حالات بیان فرمانے کے بعد آخر میں اللہ تعالی نے ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا:

وان هذا لهو حق اليقين

یعنی جو کچھ ہم نے بیان کیا اس کو قصہ کہانی اور افسانہ مت سمجھنا یہ اتنے یقینی حالات ہیں کہ اس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ ہو ہی نہیں سکتا۔

میرے دوستو اور بزرگو! کسی بھی چیز کے یقینی علم کے حاصل ہونے کے تین درجے ہوتے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

جس کے بارے میں کانوں سے سن کر یقین حاصل ہو جائے تو اس کو علم الیقین کہا جاتا ہے اور آنکھوں سے دیکھ کر یقین حاصل ہو جائے تو اس کو عین الیقین کہا جاتا ہے۔ اور اگر عملی تجربہ کر کے یقین حاصل ہو جائے تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

آپ کے سامنے مری شہر سے آنے والوں کی ایک کثیر تعداد نے

آ کر بیان کیا کہ آج مری میں برف باری ہوئی۔ اخبارات میں پڑھا ریڈیو پر سنا۔ غرض یہ باتیں سن کر جو یقین آپ کو حاصل ہوگا اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔

آپ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ برف باری کا لطف اٹھانا چاہیے گاڑی نکالی بیوی بچوں کو ساتھ لیا اور مری کی طرف چل پڑے چلتے چلتے آپ مری کے قریب پہنچ گئے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مری کی پہاڑیوں نے سفید چادر اوڑھی ہوئی ہے تو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یقیناً آپ کے سابقہ یقین والی کیفیت میں کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ ہوگا اس اضافے کے بعد جو درجہ آپ کو یقین کا حاصل ہوا ہے۔ اس کو عین الیقین کہا جاتا ہے۔

اب آپ کے شوق میں اضافہ ہوا آپ گاڑی آگے بڑھاتے چلے گئے یہاں تک کہ مری شہر کے وسط میں پہنچ گئے اب برف باری ہو رہی ہے آپ کی گاڑی پر بھی پڑ رہی ہے آپ نے گاڑی کے شیشے چڑھا لئے اور چادر یا کمبل اوڑھ لیا ہے۔ اب آپ کے سابقہ یقین والی کیفیت میں ضرور بہ کچھ نہ کچھ اضافہ ہوگا۔ اس اضافے کے بعد جو درجہ آپ کو یقین کا حاصل ہوا ہے اس کو حق الیقین کہا جاتا ہے۔ یہ یقین کا آخری درجہ ہوتا ہے اس

سے اوپر کوئی درجہ یقین کا متصور نہیں ہو سکتا۔

اس کی وضاحت کیلئے ایک اور مثال بھی سن لیں پھر آگے چلتے ہیں۔

مثال:

آپ کو لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے یہ خبر دی کہ امریکہ میں ایک ایسی چیز ایجاد ہوئی ہے جس کو آگ کہا جاتا ہے اور وہ ہر چیز کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ آپ نے ابھی تک آگ کو نہیں دیکھا صرف مختلف لوگوں سے سنا ہے کہ آگ ایسی ظالم ہے کہ جو چیز بھی اس میں ڈالی جائے اس کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے ریڈیو سے بھی یہ خبر سنی ہے اخبارات میں بھی یہی خبر پڑھی ہے تو سن کر اور پڑھ کر آپ کو یقین ہو گیا کہ آگ جلاتی ہے۔ اس کو علم الیقین کہا جاتا ہے۔

پھر کچھ زمانہ گذرنے کے بعد وہ آگ امریکہ سے نکل کر آپ کے ملک پاکستان میں بھی پہنچ گئی ہے، آپ کے گھر میں بھی پہنچ گئی۔ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ جو چیز آگ میں ڈالی جاتی ہے واقعۃً جلا کر راکھ بنا دیتی ہے تو آپ کے سابقہ یقین والی کیفیت میں کچھ نہ کچھ ضرور اضافہ ہوگا۔ اس اضافے کے بعد جو درجہ یقین والا آپ کو حاصل ہو گا اس

کو عین الیقین کہا جائے گا۔

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ لکڑیاں جلاتے ہوئے آپ کا ہاتھ بھی تھوڑا سا چولہے کے اندر چلا گیا اور آپ کی ایک انگلی جل گئی۔ آپ بہت چیخے اور ڈاکٹر کی طرف بھاگے مرہم پٹی کرالی اب انگلی کے جلنے سے آپ کو آگ کے جلانے کا جو عملی تجربہ ہوا اس سے یقیناً سابقہ یقین والی کیفیت میں کچھ نہ کچھ اضافہ ضرور ہوگا۔

اس اضافے کے بعد جو درجہ یقین کا آپ کو حاصل ہوگا اس کو حق الیقین کہا جاتا ہے۔ اور یہ یقین کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ اس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ متصور نہیں ہوسکتا اب اگر کوئی مسجد میں کھڑے ہو کر ہزار قسمیں اٹھائے کہ آگ نہیں جلاتی لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ تو بتلایئے اس کی قسمیں سن کر کے آپ کو آگ کے جلانے میں ذرہ برابر کوئی شک شبہ ہوسکتا ہے، نہیں ہرگز نہیں آپ اس کو پاگل اور دیوانہ تو کہہ سکتے ہیں جھوٹا تو سمجھ سکتے ہیں مگر آگ کے جلانے میں آپ کو ذرہ برابر شبہ نہیں ہوسکتا۔

میرے دوستو اور بزرگو! اب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنو کہ سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے مختلف حالات بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

ان هذا لهو حق اليقين

میرے بندو ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو قصہ کہانی افسانہ مت سمجھنا۔ ہم نے اس کا اتنا اہتمام کیا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت اور فاصلہ ہے اور پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہے۔ پھر اسی طرح تیسرے تک پھر چوتھے تک تو سوچو ساتویں آسمان تک اور اس سے اوپر عرش معلی تک کتنا فاصلہ ہے۔ سوچو ہم نے کتنا اہتمام کیا ہے کہ ایک آیت کو اتارنے کیلئے فرشتوں کے سردار جبرائیل امین اتنا طویل فاصلہ طے کر کے آئے اور اس کو آپ ﷺ کے قلب اطہر پر اتارنے اور حفاظت کے لئے جبرائیل امین کے ساتھ ہزاروں فرشتے بھی ہوتے اور اتنا طویل فاصلہ ایک ایک دن میں کئی کئی بار بھی طے کرنا پڑتا بسا اوقات صرف ایک جملے کیلئے ایک کلمے کے لئے جبرائیل امین کو اتنا فاصلہ طے کرنا پڑا ہے۔

قرآن کا ایک لفظ ہے:

غیر اولی الضرر

صرف اتنا لفظ لانے کے لئے جبرائیل امین کو آنا پڑا اور خود نزول وحی سے سرکار دو عالم ﷺ کو بھی شدید مشقت ہوتی۔ بے چینی شروع ہو

جاتی چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا سخت سردیوں میں بھی پسینہ آنا شروع ہو جاتا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں۔ میرے بندو ہم نے تو اتنا اہتمام کیا کہ سید الملائکہ اتنا فاصلہ طے کر کے ایک دن میں کئی کئی بار وحی لاتے رہے اور سید الرسل کو بھی اتنی مشقت بار بار برداشت کرنی پڑی اور تم اس کو افسانہ اور کہانی سمجھ رہے ہو نہیں، نہیں بلکہ یہ حالات اور واقعات استنے یقینی ہیں کہ یہ یقین کا آخری درجہ ہے۔

اس سے اوپر یقین کا کوئی درجہ متصور ہی نہیں ہو سکتا تو فرمایا:

وان هذا لهو حق اليقين

یہ حق الیقین کی حد تک یقینی ہے تم مانو یا نہ مانو یہ پیش آکر کے رہیں گے۔ اس لئے اگر ان حالات سے بچنا چاہتے ہو تو ابھی مہلت ملی ہوئی ہے۔ ابھی سے کوشش کر کے بچنے کا اہتمام کر لو اور بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی اطاعت کو اختیار کر لو اور نافرمانی سے بچ جاؤ۔ ورنہ پھر پچھتانا پڑے گا۔ مگر وہ پچھتاوا کام نہیں آئے گا۔ باقی انشاء اللہ آئندہ جمعے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

چوتھی تقریر

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط: ۳

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس مّا قدمت لغدٍ واتّقوا الله انّ الله خبیرٌ بما تعملون۔ صدق الله العظیم۔ (پ:۲۸/ سورة حشر)

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر ایک جی کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اللهمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! آخرت کے یقین پر بات چل رہی ہے کہ قیامت پر ایمان کے ہوتے ہوئے بھی ہماری عملی

حالت دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہمارے معاشرہ کے کسی بھی مسلمان کی عملی حالت کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ واقعۃً قیامت پر ایمان رکھنے والا ہے، حساب و کتاب پر ایمان رکھنے والا ہے، جنت اور جہنم کو ماننے والا ہے۔

میرے دوستو! اس ساری صورتحال کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہمیں مرنے پر اور موت کے بعد پیش آنے والے حالات پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ اس لئے یقین پر بات چل رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے بندوں کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے ان میں سے دو انداز گذشتہ جمعوں پر بیان ہو چکے ہیں آج اس سلسلے کا تیسرا انداز آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔

سورۃ حشر کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا

اے ایمان والو!

اتقوا اللہ

اللہ سے ڈرو

ولتنظر نفس ما قدمت لغد

اور ہرانسان یہ سوچے کہ کل قیامت کے دن کیلئے اس نے کیا
تیار کر کے بھیجا ہے۔

اچھے اعمال کر کے آگے بھیجے ہیں تو اچھی امید رکھے اچھے بدلے کی توقع رکھے اجر وثواب کی جنت کی کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی امید رکھے اور اگر خدانخواستہ صورت حال دوسری ہے اور اس نے برے اعمال کر کے آگے بھیجے ہیں تو پھر اسی جیسے بدلے کی توقع رکھے اسلئے کہ جیسے کرے گا ویسے بھرے گا وہاں مکافات عمل کا قانون ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے:

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها و من جاء
بالسيئة فلا يجزئ الّا مثلها وهم لا يظلمون.

نیکی کرنے والا اپنی نیکی کا دس گنا اجر پائے گا اور برائی کرنے والے کو اپنی برائی کے برابر بدلہ مل کر رہے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

شاعر کا شعر ہے:

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بر وید جوز جو

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کاشتکار نے بیج تو گندم کا ڈالا ہو مگر وہاں فصل جو کی اور جوار کی اگ آئے یا درخت تو سیب کا ہو اور پھل وہاں آم کے پیدا ہونے شروع ہو جائیں۔

الدنیا مزرعة الآخرۃ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

جو آج یہاں بوؤں گے کل قیامت کو اس کی فصل کاٹو گے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولتنظر نفسٌ مّا قدمت لغد

ہر انسان یہ سوچے کہ کل قیامت کے روز کے لئے اس نے کیا تیار کر کے بھیجا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کو آنے والی کل کے لفظوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ عربی زبان بڑی فصیح زبان ہے۔ ہماری اردو میں گذر جانے والی کل کیلئے اور آنے والی کل دونوں کیلئے ایک ہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جب تک آگے پیچھے کوئی اور لفظ نہ لگایا جائے تو مخاطب نہیں سمجھ سکتا کہ کس کل کی بات ہو رہی ہے۔ مگر عربی زبان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی وسعت عطا فرمائی ہے عربی زبان میں گذر جانے والی کل کیلئے لفظ بولا جاتا ہے اَمس اور آنے والی کل کیلئے لفظ بولا جاتا ہے غدا

قرآن کریم میں قیامت کو دو مقامات میں غـــداً کے لفظوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے ایک تو اسی آیت مذکورہ میں دوسرا سورۃ قمر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمودیوں کا قول حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں نقل فرمایا کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں کہتے تھے:

بل هو كذابٌ اشر

بلکہ وہ تو جھوٹا ہے، دہشت گرد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ قول نقل کر کے جواب میں ارشاد فرمایا:

سيعلمون غداً من الكذاب الأشر۔

کل قیامت کو انہیں پتہ چلے گا کہ کون جھوٹا تھا اور کون دہشت گرد تھا۔

بہر حال ان دونوں مقامات میں قیامت کو لفظ غداً سے یعنی آنے والی کل سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معارف القرآن (جلد: ۸) میں تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو غداً کے لفظوں سے تعبیر فرما کر آنے والی کل کے لفظوں سے یاد فرما کر تین باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

پہلی بات:

جس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی

آخرت والی زندگی کے مقابلے میں انتہائی قلیل ہے ایسا سمجھو کہ ساری دنیا آخرت کے مقابلے میں صرف ایک دن کی مثل ہے۔ دنیا کو آج کا دن سمجھو اور قیامت کو آنے والی کل سمجھو تو دنیا کی زندگی محدود ہے۔ جس کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی ہے لیکن آخرت کی زندگی غیر محدود ہے کبھی بھی ختم نہ ہونے والی ہے تو دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کا کہاں مقابلہ کر سکتی ہے۔ لہذا تم اس فانی دنیا کیلئے آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کو برباد مت کرو۔

دوسری بات:

جس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کو دور مت سمجھو بلکہ جیسے آج کے بعد کل کا آنا دور نہیں ہے اسی طرح دنیا کی زندگی کے بعد قیامت کا آنا دور نہیں بلکہ قریب ہے تو قرب قیامت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اس پر پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔

تیسری بات:

جس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے یقینی ہونے کو بیان فرمانا چاہتے ہیں کہ میرے بندو قیامت کو افسانہ مت سمجھنا اور اس کے آنے میں شک مت کرنا بلکہ تم یوں سمجھو جیسے آج کے بعد

کل کا آنا یقینی ہے اور جس نے آج کا دن اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو اس کے سامنے کوئی سو قسمیں بھی اٹھا کر اعلان کرے کہ کل نہیں آئے گی تو اس کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوتا بلکہ اس اعلان کرنے والے کو پاگل اور دیوانہ سمجھتا ہے۔

اسی طرح دنیا کی آج کے بعد قیامت والی کل کا آنا بھی سو فیصد یقینی ہے کوئی اس کو مانے یا نہ مانے یقین کرے یا نہ کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس دنیا کے خاتمے کے بعد قیامت والی کل آ کر رہے گی۔

حدیث میں بھی ایک مقام پر آج کے بعد کل کے آنے کو یقینی ہونے کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیش آنے والے فتنوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا امیر المؤمنین آپ مت گھبرائیں آپ کے اور فتنوں کے درمیان ایک بند دروازہ ہے فتنے آپ تک نہیں پہنچ سکتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تا ؤ وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا توڑا جائے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر کبھی بند نہ ہوگا۔ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی طرف اشارہ تھا کہ ان کی شہادت بھی ہوگی

اور شہادت کے بعد فتنوں کا دروازہ بھی کھل جائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ حدیث اپنے شاگردوں کو سنائی تو انہوں نے پوچھا کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ دروازہ سے کون مراد ہے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو جواب دیا:

نعم كما ان دون الغد الليلة

فرمایا ہاں اس طرح جانتے تھے جیسے کل کے بعد آنے والی رات کو آدمی جانتا ہے اور اس کے آنے پر یقین ہوتا ہے اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس دروازے کا یقینی علم تھا۔

بعد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے شاگردوں کے پوچھنے پر بتایا کہ دروازے سے مراد خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

چوتھا انداز:

بندوں کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک انداز یہ بھی اختیار فرمایا ہے کہ قیامت کے حالات اور اس میں پیش آنے والے واقعات کو ماضی کے صیغوں اور الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ یہ واقعات اگرچہ مستقبل میں پیش آئیں گے مگر ان کا واقع ہونا اتنا یقینی

ہے ان کا پیش آنا اتنا یقینی ہے جیسے زمانہ ماضی میں گذرا ہوا واقعہ یقینی ہوتا ہے کہ چونکہ وہ پیش آ چکا ہوتا ہے اس لئے اس کے واقع ہونے میں کسی کو شک شبہ نہیں ہوسکتا۔

اس کی تفصیل یوں سمجھیں کہ زمانے تین ہیں ماضی ، حال، استقبال۔ ماضی گذرے ہوئے زمانے کو کہتے ہیں اور حال موجودہ زمانے کو کہتے ہیں اور استقبال آئندہ آنے والے زمانے کو کہتے ہیں۔ ان تینوں زمانوں میں کام کے واقع ہونے کی خبر دینے کیلئے کلام عربی میں بھی اور ہر زبان میں بھی الگ الگ الفاظ اور صیغے استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً ہماری اردو زبان میں زمانہ ماضی میں کسی کام کے واقع ہونے کی خبر دینی ہو تو اس کے لئے جملہ استعمال کیا جائے گا۔

'' چچا اللہ دتا سو گیا ہے'' یا سویا تھا۔ اور زمانہ حال میں کسی کام کے واقع ہونے کی خبر دینی ہو تو اس کے لئے جملہ استعمال کیا جائے گا۔

'' چچا اللہ دتا سو رہا ہے یا کھانا کھا رہا ہے یا باتیں کر رہا ہے'' اور زمانہ استقبال میں کسی کام کے واقع ہونے کی خبر دینی ہو تو اس کے لئے جملہ استعمال ہوگا '' چچا اللہ دتا سوئے گا کھانا کھائے گا''

تو ماضی اور حال استقبال والے زمانے کا فرق ہر زبان میں ہوتا

ہے کلام عربی میں بھی تینوں زمانوں کے لئے الگ الگ الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں یہ بات ذہن میں رکھنے کے بعد اب دوسری بات یہ سمجھیں کہ متکلم جب اپنے مخاطب کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعے کا یقینی ہونا بتانا چاہتا ہے تو اس کو مستقبل کے الفاظ کے بجائے ماضی کے الفاظ کے ساتھ تعبیر کر دیا کرتا ہے اور مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اگر چہ ابھی تک پیش نہیں آیا مگر اس کا پیش آنا اتنا یقینی ہے کہ تم یہ سمجھو گویا کہ یہ واقعہ پیش آ چکا ہے جیسے اس کے وقوع میں کوئی شک شبہ نہیں ہوتا اسی طرح اس مستقبل والے واقع کے وقوع میں بھی کوئی شک شبہ مت کرو اس کو ایک مثال سے سمجھیں۔

آپ کا ایک دوست پی آئی اے میں ملازم ہے ٹکٹ اور سیٹ کنفرم کرنا کرانا اس کی روزمرہ کی ڈیوٹی اور ذمیداری ہے آپ کو کراچی جانا پڑ گیا۔ آپ اپنے اس پی آئی اے والے دوست کو کہتے ہیں کہ یار پرسوں کی سیٹ کروا دو وہ آپ کو فوراً جواب دیتا ہے بس آپ کی سیٹ اور ٹکٹ ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہ ابھی دفتر نہیں گیا کمپیوٹر میں آپ کا نام نہیں ڈال دیا سارے کام تو وہ کل دفتر جا کر کرے گا مگر چونکے یہ سارے کام اس کے اختیار میں ہیں اس لئے وہ اپنے دوست کو یقین دلانے کے لئے الفاظ

ماضی کے استعمال کرے گا کہ بس آپ کی سیٹ ہو گئی ہے۔ یہ اتنی لمبی بات آپ کو سمجھانے کے لئے کہہ دی ہے ورنہ ہم جب بھی مسئلہ اپنے طلبہ کو علمی انداز میں اصطلاحی الفاظ سے سمجھاتے ہیں تو اس کے لئے مختصراً صرف دو لفظ ہی کافی ہوتے ہیں کہ ماضی تحقق وقوع پر دلالت کرتی ہے۔ بس اتنی بات کہہ دینے سے طلبہ پوری بات سمجھ جاتے ہیں۔

بہرحال خلاصہ یہ ہوا کہ مستقبل میں پیش آنے والے واقع کے یقینی ہونے کو بیان کرنے کے لئے ماضی کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور ایسا ہر زبان میں ہوتا ہے اردو کی مثال تو آپ سن چکے ہیں۔ عربی کی ایک مثال قرآن کریم سے سن لیں۔ پھر اصل مسئلہ بیان کریں گے۔

مثال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ولادت کے بعد جب حضرت مریم صدیقہ اٹھا کر کے قوم کے پاس لائیں تو قوم نے الزامات کی اور طعن وتشنیع کی بوچھاڑ کر دی تو حضرت مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھ لو تو قوم نے جواب دیا قالوا كيف نكلم من كان في المهدی صبیاً بچے سے کیا پوچھیں یہ تو بات ہی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی وہ بول پڑے قرآن نے ان کا وہ کلام ذکر فرمایا ہے:

قال انی عبداللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیّا و
جعلنی مبارکا۔ اینما کنت و اوصانی بالصلوۃ
والزکوۃ ما دمت حیّا و براً بوالدتی و لم یجعلنی
جبّاراً شقیا والسلام علیّ یوم ولدت و یوم اموت
و یوم ابعث حیّاً۔

ارشاد فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی
ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے برکت والا بنایا اور مجھے نماز
پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے کا تاکیدی حکم دیا اور مجھے اپنی
والدہ کا فرمانبردار بنایا ہے۔

عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں اس میں
اکثر صیغے ماضی کے استعمال کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی
اور مجھے نبی بنایا اور نماز پڑھنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا یہ سارے صیغے
ماضی کے ہیں حالانکہ نبی تو انہوں نے بننا تھا چالیس سال کے بعد کتاب ملنی
تھی چالیس سال کے بعد مگر صیغہ ماضی کا استعمال فرما رہے ہیں اس بات
کے یقینی ہونے کو بیان کرنے کے لئے کہ کتاب اور نبوت اگرچہ مجھے
چالیس سال کے بعد ملے گی مگر اس کا ملنا اتنا یقینی ہے کہ سمجھو گویا کہ مجھے

کتاب اور نبوت مل چکی ہے۔

تو خلاصہ پوری بات کا یہ ہوا کہ زمانہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعہ کے یقینی ہونے کو بیان کرنے کیلئے متکلم اس کی تعبیر ماضی کے الفاظ اور صیغوں کے ساتھ کرتا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! قیامت کے یقینی ہونے کو بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انداز بھی اختیار فرمایا ہے قیامت اور اس میں پیش آنے والے واقعات اگرچہ ہزاروں سال بعد واقع ہوں گے ہزاروں سال بعد ظاہر ہوں گے۔ مگر قیامت کا آنا اور ان واقعات کا پیش آنا اتنا یقینی ہے کہ تم سمجھو یہ واقعات پیش آ چکے ہیں۔ صور پھونک دیا گیا ہے اور زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و نفخ فی الصور فصعق من فی السماوات ومن فی الارض۔

صور پھونک دیا گیا اور زمین و آسمان والے بے ہوش ہو چکے۔

ثم نفخ فیه اخریٰ فاذا هم قیامٌ ینظرون۔

پھر دوسری مرتبہ صور پھونک دیا گیا سب قبروں سے کھڑے
ہوکر دیکھ رہے ہیں۔

اسی طرح ارشاد ہے:

و نفخ في الصور فاذا هم من الأجداث الى ربهم
ينسلون.وازلفت الجنة للمتقين وبرّزت الجحيم
للغاوين. وسيق الذين اتقوا ربهم الى الجنة
زمراً. وسيق الذين كفروا الى جهنم زمراً.

یہ سب صیغے ماضی استعمال کئے گئے ہیں ان واقعات کے یقینی
ہونے کو بیان کرنے کے لئے۔

باقی انشاء اللہ آئندہ۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

پانچویں تقریر

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۴

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَلَا نَظِیْرَ لَهٗ وَلَا وَزِیْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یا ایّھا النّاس ان وعد اللہ حق فلا تغرنکم الحیاۃ الدُّنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور۔ صدق اللہ العظیم۔ (پ:۲۱/ سورۃ لقمان)

اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے سو تم کو نہ بہکائے دنیا کی زندگانی اور نہ دھوکہ دے تم کو اللہ کے نام سے وہ دغاباز۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! آخرت کے یقین پر بات چل رہی ہے کہ آخرت پر ایمان ہونے کے باوجود ہماری عملی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آرہی ہے۔ اس کی وجہ یقین کی کمزوری کے سوا اور کیا

ہوسکتی ہے۔ اسی یقین پر بات چل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے مختلف انداز اختیار فرمائے ہیں۔ ان میں سے چار انداز گذشتہ جمعوں میں آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں۔ آج کی نشست میں پانچواں انداز آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے میرے دوستو! دنیا میں جتنے مہذب معاشرے اور قومیں ہیں ہر معاشرے میں معاشرے کے ہر طبقے میں ایفاء وعدہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور وعدے کی خلاف ورزی کو برا اور قبیح فعل سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور اب بھی سمجھا جاتا ہے۔

ایک شریف انسان چاہے وہ کافر ہو یا مسلمان ہو جب کسی کو زبان دے بیٹھتا ہے اور جب کسی سے وعدہ کر بیٹھتا ہے تو اپنے وعدے کو نبھانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے چاہے اس کو جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے مگر وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کر دکھاتا ہے۔ یہ عام معاشرے کی بات ہے پھر اسلام نے تو ایفاء عہد پر اتنا زور دیا کہ وعدے کے پورا کرنے کو ایمان کی نشانی قرار دیا اور وعدے کی خلاف ورزی کو نفاق کی نشانی قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

اور ایک حدیث میں ایک چوتھی علامت بھی بیان کی گئی ہے کہ جب کسی سے اس کا جھگڑا ہو لڑائی ہو تو گالی دے بہر حال ایفاء وعدہ کو کفار اور مسلمانوں دونوں میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

میرے دوستو، بزرگو اور بھائیو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات میں قیامت اور قیامت میں پیش آنے والے حالات کو وعدے کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ میرے بندے تو انسان ہو کر اور کمزور ہو کر نقائص اور عیوب سے پر ہو کر کے بھی جب کسی سے وعدہ کر بیٹھتا ہے اور جب کسی کو زبان دے بیٹھتا ہے تو اپنی بات کو پورا کرنے کے لئے اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور وعدہ کی خلاف ورزی کو اپنی عزت اور اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے جبکہ تو تو انسان ہے کمزور ہے تجھے وعدہ کے پورا کرنے میں کوئی مشکل اور رکاوٹ اور مجبوری بھی پیش آ سکتی ہے۔

جب ان ساری کمزوریوں کے باوجود تو وعدے کے پورا کرنے کے لئے مرمٹا ہے تو میرے بندے سوچ میں خدا ہوں ساری کائنات کا خالق اور مالک ہوں۔ سب کچھ میرے قبضے میں ہے جو چاہوں کروں ساری کائنات کی طاقتیں روکاوٹ نہیں ڈال سکتیں تمام انبیاء علیہم السلام کو اور ان کی امت کو ایفاء وعدہ کی تلقین میں نے کی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایها الذین آمنوا اوفو بالعقود

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

واوفوا بالعهد ان العهد کان مسؤلاً

وعدہ پورا کیا کرو قیامت والے دن ایفاء عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میرے بندے تمام انبیاء علیہم السلام کو اور ان کی امتوں کو ایفاء وعدہ کا حکم میں نے دیا ہے تو تو سوچتا نہیں کہ میں خدا ہو کر اپنے وعدے کو کس طرح پورا نہیں کروں گا میں نے ایمان والوں کے لئے جنت کی ایسی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا کسی کان نے نہیں سنا کسی کے دل میں ان کا خیال بھی نہیں آیا ہوگا اور کفار کے لئے جہنم کے ایسے عذاب کا وعدہ کیا ہے جن کا اس دنیا میں

تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تو کیا میں اپنا وعدہ پورا نہیں کروں گا میرے بندے مجھ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔

بہر حال میرے دوستو اور بزرگو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے آخرت اور آخرت کے حالات کو وعدہ کے الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے اب قرآن کریم کی وہ چند آیات سن لو جن میں قیامت کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا۔

پہلی آیات:

جو آیت میں نے خطبہ میں پڑھی ہے اس میں بڑے زوردار الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایّها النّاس ان وعد الله حق فلا تغرنکم الحیاة الدّنیا ولا یغرنکم بالله الغرور۔

فرمایا: اے انسانوں پکی بات ہے بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے ایسا نہ ہو کہ تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں ڈال دے تم دنیا کی چیزوں میں مشغول ہو کر غافل ہو جاؤ اور اپنی آخرت اور قیامت کو بھول جاؤ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں

دھوکے باز شیطان دھوکے میں ڈال کر آخرت میں غافل کر دے۔

دوسری آیت:

ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون

اور صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑے چلے آئیں گے۔

قالو یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ھذا ما وعد الرحمن و صدق المرسلون.

تو کہیں گے ہائے افسوس کس نے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے اٹھا دیا کہا جائے گا۔

ھذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون

یہی ہے وہ وعدہ جو رحمٰن نے کیا تھا اور پیغمبروں نے جس کی سچی خبر دی تھی۔

تیسری آیت:

فلرھم یخوضوا و یلعبو حتی یلاقوا یومھم الذی

یوعدون۔

پس انہیں چھوڑ دو کہ وہ بیہودہ باتوں میں اور کھیل کود میں لگے رہیں یہاں تک کہ وہ دن دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

یوم یخرجون من الأجداث سراعاً کأنّهم الی نصب یوفضون۔

جس دن وہ دوڑتے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا کہ وہ ایک نشان کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔

خاشعةً ابصارهم ترهقهم ذلّة

ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

ذالک الیوم الذی کانوا یوعدون

کہا جائے گا یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

چوتھی آیت:

الله لا اله الا هو

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

ليجمعنكم الى يوم القيامة لا ريب فيه

وہ البتہ تمہیں ضرور جمع کرے گا قیامت والے دن جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

و من اصدق من الله حديثاً

انسانو! سوچتے نہیں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے جس اللہ تعالیٰ نے صداقت کو پیدا کیا جس اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام صادقین کو پیدا کیا اس سے بڑھ کر کے بھی کوئی سچا ہوسکتا ہے۔

پانچویں آیت:

والذين آمنوا وعملوا الصالحات سندخلهم جنّات تجرى من تحتها الأنهار خالدين فيها ابدا وعدالله حقا ومن اصدق من اللّٰه قيلاً۔

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے

نہریں بہتی ہوں گی۔

وعدا الله حقاً

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

ومن اصدق من الله قيلاً

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات اور کس کا قول سچا ہو سکتا ہے۔

چھٹی آیت:

اليه مرجعكم جميعاً وعدا الله حقًا، انه يبدؤ الخلق ثم يعيده ليجزى الذين آمنوا و عملوا الصالحات بالقسط۔

اس کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ ایمان لانے والے اور نیک اعمال کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے۔ قیامت کی غرض بھی بیان کر دی۔

ساتویں آیت:

ان الله اشترىٰ من المؤمنين انفسهم واموالهم

بان لهم الجنة۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں کو اور مالوں کو

جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون۔

وہ ایمان والے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرتے ہیں

پس وہ کافروں کو قتل بھی کرتے ہیں اور خود بھی شہید ہو جاتے

ہیں۔

وعداً عليه حقاً في التوراة والانجيل والقرآن۔

یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں اور انجیل میں اور قرآن کریم

میں بھی کیا ہے،

یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے اس

کے بعد آگے ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا:

ومن أوفى بعهده من الله

میرے بندو سوچو تو سہی غور اور فکر تو کرو اللہ تعالیٰ سے بڑھ

کر اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی کیا ہے اور وہ بھی تحریری وعدہ ہے آسمانی

کتابوں میں تورات انجیل اور قرآن ہیں اس سے زیادہ سچا وعدہ کونسا ہوسکتا ہے۔

آٹھویں آیت:

ھذہ جھنم التی کنتم توعدون

قیامت والے دن کفار کو خطاب کر کے کہا جائے گا:

ھذہ جھنم التی کنتم توعدون۔

یہ وہی جہنم ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے تھے۔

اصلوھا الیوم بما کنتم تکفرن۔

آج اس میں داخل ہو اس کفر کی وجہ سے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

نویں آیت:

والذاریات ذرواً فالحاملات وقراً فالجاریات یسراً فالمقسمات امراً۔ انما توعدون لصادق۔ وان الدین لواقع۔

قسمیں اٹھا کر ارشاد فرمایا میرے بندو مجھے ہواؤں کی قسم بادلوں کی قسم کشتیوں کی قسم فرشتوں کی قسم۔

انما توعدون لصادق۔

تمہیں جو قیامت کا وعدہ دیا جارہا ہے پکی بات ہے وہ سو فیصد سچا ہے۔

وان الدین لواقع۔

اور پکی بات ہے اعمال کی جزاء وسزا ضرور واقع ہو کر رہے گی۔

دسویں آیت:

جہنم کے عذابوں کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا:

اذالک خیر ام جنت الخلد التی وعد المتقون۔

کہا یہ اوپر والے دردناک عذاب بہتر ہیں یا ہمیشہ رہنے والی جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

مثل الجنة التی وعد المتقون

اس جنت کا حال جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے۔

تلک عشرة کاملة

ان دس آیات میں قیامت اور قیامت کے حالات کو وعدے کے

الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے آخرت کے حالات کو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر وعدہ کے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

باقی انشاء اللہ آئندہ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

چھٹی تقریر

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۵

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا یِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

هل اتاک حديث موسىٰ اذ راٰى ناراً فقال لأهله امكثوا انى آنست ناراً آتيكم منها بقبس او اجد على النار هدىً فلمّا اتاها نودى يا موسىٰ انى أنا ربک فاخلع نعليک أنک بالواد المقدس طوىً وأنا اخترتک فاستمع لما يوحىٰ اننى أنا الله لا اله الّا أنا فاعبدنى و أقم الصلوٰة لذكرى ان الساعة آتية أكاد اخفيها لتجزى كل نفس بما تسعىٰ فلا يصدنك عنها من لا يؤمن بها واتبع هواه فتردىٰ۔ صدق الله العظيم۔

(رکوع:۱/ پ:۱٦/ طٰه)

اور پہنچی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی جب اس نے دیکھی ایک آگ تو کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو میں نے دیکھی ہے ایک آگ شاید لے آؤں تمہارے پاس اس میں سے سلگا کر یا پاؤں آگ پر پہنچ کر رستہ کا پتہ۔ پھر جب پہنچا آگ کے پاس آواز آئی اے موسیٰ! میں ہوں تیرا رب سو اتار ڈال اپنی

جوتیاں تو ہے پاک میدان طویٰ میں اور میں نے تجھے پسند کیا، سو تو سنتا رہ جو حکم ہو۔ میں جو ہوں اللہ ہوں کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو۔ قیامت بیشک آنے والی ہے میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں اس کو تا کہ بدلہ ملے ہر شخص کو جو اس نے کمایا ہے سو کہیں تجھ کو نہ روک دے اس سے وہ شخص جو یقین نہیں رکھتا اس کا اور پیچھے پڑ رہا ہے اپنے مزوں کے پھر تو بھی ٹپکا جائے۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! قیامت اور آخرت کے یقین پر بات چل رہی ہے کہ قیامت پر ایمان کے باوجود ہماری عملی حالت وہ نہیں جو ایک مسلمان کی ہونی چاہیے۔ اس کی وجہ یقین کی کمزوری کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمیں یقین نہیں آ رہا ہے ہم نے اس کو قصہ کہانی اور

افسانہ سمجھا ہوا ہے۔ مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں سمجھا ہوا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! اصل بات یہ ہے کہ یہ دنیا اور اس دنیا کی ہر چیز کو اس کے نفع نقصان کو ہم نے بار ہا اپنی آنکھوں سے دیکھا کانوں سے سنا اس کا مشاہدہ کیا بار ہا اس کا عملی تجربہ کیا اس لئے اس کا نفع نقصان ہمیں سمجھ میں بھی آتا ہے اور اس پر ہمارا یقین بھی بیٹھا ہوا ہے۔

دنیا کے معمولی سے نفع کے لئے بڑی سے بڑی محنت اور قربانی ہمیں آسان نظر آتی ہے اور دنیا کے معمولی سے نقصان سے بچنے کے لئے ہم محنت اور کوشش کی انتہاء کر دیتے ہیں اور آخرت کا معاملہ اس سے مختلف ہے آخرت اور آخرت کی ہر چیز اور آخرت کا نفع نقصان ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اس کا مشاہدہ نہیں عملی تجربہ نہیں کیا۔ اس پر صرف ایمان بالغیب لانا پڑتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس پر یقین نہیں آتا جس کی وجہ سے آخرت کے بہت بڑے نفع کو حاصل کرنے کے لئے تھوڑی سی محنت کرنا بھی مشکل نظر آتا ہے اور آخرت کے بہت بڑے نقصان سے بچنے کی ہمیں پرواہ نہیں ہوتی۔

میرے دوستو اور بزرگو! اسی وجہ سے کئی صدیوں سے یقین پر بات چل رہی ہے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے بندوں کے دل میں آخرت

کا یقین پیدا فرمانے کی کوشش کی ہے۔ پانچ طریقے گذشتہ جمعوں پر آپ
سن چکے ہیں آج چھٹا طریقہ آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے۔ اس سے
پہلے ایک مثال سن لیں توجہ فرمائیں۔

مثال:

آپ کے اس علاقے چمن زار کالونی میں سو آدمی اس شکل و
صورت اور وضع قطع کے آئے کہ سب نے سفید لباس پہنا ہوا ہے سب نے
لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے ہیں سب کی شلواریں سنت کے مطابق ٹخنوں سے
اوپر ہیں۔ سب نے پگڑی باندھی ہوئی ہے۔ سب نے لمبی لمبی داڑھیاں
رکھی ہوئی ہیں اور سب کے سب ایسی نورانی شکل والے ہیں کہ جو دیکھتا ہے
فریفتہ ہو جاتا ہے، دیوانہ ہو جاتا ہے، نگاہ ان کے چہرے پر اس طرح جم
جاتی ہے کہ ہٹانے کو دل نہیں چاہتا۔

میرے بھائیو! اس وضع قطع اور شکل وصورت کے سو آدمی آپ
کے علاقے میں اس طرح آئے کہ وقفے وقفے سے آئے پہلے ایک آیا وہ چلا
گیا پھر دوسرا آیا پھر تیسرا آیا پھر چوتھا آیا۔ اس طرح کہ ایک نے دوسرے
کو نہیں دیکھا اور دوسرے نے تیسرے کو نہیں دیکھا ہر آنے والے نے ایک
ہی خبر دی ہے کہ آج اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس میں بم کا دھماکہ ہوا

ہے۔

بھائی سونے والے جاگ جاؤ واقعۂ دعا کہ نہیں ہوا ہے میں صرف مثال بیان کررہا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کل اخبارات دیکھ کر الزام لگا دو مولوی صاحب نے ممبر پر بیٹھ کر اتنی بڑی جھوٹی خبر سنا دی ہے۔ میں خبر نہیں دے رہا ہوں صرف مثال سنا رہا ہوں۔

چند دن قبل میں نے درس میں ایک حدیث سنائی کہ بخاری شریف میں روایت ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا حضور ﷺ نے آواز دی میں نے جواب نہ دیا فارغ ہونے کے بعد حاضر خدمت ہوا تو ارشاد فرمایا آپ نے جواب کیوں نہیں دیا میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نماز پڑھ رہا تھا ارشاد فرمایا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کا بلاوا آئے تو نماز توڑ کر جواب دیدیا کرو اس لئے کہ نماز نفل تھی اور آپ کے بلاوے کا جواب دینا فرض ہے۔

بہرحال اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مسجد سے نکلنے سے قبل تجھے قرآن کی سب سے بڑی سورت بتاؤں گا چنانچہ جب حضور ﷺ مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے یاد دلایا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مرتبے کے اعتبار سے قرآن کی سب سے بڑی سورت سورۃ فاتحہ

ہے۔ اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ کسی آسمانی کتاب میں قرآن شریف سمیت اس سے زیادہ مرتبے والی کوئی سورت نہیں ہے۔

بہر حال درس ختم ہوا تو ایک آدمی میرے پاس آیا کہنے لگا آپ نے کہا تھا کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے ایک بات بتاؤں گا وہ بات تو آپ نے نہیں بتائی میں نے کہا اللہ کے بندے میں نے کب کہا تھا مجھے اسکی بات سمجھ میں نہ آئی کہ یہ کیا کہنا چاہتا ہے پھر وہاں بیٹھے اور دوستوں کے پاس گیا اور یہی کہا کہ مفتی صاحب نے جو کہا تھا کہ میں مسجد سے نکلنے سے پہلے بات بتاؤں گا وہ بات نہیں بتائی ہے وہ بھی ہنس پڑے۔

اصل میں بات تو حضور ﷺ اور صحابی کی چل رہی تھی وہ میرے بارے میں سمجھتا رہا کہ میں مسجد سے نکلنے سے پہلے کوئی بات بتاؤں گا اور وجہ اس کی یہی تھی کہ وہ سو رہا تھا۔

پوری بات سنی ہی نہیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ سونے والے جاگ جاؤ میں خبر نہیں دے رہا ہوں بلکہ ایک مثال بیان کر رہا ہوں کہ ایسی وضع قطع کے سو آدمی جو وضع قطع میں نے بیان کی ہے وہ آ کر خبر دیں کہ اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس میں بم کا دھماکہ ہوا ہے سینکڑوں لوگ مر چکے ہیں

بیسیوں زخمی ہو چکے ہیں ۔ ایمبولینس گاڑیوں کی قطاریں میں نے خود ہسپتالوں کی طرف دوڑتی ہوئی دیکھیں ہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ خبر آپ نے صرف ان سے سنی ہے ابھی تک ریڈیو، ٹی وی پر یہ خبر نشر نہیں ہوئی اخبارات میں نہیں آئی انصاف سے بتاؤ آپ کو یقین آئے گا یا نہیں ۔ ضرور آئے گا ایسی وضع قطع کے دس آدمی بھی خبر دیں تو یقین آجاتا ہے۔ سو تو میرے منہ سے نکل گیا ہے۔

بہر حال سچ بتاؤ سو آدمی ایسی وضع قطع کی خبر دینے والے ہوں تو یقین آجاتا ہے یا نہیں کیسا یقین آئے گا۔

آپ کا نوجوان بیٹا گاڑی نکال کر موٹر سائیکل اٹھا کر اسلام آباد جانا چاہتا ہے کیا آپ اس کو جانے کی اجازت دیدیں گے ہرگز نہیں آپ کو جیسے بھی روکنا پڑا ہر حال میں روکنے کی کوشش کریں گے کہ بیٹا مت جاؤ اسلام آباد میں حالات خراب ہیں۔

میرے دوستو ذرا سوچو اور تنہائی میں جا کر سوچنا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغمبر نہیں ایک سو نہیں ایک ہزار نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور ایک روایت کے مطابق دو لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں مختلف علاقوں میں مختلف خطوں میں مختلف اوقات اور زمانوں میں آئے ۔ اس طرح آئے کہ

ایک نے دوسرے کو نہیں دیکھا دوسرے نے تیسرے کو نہیں دیکھا اس طرح مختلف علاقوں میں مختلف اوقات میں آئے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے کوئی مل کر منصوبہ بنایا ہوگا۔ سب کے سب سفید لباس والے سب کے سب لمبے کرتوں والے، سب کی شلواریں ٹخنوں سے اوپر قمیص سب کے سب پگڑیوں والے سب کے سب لمبی داڑھیوں والے۔ سب کے سب ایسی نورانی شکل والے ایسے حسن و جمال والے کہ ان جیسے حسن و جمال والا کوئی انسان اللہ نے پیدا ہی نہیں کیا۔ جو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا اور پکار اٹھتا۔

لیس ھذا وجہ الکذاب

یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا

پیغمبر تو پیغمبران کے خدام اور امتیوں کو دیکھ کر لوگ پکار اٹھے ہیں کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ ہندوؤں سے مناظرہ ہو رہا ہے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اسٹیج پر تشریف فرما ہیں دوران مناظرہ ہندو مناظر کہتا ہے کہ اگر صرف کسی کے چہرے کو دیکھ کر اسلام قبول کیا جاتا تو انور شاہ کا چہرہ اس قابل ہے کہ اس کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا جائے یعنی انور شاہ صاحب جیسے آدمی کا مسلمان ہونا ہی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ سبحان اللہ۔

میرے دوستو! جب خدام کا اور امتیوں کا یہ حال ہے تو خود

ہمارے آقا اور مولیٰ کا کیا حال ہوگا۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب ایسے حسن و جمال والے کہ ان جیسے حسن و جمال والا انسان اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا۔ سب کے سب ایسے نورانی شکل والے کہ جس کی نگاہ پیشانی پر پڑتی ہے جم جاتی ہے ہٹانیکو دل نہیں چاہتا۔ سب کے سب ایسی صداقت والے ایسی امانت اور دیانت والے کہ ان کے بدترین دشمن بھی ان کی صداقت اور امانت کی گواہی دیا کرتے تھے ایسے مرتبے والے ایسی شان والے انسان ایک لاکھ چوبیس ہزار دنیا کے مختلف علاقوں میں مختلف زمانوں میں آئے اور ہر آنے والے نے ایک ہی بات اپنی امت اور قوم کے سامنے بیان کی کہ انسانوں تم نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد اپنے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے وہاں تمہارا حساب و کتاب ہوگا اگر اسمیں کامیاب ہو گئے تو ہمیشہ ہمیشہ کے ایسے مزے اور ایسی لذتیں ایسی نعمتیں جن کا اس دنیا میں تصور نہیں کیا جاسکتا اور خدانخواستہ اگر وہاں ناکام ہو گئے تو پھر ایسی پریشانیاں اور ایسی مصیبتیں جن کا اس دنیا میں تصور نہیں کیا جاسکتا تو تمام انبیاء علیہم السلام کا بیان قیامت کے بارے میں بالکل ایک جیسا تھا ہر نبی نے اپنی امت کو قیامت کے آنے کی خبر دی۔

میرے دوستو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے پہلی ملاقات

ہو رہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لے کر جا رہے ہیں راستے میں طور پہاڑ پر آگ جلتی ہوئی دیکھی تو گھر والوں کو فرمایا تم یہیں ٹھہرو میں آگ بھی لے آتا ہوں اور راستے کا پتہ اور نشان بھی معلوم کر کے آ جاتا ہوں۔ اب موسیٰ علیہ السلام جب آگ کی طرف آ[illegible] تو ان کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ وہ آگ [illegible] پر [illegible] ہوئی [illegible] سے وہ درخت جل نہیں رہا بلکہ اس کی سرسبزی اور شادابی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جیسے جیسے آگ تیز ہو رہی ہے ویسے ویسے درخت کی سرسبزی اور شادابی بڑھ رہی ہے اس کی رونق میں اضافہ ہو رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام حیرت سے درخت کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ اچانک آواز آئی:

یا موسیٰ انّی اللہ العزیز الحکیم۔

اے موسیٰ میں تیرا خدا بول رہا ہوں اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں آواز آ رہی ہے مگر اس کی سمت معلوم نہیں ہو رہی چاروں طرف [illegible] ایک جیسی آ رہی ہے اور آواز بھی ایسی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام [illegible] نہیں سن رہے بلکہ کان بھی سن رہے ہیں آنکھیں بھی سن رہی ہیں ناک بھی سن رہی ہے ہونٹ بھی سن رہے ہیں رخسار اور پیشانی بھی سن رہی ہے، ہاتھ پاؤں اور ان کی تمام انگلیاں بھی سن رہی ہیں، غرض ایسی آواز ہے کہ

موسیٰ علیہ السلام کا پورا بدن اور بدن کا ہر ہر عضو اور ہر ہر جوڑ سن رہا ہے۔

جو خدا ساری کائنات کے کانوں والے گوشت میں سننے کی طاقت رکھ سکتا ہے وہ بطور معجزہ کے موسیٰ علیہ السلام کے بدن کے تمام اعضاء میں سننے کی طاقت کیوں نہیں رکھ سکتا تو موسیٰ علیہ السلام کے بدن کا ہر ہر جوڑ سن رہا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! سوچیں موسیٰ علیہ السلام کو کیسی یقینی کیفیت نصیب ہوئی ہوگی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرے اللہ آپ خود بول رہے ہیں یا آپ کا بھیجا ہوا کوئی فرشتہ بول رہا ہے ارشاد فرمایا موسیٰ میں خود براہ راست بول رہا ہوں میں براہ راست تجھ سے ہم کلام ہو رہا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرے اللہ آواز تو آ رہی ہے مگر اس کی سمت معلوم نہیں ہو رہی آپ کہاں ہیں ارشاد فرمایا موسیٰ میں تیرے اوپر بھی ہوں نیچے بھی ہوں آگے بھی ہوں پیچھے بھی ہوں دائیں بھی ہوں، بائیں بھی ہوں چاروں طرف میں ہی میں ہوں۔

میرے دوستو اور بزرگو! اس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یقین پیدا کر کے جو ہدایات دی ہیں ان میں پہلی ہدایت تو اپنی وحدانیت کی دی

انی انا اللہ لا الہ الا انا

موسیٰ میں اللہ ہوں اس پوری کائنات کا میں اکیلا معبود ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ دوسری ہدایت دی

واقم الصلاۃ لذکری

اور اے موسیٰ میری یاد کے لئے نماز قائم کرنا۔ تیسری ہدایت قیامت کے بارے میں دی۔ پہلی ملاقات ہے اور پہلی مرتبہ ہی پیغمبری مل رہی ہے اور اوپر والی یقینی کیفیت پیدا کر کے تیسری ہدایت اللہ تعالیٰ یہ عطاء فرما رہے ہیں

ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا لتجزیٰ کل نفس بما تسعیٰ

موسیٰ پکی بات ہے بے شک قیامت آ کر کے رہے گی اور میں اس کے آنے کے وقت کو چھپا کر کے رکھوں گا اور آئے گی اس لئے تاکہ ہر انسان کو اپنی محنت کا بدلہ دیا جا سکے۔ نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا بدلہ دیا جا سکے اور برائی کرنے والے کو اس کی برائی کی سزا مل سکے اس دنیا کا اتنا ظرف نہیں کہ نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا پورا بدلہ دیا جا سکے اور گناہ کرنے والے کو اس کے جرم کی پوری سزا دی جا سکے۔ امریکی صدر بش نے ہزاروں بیگناہوں کو قتل کر دیا خاندانوں کے خاندان تباہ ہو گئے

انصاف سے بتائیں کہ اگر بش پکڑا جائے اس پر مقدمہ چلے اور اس کو سزائے موت ہو جائے اس کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے تو کیا اس کے جرائم کی سزا پوری ہو جائے گی ہرگز نہیں ایسے جرائم کی سزا تو وہاں پوری ہوگی جہاں کافر کی ایک ایک دا[illegible] برابر [illegible] جائے گی پھر وہ منہ کتنا بڑا ہوگا جس میں ایسی [illegible] بتیس [illegible] ہوں گی وہ دھڑ کتنا بڑا ہوگا جس پر اتنا بڑا سر اور منہ لگا ہوا [illegible] عالم ﷺ نے فرمایا کہ جہنم میں کافر کی کان کی لو سے لے کر کاندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے برابر ہوگا اور اس کی کھال کی موٹائی ستر ہاتھ ہوگی تو کافر کا بدن اتنا بڑا کر دیا جائے گا اور جہنم کی اس آگ میں جو اس دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہوگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈال دیا جائے گا۔

لا یموت فیھا ولا یحیٰ

نہ مرے گا نہ جیئے گا تمنا کرے گا

یا لیتنی کنت ترابا

کاش میں مٹی ہو جاتا

کھال جل جائے گی تو نئی کھال آ جائے گی۔ اس طرح جلتا رہے گا بختی اونٹوں کی طرح بڑے بڑے سانپ اور خچروں کی طرح بڑے بڑے

بچھوڑ نے کے لئے مسلط کر دیئے جائیں گے اللہ کی پناہ !! عذاب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہر مسلمان کو اللہ پاک محفوظ رکھے۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا اس دنیا کا اتنا ظرف نہیں کہ ہر مجرم کو اس کے جرائم کی پوری سزا دی جا سکے اور ہر نیکی کرنے والے کو اس کی نیکی کا پورا بدلہ دیا جا سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ موسیٰ قیامت آ کر رہے گی تا کہ ہر انسان کو اس کی کوشش اور محنت کی جزاء دی جا سکے۔ باقی آئندہ۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

ساتویں تقریر

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۶

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَ حَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

قد علمنا ما تنقص الارض منهم و عندنا كتاب حفيظ بل كذبوا بالحق لمّا جاءهم فهم في أمر مريج الم ينظروا الى السماء فوقهم كيف بنيناها وزيّناها و مالها من فروج والارض مددناها و ألقينا فيها رواسي و انبتنا فيها من كل زوج بهيج تبصرةً و ذكرىٰ لكل عبد منيب.

صدق الله العظيم۔ (سورة:ق/ پ:۲٦)

ہم کومعلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے زمین ان میں سےاور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے کوئی نہیں پر جھٹلاتے ہیں سچے دین کو جب ان تک پہنچا سو وہ پڑ رہے ہیں الجھی ہوئی بات میں کیا نہیں دیکھتے آسمان کو اپنے اوپر کیسا ہم نے اس کو بنایا اور رونق دی اور اس میں نہیں کوئی سوراخ اور زمین کو پھیلایا اور ڈالے اس میں بوجھ اور اگائی اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز، سمجھانے کو اور یاد دلانے کو اس

بندہ کے لئے جو رجوع کرے۔

اللهمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا
محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری
[illegible]ـر لی أمری، واحلل عقدة من [illegible]انی یفقهو[illegible]
[illegible]ـونی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً
سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا [illegible]ک انت
العلیم الحکیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! آخرت کے یقین پر بات چل رہی ہے۔ اب تک آپ کی خدمت میں قرآن کریم کے چھ طریقے یقین پیدا کرنے والے بیان ہو چکے ہیں اب ساتواں طریقہ آپ کی خدمت میں عرض کرنا ہے۔ ساتویں طریقے کا خلاصہ یہ ہے کہ متکلم جب [illegible] سامنے دلائل کا انبار لگا دے اور اس کے [illegible]راضات کا ازالہ کر دے اور اس کے تمام اشکالات کا جواب دے دے تو مخاطب اگر عقلمند ہو اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہو تو یقیناً اس کو متکلم کے دعویٰ پر یقین آ ہی جاتا ہے اور سر تسلیم خم کئے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

یہ الگ بات ہے کہ ضد اور عناد کی وجہ سے وہ ہٹ دھرمی دکھائے اور تسلیم نہ کرے مگر اندر سے اس کا ضمیر خود بول اٹھے گا کہ میرا متکلم سو فیصد سچ کہہ رہا ہے میرے دوستو اور بزرگو! آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انداز بھی اختیار فرمایا ہے اور قیامت قائم ہونے والا دعویٰ اور مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے والے دعویٰ پر دلائل کے انبار لگا دیئے عقلی نقلی دونوں قسم کے دلائل بھی دیئے اور منکرین کے جتنے شبہات تھے اشکالات تھے ان کا ازالہ فرمایا اور مسکت جواب دیئے۔

قرآن کریم کے درس میں بیٹھنے والے حضرات وقتاً فوقتاً وہ دلائل بھی سنتے رہتے ہیں اور شبہات کے ازالے کی تقریر بھی سنتے رہتے ہیں میں صرف نمونے کے طور پر آپ کے سامنے صرف منکرین کے ایک مشہور شبہے کا ازالہ بیان کر دیتا ہوں۔ سمجھنے والے کے لئے انشاء اللہ اتنا بھی کافی وافی ہو جائے گا۔ اور جو سمجھنا نہیں چاہتے ان کے لئے پورا قرآن بھی ناکافی ہی رہے گا پنجابی کا ایک شاعر بڑی عجیب بات کہہ گیا ہے۔

عاقل نوں کافی ہے اشارہ لوڑ نہیں دفتر دی

بے سمجھا نوں اثر نہیں کردی پند نبی ﷺ سرور دی

بہرحال ایک شبے کا ازالہ مختصراً بیان کیا جائے گا توجہ فرمائیں اور

سونے والوں کو جگادیں۔ میرے دوستو اور بزرگو! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے آخری انسان تک اربہا کھربہا انسان دنیا میں آئے اور اپنا اپنا وقت گذار کر دنیا سے چلے گئے ان کو دنیا سے گئے ہوئے ہزار ہا سال گذر گئے ان کے بدن گل سڑ گئے ان کی بوسیدہ ہڈیاں چورا چورا ہو گئیں بدن کے کچھ اجزاء مٹی کھا گئی ذرات اور اجزاء ہواؤں نے کہاں سے کہاں پہنچا دیئے سوچیں ان ہزاروں سالوں میں کتنی بارشیں ہوئیں کتنے طوفات آئے آندھیاں چلیں کتنے سیلاب آئے کتنے موسم تبدیل ہوئے تو انسانی بدن کے ذرات قیامت کے قائم ہونے تک پتہ نہیں کہاں سے کہاں پہنچ جائیں گے۔

اب ان اربہا کھربہا انسانوں کے پوری دنیا میں بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کرنا پھر ہر ہر انسان کے اجزاء کو ممتاز کر کے جوڑنا ہر ہر جزء کو اپنی اپنی جگہ فٹ کرنا یہ اتنا مشکل کام کون کر سکتا ہے یہ عقل میں آنے والی بات نہیں سورۃ یاسین میں اللہ تعالیٰ نے ایک قول نقل فرمایا ہے کہ ایک کافر کسی پرانے قبرستان سے مردے کی بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور کفار کی بھری مجلس میں اپنی انگلیوں سے اس کو چورا چورا ریزہ ریزہ کرنے لگا اور زبان سے کہنے لگا

من يحيى العظام وهي رميم

ان بوسیدہ ہڈیوں کوکون دوبارہ زندہ کرے گا

یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے محمد ﷺ کیسی عجیب بات کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے خاک ہو جائیں گے مٹی میں مل جائیں گے تو ہمیں دوبارہ پھر زندہ کیا جائے گا کہا کرتے تھے

ااذا متنا و کنا تراباً ذالک رجع بعید

کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں لوٹایا جائے گا یہ دوبارہ لوٹنا عقل سے دور ہے یعنی یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے۔ کفار کا یہ شبہ قرآن کریم میں مختلف مقامات میں ذکر فرما کر مختلف انداز سے جواب دیا گیا ہے ہر جواب ایسا شافی وافی ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور جواب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ان میں سے صرف دو جواب میں آپ کی خدمت بیان کر دیتا ہوں۔

پہلا جواب:

سورۃ یاسین شریف میں کافر کا یہ قول:

"من يحيى العظام وهي رميم"

نقل فرمایا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کوکون دوبارہ زندہ کرے گا۔

اس کے فوراً بعد دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا جواب دیا ہے:

قل يحييها الذى انشأها اوّل مرة

میرے محبوب آپ اس کے جواب میں فرمادیں ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہ ہی ذات زندہ کرے گی جس نے پہلی مرتبہ ان کو بغیر مادے اور میٹریل کے پیدا کیا تھا اس مختصر سے جملے میں اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب جواب دیا ہے جو اتنا عام فہم ہے کہ ہر آدمی اس کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم غور نہیں کرتے سوچتے نہیں۔

یہ ساری کائنات اور اس کائنات میں بسنے والے تمام انسان اور انسانوں کے علاوہ باقی مخلوق ان سب پر ایک وقت ایسا آیا ہے ان کا وجود نہیں تھا نام ونشان نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے اس ساری کائنات کو اور اس کائنات میں بسنے والی تمام مخلوقات کو بغیر مادے اور میٹریل کے نیست سے ہست کر دیا وجود عطاء فرمادیا اب فناء ہونے ہلاک ہونے کے بعد اور ہزاروں سال گذر جانے کے بعد بوسیدہ ہو جانے کے بعد انسانوں کا مادہ تو موجود ہوگا صرف بکھر جائے گا منتشر ہو جائے گا تو جو ذات بغیر کسی مادے کے ان کو نیست سے ہست کر سکتی ہے ان کو پردہ عدم سے نکال کر وجود دے سکتی ہے اس ذات کے لئے ان کے بکھرے

ہوئے مادے کو جوڑنا جمع کرنا کیا مشکل ہے۔

بغیر مادے کے پہلی مرتبہ بنانا مشکل ہوتا ہے یا ایک مرتبہ بن جانے کے بعد اس کے بکھرے ہوئے اجزاء کو دوبارہ جوڑ کر دوبارہ بنانا مشکل ہوتا ہے۔ جس سائنسدان نے ہوائی جہاز بنالیا اور اس وقت بنایا جب ہوائی جہاز کا دنیا میں وجود ہی نہیں تھا تصور ہی نہیں تھا۔ اس سائنسدان کے لئے ہوائی جہاز کے بکھرے ہوئے اجزاء کو دوبارہ جوڑنا کیا مشکل ہے۔

سورۃ یاسین ہی میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر کے بارے میں ارشاد فرمایا:

و ضرب لنا مثلاً و نسی خلقه

ہمارے لئے تو مثالیں بیان کر رہا ہے کون ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ بے وقوف انسان اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس کو کیا سے کیا بنا دیا۔ سورۃ دھر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هل اتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكوراً

انسان پر ضرور ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ وہ ذکر کے قابل نہ تھا اس کا نام ونشان بھی نہ تھا نہ اس کے نام کو کوئی جانتا تھا نہ اس کے والدین کو کوئی جانتا تھا نہ اس کے خاندان اور برادری سے کوئی واقف تھا کسی بھی اعتبار سے اس کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيراً ۔

ہم نے اس کو ناپاک نطفے، بے جان قطرے سے پیدا کر کے دیکھنے والا سننے والا بولنے والا چلنے والا سوچنے سمجھنے والا انسان بنا کر اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا کہ آج پوری دنیا میں اس کا ڈنکا بج رہا ہے۔ سوچیں دنیا کی جتنی مشہور ہستیاں آئیں ان سب پر کیا ایک وقت ایسا نہیں آیا کہ ان کا نام ونشان بھی کوئی نہیں جانتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کر کے شہرت کی بلندیوں پر ایسا پہنچایا کہ دنیا کے کونے کونے میں ان کا نام بلند ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ایمان سے بتا ؤ زیادہ نہیں صرف سو سال پہلے کوئی جانتا تھا ان کے خاندان کو کوئی جانتا تھا آج پوری دنیا میں ان کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے نہیں تو اور کیا ہیں۔ اور بعض کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شہرت دی اور ایسی بلندی پر پہنچایا

کہ زمین تو زمین رہی آسمانوں پر بھی ان کے نام نامی کو بلند کروایا سرکار دو عالم ﷺ کا ڈنکا صرف زمین پر ہی نہیں بلکہ آسمانوں پر بھی بجوایا۔

بہرحال میں صرف اشارہ کرنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پردہ عدم سے نکال کر کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ بات یہ بیان ہو رہی ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے تمام انسانوں کو پہلی مرتبہ بغیر مادے اور میٹریل کے پیدا کر دیا اس اللہ تعالیٰ کے لئے انسانوں کے بکھرے ہوئے اجزاء کو جوڑ کر دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔

سورۃ قیامہ کے آخر میں ارشاد فرمایا:

ایحسب الانسان ان یترک سدیً

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

کوئی پوچھ نہ ہوگی سوال نہ ہوگا حساب و کتاب نہیں ہوگا۔

الم یک نطفة من منیٍّ یمنیٰ

کیا وہ منی کا ناپاک قطرہ نہیں تھا

ثم کان علقة فخلق فسوّی

پھر منی سے لوتھڑا بنا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کر کے ٹھیک ٹھیک بنا دیا۔

یہ ساری تفصیل بیان کر کے ارشاد فرمایا:

الیس ذالک بقادر علی أن یحیی الموتیٰ

جس اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ ناپاک نطفے سے انسان کو پیدا کیا کیا وہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں۔

اسی سورۃ قیامہ کی ابتداء میں فرمایا:

ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه۔

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو جمع نہیں کر سکیں گے جوڑ نہیں سکیں گے۔

فرمایا:

بلی قادرین علی ان نسوّی بنانه

فرمایا کیوں نہیں ہم تو دنیا میں آنے والے ہر انسان کے انگلیوں کے پوروں کو بھی جمع کرنے جوڑنے اور درست کرنے پر قادر ہیں۔

میرے دوستو! سوچو دنیا میں ار بہا کھر بہا انسان آئے ان سب کی انگلیوں کے پوروں کو بھی دوبارہ اللہ تعالیٰ اسی طرح بنا ئیں گے یے دنیا میں ایک انسان کے پورے دوسرے سے نہیں ملتے۔ قیامت والے

دن بھی دوبارہ ان کو ایسا بنائیں گے کہ ہر ایک کے پورے دوسرے سے مخلف اور جدا ہوں گے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ جس اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پہلی مرتبہ بغیر مادے اور بغیر میٹریل کے پیدا کر دیا وہ بکھرے ہوئے اجزاء کو جوڑ کر دوبارہ بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔

دوسرا جواب:

اربہا کھربہا انسانوں کے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع فرما کر جوڑنا اور ہر ہر جزء اپنے مقام پر فٹ کرنا پھر اس میں جان ڈال کر زندہ کرنا اس کام کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک علم کی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ اربہا کھربہا انسانوں میں سے ہر ہر انسان کے اجزاء کہاں سے کہاں پہنچے ہوئے ہیں کس انسان کا کونسا جزء مٹی کھا گئی ہے دوسرا اس کے لئے ضرورت ہے قدرت کی کہ اللہ تعالیٰ میں ایسی طاقت اور قدرت ہو کہ اشارہ کرے تو آناً فاناً سارے اجزاء اپنی اپنی جگہ آ کر کے فٹ ہو جائیں جڑ جائیں اور پھر ان میں جان ڈال کر ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہو تو دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک علم کی دوسرا قدرت کی اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے اپنے علم اور قدرت والی صفات کو بیان فرمایا ہے۔

خطبے میں جو آیات پڑھیں گئیں تھیں ان آیات میں بھی انہی دونوں صفات کو ذکر کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اذا متنا و کنا تراباً ذالک رجع بعید

اس آیت میں کافروں کا شبہ مذکور ہے جس کی تقریر گذر چکی ہے اس کے بعد اس کے جواب میں فرمایا:

قد علمنا ما تنقص الارض منهم و عندنا کتاب حفیظ

اس میں علم والی صفت کا بیان ہے کہ انسان کے بدن کا جو حصہ اور جز زمین کی مٹی کھا جاتی ہے وہ سب ہمارے علم میں ہوتے ہیں فرمایا:

و عندنا کتاب حفیظ

صرف علم میں نہیں بلکہ ہزارہا سال پہلے ہم نے ان کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

افلم ینظروا الی السماء کیف بنیناها و زیناها و مالها من فروج والارض مددناها والقینا فیها رواسی و انبتنا فیها من کل زوج بهیج تبصرة و

ذکریٰ لکل عبد منیب و نزلنا من السماء ماءً
مبارکاً فانبتنا فیھا جنات و حب الحصید والنخل
باسقات لھا طلع نضید رزقا للعباد و احیینا له
بلدہ میتا کذالک الخروج۔

ان ساری آیات میں قدرت خداوندی کے مختلف نمونے بیان فرمائے ۔آخر میں آسمان سے پانی کا برسنا اور پھر اس کے ذریعے مردہ زمین کا زندہ ہونا بیان فرما کر ارشاد فرمایا:

وکذالک الخروج

اسی طرح مردوں کا قبروں سے زندہ ہو کر نکلنا ہوگا قرآن کریم میں مختلف مقامات پر مختلف انداز سے اللہ تعالیٰ نے یہی بات سمجھانے کے لئے اپنی علم والی اور قدرت والی صفات کو بیان فرمایا۔

بہر حال اس شبہے کا دوسرا جواب یہ ہوا کہ بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کرنے اور جوڑنے کے بعد ان میں جان ڈالنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک علم کی دوسرا قدرت کی اور یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے علم جیسا کسی کا علم نہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت جیسی کسی کی قدرت نہیں تو اس کے لئے انسانوں کو دوبارہ

پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

حدیث شریف میں سرکار دو عالم ﷺ نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا کہ گذشتہ قوموں میں ایک آدمی تھا جب اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو میری میت کو جلا دینا اور جلنے کے بعد میری آدھی راکھ ہواؤں میں اڑا دینا اور آدھی راکھ سمندر کی موجوں کے حوالے کر دینا اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے باپ کی وصیت کو پورا کیا اس کو جلا دیا اور اس کی راکھ ہوا اور سمندر کی موجوں کے حوالے کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو حکم دیا موجوں کو حکم دیا اس کے بکھرے ہوئے ذرات کو جمع فرما کر اس میں جان ڈالی اور پوچھا میرے بندے تو نے ایسی عجیب و غریب وصیت کیوں کی تھی اس نے ہاتھ جوڑ لئے میرے مولا تیرے خوف اور ڈر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آیا فرمایا چل میرے بندے اسی خوف کی بدولت ہم نے تجھے معاف فرما دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل والا معاملہ ہے جو کسی کسی کے ساتھ ہوگا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی اپنے فضل والا معاملہ فرمائے۔ آمین۔ باقی انشاء اللہ آئندہ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

آٹھویں تقریر

قیامت کا آنا یقینی ہے قسط:۷

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ
بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا
وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ
وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا
مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا
وَحَبِيْبَنَا وَ حَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

او کالذی مرّ علی قریة و هی خاویة علی عروشها قال انّی یحیی هذه الله بعد موتها فاماته الله ماة عام ثم بعثه قال کم لبثت قال لبثت یوماً أو بعض یوم قال بل لبثت مأة عام فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنّه وانظر الی حمارک ولنجعلک آیةً للنّاس وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحما فلمّا تبین له قال اعلم ان الله علی کل شیٌ قدیر واذ قال ابراهیم رب أرنی کیف تحیی الموتیٰ قال او لم تؤمن قال بلیٰ و لکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعةً من الطیر فصرهن الیک ثم اجعل علی کل جبلٍ منهن جزء اثم ادعهن یاتینک سعیاً واعلم انّ الله عزیز حکیمٌ. صدق الله العظیم.

(سورة:بقرة/ پ:۳)

یا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ گزرا وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا
تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ۔ مر گئے
پیچھے پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو
کہا تو کتنی دیر یہاں رہا۔ بولا میں رہا ایک دن یا ایک دن
سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا
سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا
چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو
کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں
گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا کہ مجھ کو
معلوم ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یاد کر جب کہا
ابراہیم نے اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کہ کیونکر
زندہ کرے گا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا
کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے
میرے دل کو۔ فرمایا تو پکڑ لے چار جانور اڑنے والے پھر
ان کو ہلا لے اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن
کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا چلے آویں گے تیرے پاس

دوڑتے۔ اور جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدلی علماً ربّ زدلی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العلیم الحکیم

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! آخرت کے یقین پر بات چل رہی ہے اور یقین پیدا کرنے کے سات طریقے آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں اب آٹھواں اور آخری طریقہ بیان ہوگا آخری طریقے کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی چیز کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو اس سے سو فیصد یقین آجاتا ہے۔ پیچھے عین الیقین کا ایک درجہ بیان ہو چکا ہے مرنے کے بعد زندہ ہونا چونکہ ایک عجیب وغریب معاملہ ہے اور اس کا تعلق عالم برزخ اور آخرت کے ساتھ ہے اس پر ایمان بالغیب لانا پڑتا ہے اس لئے انسان کو

زود سار ہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں یقین پیدا کرنے کے لئے اسی دنیا میں اپنی آنکھوں سے انسان کو دکھا دیا کہ میں مردوں کو کیسے زندہ کروں گا انسان کو ان دنیوی آنکھوں سے مشاہدہ کرا دیا تا کہ انسان کو مرنے کے بعد والی زندگی کا عین الیقین حاصل ہو جائے اور اس کے کئی واقعات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں۔

خطبے میں تلاوت کردہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو واقعات بیان فرمائے ہیں۔ پہلے ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ ذکر فرمایا جس میں ابراہیم علیہ السلام نے

ربّی الذی یحیی و یمیت

فرما کر اپنے رب کا تعارف کروایا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اس کے قبضے میں ساری کائنات کے جانداروں کی موت وحیات ہے بلکہ سورۃ ملک میں فرمایا:

الذی خلق الموت والحیاۃ

جس نے موت وحیات کو پیدا فرمایا ہے نمرود نے جواب میں کہا

انا احیی و امیت

کہ زندہ کرنے اور مارنے والا کام تو میں بھی کر سکتا ہوں اور جیل

سے دو قیدی منگوائے جس کو پھانسی کی سزا ہو چکی تھی اس کو رہا کر دیا اور جس کو رہائی ملی تھی اس کو پھانسی پر لٹکا دیا یہ مناظرہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو واقعات بیان فرمائے اور اشارہ فرما دیا کہ نمرود نے زندہ کرنے اور مارنے کا مطلب ہی نہیں سمجھا یا سمجھتا تو تھا لیکن عوام الناس کو بیوقوف بنا رہا تھا۔

پہلا واقعہ:

۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا کہ وہ بیت المقدس کی بستی کے پاس سے گذرے تو وہ ویران ہو چکی تھی ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ ویران بستی دوبارہ کیسے آباد ہو گی۔

قال انّی یحیی ھذہ اللہ بعد موتہا فاماتہ اللہ مأۃ عام ثم بعثہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر موت طاری کر دی روح قبض کر لی سو سال گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ فرمایا اور زندہ فرمانے کے بعد ان سے سوال کیا۔

کم لبثت

میرے پیغمبر آپ یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے رہے

قال لبثت یوماً او بعض یوم

عرض کیا اے اللہ میں یہاں ایک دن یا آدھا دن ٹھہرا ہوں گا

فرمایا

بل لبثت مأة عام

فرمایا نہیں بلکہ آپ پورے ایک سو سال یہاں ٹھہرے رہے

فانظر الی طعامک و شرابک لم یتسنه

اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھو ہم نے پورے سو سال اس کی کیسی حفاظت کی کہ اس میں ذرا برابر تبدیلی نہیں آئی۔

سبحان اللہ میرے دوستو اور بزرگو! کولڈ سٹوروں کا اور فریزر کا دور تو تھا نہیں سو سال میں موسم بدلے سردی گرمی آتی رہی بہار خزاں بھی آئی آندھی اور طوفان بھی آتے رہے بارشیں بھی برستی رہیں مگر اللہ تعالیٰ نے بغیر ظاہری اسباب کے حضرت عزیر علیہ السلام کے کھانے اور پینے کی چیز کی کیسی حفاظت فرمائی کہ پورے ایک سو سال گذرنے کے باوجود ان میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا بالکل تر و تازہ تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا تیسرا نمونہ دکھایا۔ پہلا نمونہ خود حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کرنا دوسرا نمونہ بغیر ظاہری اسباب کے کھانے وغیرہ کی

حفاظت کرنا اس کے بعد تیسرا نمونہ دکھایا فرمایا۔

والنظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً

حضرت عزیر علیہ السلام جس گدھے پر سوار ہو کر آئے تھے اس گدھے پر بھی موت طاری کر دی کئی سو سال گذرنے پر اس کا گوشت پوست سب گل سڑ گیا صرف ہڈیاں بوسیدہ ہو کر چورہ چورہ ہو گئیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو ارشاد فرمایا آپ اس گدھے کی ہڈیوں کو غور سے دیکھیں ہم دوبارہ ان کو کیسے جمع کرتے ہیں اور جوڑتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام کے دیکھتے دیکھتے ہڈیاں اڑ کر اپنی اپنی جگہ فٹ ہونا شروع ہو گئیں۔ ان کے اوپر گوشت چڑھنا شروع ہو گیا پھر کھال لگنی شروع ہو گئی یہاں تک کہ پورا گدھا تیار ہو گیا پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے جان ڈالی تو وہ دیکھنے سننے والا چلنے پھرنے والا کھانے پینے والا جیتا جاگتا گدھا تیار ہو گیا اور یہ سارا منظر حضرت عزیر علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے یہ عجیب نظارا دیکھنے کے بعد پکار اٹھے۔

فلما تبیّن لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔

دوسرا واقعہ:

واذ قال ابراھیم رب أرنی کیف تحیی الموتیٰ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی میرے مولیٰ مجھے مردوں کو زندہ کرنے کا نظارا دکھادے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قال أولم تؤمن

کیا آپ کو میری قدرت پر یقین نہیں۔ عرض کیا

قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی

عرض کیا کیوں نہیں ایمان اور یقین تو ہے مگر دیکھنے کا مزہ کچھ اور ہی ہوتا ہے میں عین الیقین والا درجہ حاصل کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قال فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یاتینک سعیاً

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ چار پرندے پالو ان کو اپنے ساتھ عادی کرلو مانوس کرلو کہ آپ کی آواز پر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے پہنچ جایا کریں۔ جب عادی ہو جائیں تو ان چاروں کو ذبح کر ڈالو پھر ان کا قیمہ بنا کر اس کو بالکل خلط ملط کر ڈالو اس کے بعد وہ قیمہ سات پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھوڑا تھوڑا رکھ دو اس کے بعد ہر ایک پرندہ کا نام لے کر اپنی

طرف بلاؤ اور میری قدرت کا نظارہ دیکھو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا ہر پرندے کی سری اپنے پاس رکھ لی ایک پرندے کا نام لے کر جب پکارا تو ساتوں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اس کے گوشت کے اجزاء اڑے اور اڑ کر فضاء میں آپس میں جمع ہوئے اور ایک دھڑ تیار ہو گیا اور وہ دھڑ بغیر سر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑنے لگا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام نے دوسری سری اس کے قریب کی تو وہ دھڑ پیچھے ہٹ گیا پھر جب اس کی اپنی سری اس کے قریب کی تو وہ سری اس دھڑ میں فٹ ہو گئی وہ پورا پرندہ تیار ہو گیا اسی طرح ساتوں پرندوں کے ساتھ باری باری یہ نظارا کرایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

واعلم ان الله عزيزٌ حكيم

میرے دوستو اور بزرگو! ایسے کئی واقعات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ دو واقعات تو بیان ہو چکے ہیں باقیوں کی طرف اختصار کے ساتھ میں صرف اشارہ کر دیتا ہوں۔

تیسرا واقعہ:

واذا قلتم یا موسیٰ لن نؤمن لک حتی نری الله

جهرةً فأخذتکم الصاعقة وانتم تنظرون ثم بعثنا

کم من بعد موتکم لعلکم تشکرون۔

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ توراۃ لینے کے لئے ستر آدمی کوہ طور پر گئے وہاں آواز سنا دی گئی تو کہنے لگے ہم تو اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں یہ بیہودہ مطالبہ تھا فوراً بجلی کی کڑک سے سب مردہ ہو گئے پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ فرمایا۔

چوتھا واقعہ:

واذا قتلتم نفساً فادّارء تم فیها والله مخرجٌ مّا

کنتم تکتمون فقلنا اضربوه ببعضها کذالک

یحیی الله الموتیٰ ویریکم آیاته لعلکم تعقلون۔

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ گائے ذبح کرو اور اس کا ایک ٹکڑا مقتول کے بدن کے ساتھ مس کرو تو وہ زندہ ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ زندہ ہوا اور قاتل کا نام بتایا یہ واقعہ بیان فرما کر اللہ جل شانہ نے فرمایا۔

كذالك يحيي الله الموتىٰ

قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ فرمائیں گے۔

پانچواں واقعہ:

الم تر الى الذين خرجوا من ديارهم وهم ألوف حذر الموت فقال لهم الله موتو ثم احياهم ان الله لذو فضل على الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون.

بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک بستی میں طاعون کی بیماری پھیل گئی لوگ مرنے لگے ایک ایک دن میں کئی کئی جنازے اٹھنے لگے یہ منظر دیکھ کر لوگ پریشان ہو گئے دس ہزار کے قریب لوگ اکٹھے اس بستی سے بھاگ گئے اللہ کی شان وہاں سے دو پہاڑوں کے درمیان ایک کھلے میدان میں پہنچے فرشتے نے چیخ لگائی تو سب کے سب آناً فاناً موت کی گھاٹ اتر گئے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا کافی عرصے کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام وہاں سے گذرے تو ان کی دعاء سے اللہ تعالیٰ نے ان ہزاروں انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دیا اور یہ سارا منظر

حضرت حزقیل علیہ السلام اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

چھٹا واقعہ:

ان واقعات سے ملتا جلتا واقعہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا واقعہ بھی بیان فرمایا تین سونو سال بغیر کھائے پیئے سوئے رہے اور تین سونو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے ان کو بیدار فرمایا یہ سارا واقعہ بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وکذالک اعثرنا علیهم لیعلموا أن وعد الله حق

و أن الساعة لا ریب فیها۔

یہ سارا واقعہ ہم نے اس لئے ظاہر کیا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے قائم ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ تین سونو سال کے بعد اصحاب کہف کو دوبارہ بیدار کر سکتا ہے وہ قیامت والے دن مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ یقین نصیب فرمائے اور اس کی تیاری کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد . الله رب العالمین

نوٹ:

علماء کرام مندرجہ بالا واقعات کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ ایک جتنے پر صرف ایک واقعہ مالہ و ماعلیہا کے ساتھ بیان کر کے اس سے ثابت ہونے والے نتائج قدرت خداوندی اور آخرت کا یقین دونوں عوام الناس کے سامنے بیان کر سکتے ہیں۔ ان آیات کی تفسیر کتب تفسیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

نویں تقریر

جنت کس کو ملے گی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا بِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
قل أذالک خیر ام جنة الخلد التی وعدا المتقون کانت
لهم جزاءً و مصیراً لهم فی ما یشاؤن خالدین کان علی
ربک وعدا مسؤلاً۔ صدق الله العظیم۔

(سورة فرقان/ پ:۱۸)

تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے یا باغ ہمیشہ رہنے کا جس کا وعدہ ہو
چکا پرہیزگاروں سے وہ ہوگا ان کا بدلہ اور پھر جانے کی جگہ۔
ان کے واسطے وہاں ہے جو وہ چاہیں۔ رہا کریں ہمیشہ ہو چکا
تیرے رب کے ذمہ وعدہ مانگا ملتا۔

اللهمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا
محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری
ویسّرلی أمری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا
قولی، ربّ زدلی علماً ربّ زدلی عملاً
سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا الک انت
العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! دو تین باتیں ترتیب

کے ساتھ اس آیت کے بارے میں سمجھ لو۔

پہلی بات:

میرے دوستو! پورے قرآن میں جہاں بھی جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے تو وہاں ساتھ یہ مضمون بھی بیان ہوا کہ جنت اور اس کی نعمتوں کے حقدار کون ہیں اور یہ نعمتیں کن خوش نصیبوں کو ملیں گی پورے قرآن کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعمتیں ان کو ملیں گی جن میں دو شرطیں پائی جائیں گی۔

پہلی شرط یہ ہے کہ صحیح ایمان ان کو نصیب ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ بجا لانے والے ہوں ایمان کے تقاضے پورے کرنے والے ہوں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لهم جنّات الفردوس نزلاً۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات۔

اور کہیں اعمال صالحہ والی شرط کو تقویٰ کے الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا مثلاً اس مذکورہ آیت میں فرمایا:

اذالک خیرٌ ام جنة الخلد التی وعد المتقون۔

سورۂ محمد میں فرمایا:

مثل الجنة التی وعد المتقون فیھا انھار من ماءٍ غیر آسن۔

سورۂ نون والقلم میں فرمایا:

ان للمتقین عند ربھم جنات النعیم

اسی طرح سورۂ شعراء میں فرمایا:

وازلفت الجنة للمتقین وبرّزت الجحیم للغاوین۔

سورۂ ق میں فرمایا:

وازلفت الجنة للمتقین غیر بعید۔

غرض پورے قرآن میں ایمان کے ساتھ یا تو اعمال صالحہ کی قید لگائی گئی ہے یا تقویٰ کی قید لگائی گئی ہے صرف ایمان پر اکیلے ایمان پر کہیں بھی جنت کا وعدہ نہیں فرمایا گیا بلکہ اس کے لئے وہی قانون ہوگا جو کئی دفعہ بیان ہو چکا کہ یا عدل والا معاملہ ہوگا یا فضل والا معاملہ ہوگا۔ اب ان دونوں شرطوں کی وضاحت بھی سمجھ لیں۔

پہلی شرط ہے ایمان:

ایمان کے بارے میں دو چیزیں سمجھ لیں پہلی چیز یہ ہے کہ ایمان کا صرف دعویٰ کافی نہیں ہے بلکہ واقعۃً ایسا ایمان ہو جیسے اللہ تعالیٰ اور اللہ کے پیغمبر چاہتے ہیں جو عقائد اور ایمانیات اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے بیان فرمائے ہیں۔ ان سب پر ایمان ہو، توحید پر رسالت پر قیامت پر فرشتوں کے وجود پر آسمانی کتابوں پر تقدیر پر ان ساری چیزوں پر اس طرح ایمان ہو جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے فرمایا صرف ایمان کا دعویٰ کرنے سے اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے یا لوگوں کے اس کو مسلمان کہنے سے اور مسلمان سمجھنے سے بندہ مسلمان نہیں ہوتا بلکہ مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے عقائد مسلمانوں والے ہوں گے۔

قادیانی، آغا خانی، پرویزی، بوھری، رافضی اور پتہ نہیں کتنے فرقے ہیں یہ سارے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور ساری دنیا ان کو مسلمان سمجھتی اور کہتی ہے تو کیا واقعۃً یہ مسلمان ہوں گے اس کو آپ ایک مثال سے سمجھیں۔

صدر صاحب نے وزیراعظم صاحب نے یہ اعلان کیا ہے چودہ اگست کو پورے ملک کے ڈاکٹروں کو ایوان صدر میں خدمت خلق کے میں انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کی خبر۔ تشہیر

۔حارت میں یہ علان شائع کروایا گیا مقررہ تاریخ کو ملک کے سارے
... ... یاں لے کر ایوان صدر میں پہنچ گئے یہ اعلان سن کر گاؤں
... ... والا ایک کمپوڈر تھا وہ لوگوں کا علاج معالجہ کیا کرتا تھا۔
... ... اس کو ڈاکٹر سمجھتے تھے ... ڈاکٹر صاحب کہتے تھے وہ
بچا ... ... میں ... تھا اپنے آپ کو ڈاکٹر سمجھتا تھا یہ اعلان سن کر وہ
... ... ست کو ایوان صدر پہنچ گیا انعام لینے کے لئے جب وہاں پہنچا تو
... ... چیک ہو رہی تھیں تو میرے دوستو! کیا اس کمپوڈر کو بھی
انعام مل جائے گا۔

جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے۔

تو میرے دوستو! بالکل یہی معاملہ ایمان اور اسلام کا بھی ہے
... کے مسلمان کہنے اور سمجھنے سے بندہ مسلمان نہیں بنتا جب تک کہ اس
... ... اللہ ... کے رسول کے کاغذات
میں وہ ... ... وہاں کا ... ہے گا۔

دوسری چیز:

ایمان کے بارے میں دوسری چیز یہ سمجھیں کہ پھر یہ صحیح ایمان
حفاظت کے ساتھ موت تک قبر آخرت تک پہنچانے میں کامیاب بھی ہو

جائے ایسا نہ ہو کہ عقیدہ تو صحیح ... ایمان تو صحیح تھا مگر ... میں ش

شیطان نے راہ ماردی گمراہ کر ... یا تو ظاہر بات ہے وہاں خالی ہاتھ جا ...

تو کیسے کامیابی ہوگی میرے دوستو خصوصاً ہمارا ... کا زمانہ ...

ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں جگہ جگہ راہ ...

سیاستدانوں کی شکل میں من گھڑت مولویں اور ... شکل میں

اوز کی شکل میں یہ سارے ڈاکو ایمان کے ڈاکو ہیں مختلف ... سے ...

سادہ عوام الناس کا ایمان برباد کر رہے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، بہرحال دوسری چیز ... کو

بحفاظت قبر آخرت تک پہنچانا ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو اس کو ایک

مثال سے سمجھیں ایک آدمی اپنے بیٹے کو بیرون ملک بھیجنا چاہتا ہے کسی

ایجنٹ سے بات ہوئی اس نے بڑی بھاری رقم بتائی سودا طے ہو گیا چند ماہ

کے بعد اس سے پاسپورٹ اور سارے ضروری کاغذات اس کے حوالے

کر دیئے ویزہ لگ گیا ہے ٹکٹ بھی لے لیا گیا سیٹ بھی اوکے ہو گئی جب

روانگی کی تاریخ آئی تو سارے خاندان والے خوشی خوشی اس کو ایئرپورٹ

چھوڑنے آئے الوداع کہنے آئے وہ سامان لے کر اندر چلا گیا اندر جا کر

جب کاغذات کی اور پاسپورٹ پر ویزے کی چیکنگ کی گئی تو پتہ چلا

صاحبزادے کے ساتھ فراڈ ہو گیا ہے ویزہ جعلی اور دو نمبر ہے۔

تو میرے دوستو! کیا یہ بیرون ملک جاسکتا ہے ہرگز نہیں بالکل اسی طرح اگر وہاں ایمان دو نمبر نکلا تو نجات مشکل ہوگی اس لئے اس کی تحقیق اور کوشش ضروری ہے کہ ہمارے پاس ایمان ایک نمبر ہو صحیح اور اصلی ایمان ہو۔

اسی مثال کا دوسرا حصہ یہ سمجھو کہ ایجنٹ نے فراڈ نہیں کیا بلکہ صحیح ایک نمبر ویزہ لگوا کر دیا سارے کاغذات درست ہیں روانگی طے ہوگئی سیٹ او کے ہوگئی گھر سے روانہ ہوئے ائیر پورٹ جاتے ہوئے راستے میں خدانخواستہ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور سارا سامان بمع پاسپورٹ اور کاغذات کے لوٹ کر فرار ہو گئے اب میاں صاحبزادے خالی ہاتھ رہ گئے تو ظاہر بات ہے اب بھی ان کے والد صاحب کی خواہش پوری نہیں ہوسکتی اپنے بیٹے کو بیرون ملک بھیجنے کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

تو میرے دوستو! ایمان جنت کا ویزہ ہے اس کا ایک نمبر ہونا اصلی ہونا بھی ضروری ہے اور حفاظت کے ساتھ اس کو قبر آخرت تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔

دوسری شرط:

حصول جنت کی دوسری شرط اعمال صالح اور تقویٰ کا اہتمام کرنا ہے پورے قرآن میں اعمال صالح اور تقویٰ کے اہتمام پر مختلف انداز سے زور دیا گیا ہے۔

میرے دوستو اب یہ سمجھنا ہے کہ اعمال صالحہ اور تقویٰ سے مراد کیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اعمال صالحہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے پورے احکامات کو بجا لانا پورا کرنا چاہے وہ احکامات مثبت انداز والے ہوں اور چاہے وہ احکامات منفی انداز والے ہوں یعنی جن کاموں کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ان کو پورا کرنا ادا کرنا عمل صالح ہے اور جن کاموں کے چھوڑنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جن کاموں سے رکنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا جن کاموں کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ایسے سارے کاموں سے پرہیز کرنا ایسے سارے کاموں کو چھوڑ دینا یہ بھی عمل صالح کا حصہ ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت اس غلط فہمی میں مبتلاء ہے کہ انہوں نے عمل صالح نام رکھ دیا ہے صرف نماز روزے کا زکوٰۃ حج کا ذکر اذکار کا تلاوت قرآن کا غرض جتنے مثبت احکام تھے صرف ان کو عمل صالح سمجھتے ہیں اور ان کو ادا کرنے کی فکر کرتے ہیں باقی جو گناہ کے کام تھے جن کاموں سے روکا

گیا تھا جن کاموں کے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا تھا ان گناہوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں بلکہ بعض گناہوں کو تو گناہ ماننے کے لئے بھی تیار نہیں تو میرے دوستو خلاصہ یہ ہوا کہ عمل صالح نام ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ دینے کا اسی کا نام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ جائے اب جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دینا بجا نہ لانا یہ اللہ کی نافرمانی ہے مثلاً نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا زکوۃ نہ دینا حج نہ کرنا صدقۃ الفطر و قربانی ادا نہ کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

اسی طرح جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے منع کیا ہے کہ ان کے قریب بھی مت جاؤ ان میں سے کسی ایک کام کا ارتکاب کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے مثلاً چوری کرنا زنا کرنا شراب پینا جوا کھیلنا، ٹی وی، وی سی آر دیکھنا ویڈیو فلمیں دیکھنا ویڈیو گیمیں کھیلنا داڑھی منڈانا اور کترانا غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا شادی بیاہ کی رسمیں کرنا غمی اور موت کی رسموں اور بدعات کا ارتکاب کرنا ان سارے کاموں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے منع فرمایا ہے ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگا تو خلاصہ یہ ہے کہ اعمال صالحہ نام ہے اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا مثبت اور منفی دونوں قسم کے احکامات بجالانا یہ سب اعمال صالحہ ہیں۔

ہمارے ہاں نفلی اعمال پر تو زور ہے مگر گناہ چھوڑنا فرض ہے اس فرض کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں گناہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہاں نفلی اعمال کا خوب ذوق شوق ہے نفل نماز بھی پڑھی جارہی ہے نفلی روزے بھی رکھ رہے ہیں۔ نفلی صدقہ خیرات بھی ہو رہا ہے ذکر اذکار تسبیح اور تلاوت کا خوب اہتمام ہو رہا ہے مگر گناہ چھوڑنا موت نظر آتا ہے گناہ کبیرہ بھی ساتھ ہو رہے ہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو! خوب اچھی طرح سمجھ لو اور یہ غلط فہمی دل سے نکال دو۔ فرض کرو ایک آدمی ایسا ہے جو صرف فرائض اور واجبات کا اہتمام کرتا ہے نفلی اعمال کی اس کو فرصت نہیں صرف فرض نماز پڑھتا ہے وتر اور سنت مؤکدہ پڑھتا ہے کبھی نوافل اور سنت غیر مؤکدہ اس نے نہیں پڑھیں صرف رمضان کے فرض روزے رکھتا ہے کبھی بھی نفلی روزہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی صرف فرض زکوٰۃ صدقۃ الفطر قربانی اداء کرنے کا اہتمام کرتا ہے مگر کبھی نفلی صدقہ خیرات کی نوبت نہیں آئی حج فرض ہوا تو اس نے صرف ایک مرتبہ حج فرض اداء کر دیا اس کے بعد کبھی نفلی حج اور عمرے کی

توفیق نہیں ہوئی غرض یہ شخص صرف فرائض اور واجبات کا اہتمام کر رہا ہے۔ نفلی اعمال کا اہتمام نہیں کر رہا ہے مگر ہے یہ ایسا پختہ آدمی کہ گناہ کے بالکل قریب نہیں جاتا گناہوں سے بچنے کا خوب اہتمام کرتا ہے اگر کبھی انسان ہونے کی وجہ سے کوئی کمی بیشی ہو جائے لغزش ہو جائے تو فوراً توبہ استغفار کر کے پھر اپنا رخ سیدھا کر لیتا ہے۔

میرے دوستو! یہ شخص ایسا ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مرتے ہی فوراً اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے موت کے وقت ہی اس کو جنت کی بشارتیں ملنی شروع ہو جائیں گی اور مرنے کے بعد اس کی روح سیدھی اعلیٰ علیین میں پہنچے گی۔

میرے دوستو! میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ آدمی نفلی اعمال کا اہتمام نہ کرے خوب نوافل کا اہتمام کرنا چاہیے میں تو صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ گناہوں سے بچنا کتنا ضروری ہے جنت میں داخلے کا دارومدار نفلی اعمال پر نہیں بلکہ گناہوں سے بچنے پر ہے۔

اب یہ سمجھیں کہ اس پہلے والے شخص کے مقابلے میں ایک دوسرا آدمی ہے جو فرائض اور واجبات کے ساتھ نفلی اعمال کا اہتمام بھی خوب کرتا ہے مگر گناہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں گناہوں میں بھی پھنسا رہتا ہے کیرا

گناہوں کا بھی ارتکاب کرتا رہتا ہے۔

میرے دوستو! ایسے شخص کے لئے جنت میں جانے کی کوئی گارنٹی نہیں دی جا سکتی اگر توبہ کے بغیر دنیا سے چلا گیا تو ایسے شخص کے ساتھ دو قسم کا معاملہ ہوگا عدل والا یا فضل والا۔ عدل والا معاملہ ہوا تو رگڑا لگنے کے بعد جنت کا داخلہ ملے گا اور اگر فضل والا معاملہ ہوا تو وہ ذات بڑی بے نیاز ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

میرے دوستو! نہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرنا چاہتا ہوں اور نہ میں نفلی اعمال کی وقعت آپ کے دل سے ختم کرنا چاہتا ہوں میں تو صرف حقیقت حال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ سمجھ جائیں کہ گناہوں کا چھوڑنا بڑا اہم ہے اور بڑا ضروری ہے اور جنت کے داخلے کی ایک لازمی شرط ہے

دوسری بات:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی دو خصوصیات بھی بیان فرمائیں ہیں:

لهم ما يشاء و ن خالدين۔

پہلی خصوصیت جنت کی یہ بیان فرمائی کہ وہاں جنت میں ہر کام

جنتیوں کی اپنی مرضی سے ہوگا جو چاہے کیا کریں گے جو چاہیں گے کھائیں گے پئیں گے پہنیں گے کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی کہ یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا۔

غرض ایسی بادشاہی ہوگی کہ خواہش دل میں پیدا بعد میں ہوگی مگر پوری پہلے ہو جائے گی من چاہی زندگی ہوگی دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

ولکم فیھا ما تشتھیہ الأنفس وتلذّ الأعین.

تمہارے لئے اس جنت میں وہ کچھ ہوگا جو تمہارے جی چاہیں گے اور آنکھوں کی لذت اور ٹھنڈک بھی ہوگی۔

جنت کی دوسری خصوصیت:

دوسری خصوصیت یہ بیان فرمائی

خالدین فیھا

جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے نہ نعمتوں میں زوال آئے گا نہ نعمتوں میں کمی آئے گی اور نہ جنتیوں کے جنت سے نکالے جانے کا کوئی خطرہ ہوگا۔

میرے دوستو! دنیا میں جتنی بڑی نعمت بھی مل جائے مگر یا تو دنیا کی زندگی میں اس نعمت میں زوال آجاتا ہے ورنہ موت آکر ساری نعمتوں کا

خاتمہ کردیتی ہے لیکن جنت میں یہ سارے خطرات نہ ہوں گے۔

اعلان ہو جائے گا جنتیو تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیماری نہ آئے گی ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہ آئے گی۔

تیسری بات:

تیسری اور آخری بات یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا تذکرہ وعدہ کے الفاظ کے ساتھ فرمایا:

قل اذالک خیر ام جنۃ الخلد التی وعد المتقون

اور آخر میں فرمایا:

کان علی ربک وعداً مسؤلا۔

بلکہ پورے قرآن میں مختلف مقامات میں آخرت کا تذکرہ وعدہ کے الفاظ کے ساتھ فرمایا گیا ہے بندوں کے دل میں آخرت میں یقین پیدا کرنے کے لئے کہ اے انسان تو انسان ہے ہرطرح کی کمزوریاں تیرے ساتھ لگی ہوئی ہیں تو عاجز بھی ہے بے بس بھی ہے مگر تو انسان ہو کر جب کسی کے ساتھ وعدہ کر لیتا ہے کسی کو اپنی زبان دے بیٹھتا ہے تو اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اپنی زبان کی لاج رکھنے کے لئے اپنی جان کی بازی

لگانے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے میرے بندے تو یہ سوچتا نہیں کہ میں خدا ہو کر ساری کائنات کا مالک ہو کر کن فیکون کا مالک ہو کر تیرے ساتھ وعدہ کر رہا ہوں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو گواہ بنا کر فرشتوں کو گواہ بنا کر تمام آسمانی کتابوں میں تیرے ساتھ تحریری وعدہ کر رہا ہوں تجھے پھر بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ میں اپنا وعدہ پورا نہیں کروں گا پہلے بھی اس پر بات ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا یقین نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دسویں تقریر (حصہ اوّل)

مختلف مقامات پر دستار بندی اور ختم قرآن کے موقع پر مندرجہ ذیل تقریر بار بار کی گئی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ
بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا
وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ
وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا
مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا
وَحَبِيْبَنَا وَ حَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وانّه لتنزیل ربّ العالمین نزل به الرّوح الأمین
علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربیّ
مبین۔ (سورة:شعراء/ پ:۱۹)
اور یہ قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا لے کر اترا ہے اس
کوفرشتہ معتبر تیرے دل پر کہ تو ہو ڈر سنا دینے والا کھلی عربی
زبان میں۔
وقال النبی ﷺ:
خیرکم من تعلم القرآن وعلّمه أو کماقال علیه
الصلٰوة والسلام۔ صدق اللہ العظیم و صدق
رسوله النبی الکریم۔
اللهمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا
محمد و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری
ویسّرلی أمری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا
قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً

سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

میرے دوستو اور بزرگو! ہم سب یہاں ختم قرآن کی بابرکت تقریب میں جمع ہوئے ہیں اسی کی مناسبت سے چند باتیں ترتیب کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن اصل موضوع بیان کرنے سے پہلے میں دو مثالیں عرض کرتا ہوں جن کی وجہ سے اصل موضوع کو سمجھنا آسان ہوگا وہ دونوں مثالیں اگرچہ اس موضوع کی پوری مثالیں نہیں ہیں تاہم موضوع کو آپ کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لئے انشاء اللہ کافی ہوں گی۔

پہلی مثال:

ایک آدمی کی صرافہ مارکیٹ ہے پورے ملک میں زیورات بن کر جارہے ہیں یا فرنیچر کا کارخانہ ہے اور ہر شہر میں پورے ملک میں اس کے کارخانے کا بنا ہوا فرنیچر چل رہا ہے غرض بڑی شہرت ہے ان کے زیورات کی اور فرنیچر کی۔

میرے دوستو اور بزرگو! کارخانے کے مالک کے بیٹے کی یا بیٹی کی شادی ہے یا صرافہ مارکیٹ کے مالک کے بیٹے یا بیٹی کی شادی ہے اور اس

کو اپنے بچوں کے لئے اپنے گھر کے لئے زیورات اور فرنیچر بنوانے ہیں تو کیا خیال ہے آپ کا وہ کیسا زیور بنوائے گا کیسا فرنیچر تیار کروائے گا ایسا آدمی جس کی ساری زندگی گذر گئی اس کاروبار میں اور اس کی بڑی شہرت ہے ظاہر ہے جب اپنے بیٹے اور بیٹی کے لئے اپنے گھر کے لئے اس کو یہ سامان تیار کرنا پڑا تو وہ اپنی ساری صلاحیتیں لگا دے گا ساری طاقت استعمال کرے گا اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ بنوانے میں جو دیکھے گا عش عش کرا ٹھے گا ہر ایک اپنے منہ میں انگلی ڈال کر حیرانی سے اس کو دیکھ رہا ہوگا۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ مثال ذہن میں رکھ کر ذرا سوچیں اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اس کائنات میں جتنی بڑی بڑی چیزیں نظر آ رہی ہیں وہ بھی اکیلے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں اور جتنی چھوٹی چیزیں نظر آ رہی ہیں وہ بھی اکیلے اللہ نے پیدا فرمائی ہیں جتنے جمادات نباتات اور بے جان چیزیں نظر آ رہی ہیں وہ بھی اکیلے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں اور جتنے حیوانات اور جاندار نظر آ رہے وہ بھی سارے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ پھر جانداروں میں تین مخلوقیں ذوی العقول ہیں فرشتے انسان اور جنات۔ ان تینوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ان تینوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل کی دولت عطاء فرمائی ان تینوں کو بولنے کی طاقت اللہ تعالیٰ

نے عطاء فرمائی غرض تمام بولنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ان کو بولنے کا سلیقہ ڈھنگ ذوق اور ملکہ اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا۔

میرے دوستو! اس دنیا میں بڑے بڑے بولنے والے آئے ہیں بڑی عمدہ کلام کرنے والے آئے ہیں ان میں سب سے عمدہ بولنے والے ہمارے آقا اور مولیٰ سرکار دو عالم ﷺ تھے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم کا معجزہ عطاء فرمایا تھا آپ کی بات انتہائی مختصر ہوتی تھی مگر مفہوم کے اعتبار سے بڑی جامع اور وسیع اور گہری ہوتی تھی الفاظ مختصر مگر اس کے ذیل میں اس کی تہہ میں معانی اور مسائل کا ایک نہ ختم ہونے والا سمندر ہوتا تھا۔ اندازہ فرمائیں تیئس سال کے قلیل عرصے میں آپ کی زبان مبارک سے جو ارشادات نکلے تھے وہ کتنے ہوں گے اس میں بھی تیرہ سالہ مکی زندگی پریشانیوں سے بھری ہوئی ظلم وستم کے نیچے دبے ہوئے اور دس سالہ مدنی زندگی میں بھی مدینہ میں چین کے ساتھ بیٹھنے اور کام کرنے کا موقع بہت کم نصیب ہوا ایک ایک سال میں کئی کئی غزوات پیش آئے پھر راحت اور آرام کے اوقات بھی نکال دو طبعی کاموں کے اوقات بھی نکال دو تو کتنا زمانہ اور وقت باقی بچ جاتا ہے مگر اتنے مختصر وقت میں آپ کی زبان مبارک سے جو ارشادات صادر ہوئے جو ملفوظات آپ نے بیان فرمائے چودہ سو

سال کا زمانہ گذر چکا ہے علماء فقہاء اور محدثین اس کی شرح بیان فرما رہے ہیں مسائل کا استنباط فرما رہے ہیں مگر وہ شرح ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے مسائل کا ذخیرہ ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا ہے کتب خانوں کے کتب خانے آباد ہو گئے ہیں لائبریریاں بھر چکی ہیں مگر ارشادات نبوی کی شرح تا حال ختم نہیں ہوئی۔ ہر آنے والا عالم نئے انداز اور نئے اسلوب سے شرح بیان کر رہا ہے۔ اس کی ایک ادنیٰ سی جھلک سن لو۔

ایک بچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس کے ہاتھ میں ایک بلبل پرندہ ہوتا تھا اس کے ساتھ کھیلتا تھا آپ ﷺ اس کے ساتھ خوش طبعی بھی فرماتے تھے ایک دن وہ بچہ آیا تو وہ بلبل اس کے ہاتھ میں نہیں تھا وہ بلبل مر گیا تھا جس کے مرنے پر وہ بچہ بڑا غمگین اور افسردہ تھا اس بچے کے ساتھ آپ ﷺ نے خوش طبعی فرمائی اور چھیڑنے کے انداز میں یہ جملہ ارشاد فرمایا:

یا ابا عمیر ما فعل النغیر

اے ابو عمیر تیری وہ بلبل کہاں چلی گئی۔

اندازہ فرمائیں یہ کتنا مختصر سا جملہ ہے اور آپ کی زبان مبارک سے نکلا بھی خوش طبعی کے انداز میں ہے مگر علماء اور فقہاء نے اس جملے سے

بھی فقہ کے ایک سو مسائل مستنبط فرمائے ہیں تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ سب سے عمدہ بولنے والے ہمارے آقا اور مولی تھے سرکار دو عالم ﷺ۔

ابھی ماضی قریب میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں ان کو ابوالکلام اسی لئے کہتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سلیقہ اور ذوق عطاء فرمایا کہ ان کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک جملہ ایسا ہوتا تھا، قلم سے نکلنے والا ایک ایک فقرہ ایسا ہوتا تھا کہ دنیا کے ادیب اور شاعر اس پہ عش عش کر اٹھتے تھے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ذرا سوچو جس اللہ تعالیٰ نے سارے بولنے والے پیدا فرمائے ان کو بولنے کی طاقت عطاء فرمائی بولنے کا ڈھنگ اور ذوق اور سلیقہ عطاء فرمایا اس اللہ تعالیٰ کی اپنی کلام کیسی ہوگی جس اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو جوامع الکلم کا معجزہ عطاء فرمایا مولانا ابوالکلام کو ابوالکلام بنایا۔ سوچئے اس اللہ تعالیٰ کی اپنی کلام کیسی ہوگی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن کی شان بیان کرنے کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام ہے پہلے ایک واقعہ سنیں پھر آگے چلتے ہیں۔

واقعہ:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خانقاہ میں کچھ ہندو آئے ان میں ان کے ساتھ ان کے پنڈت بھی تھے انہوں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ تم مسلمانوں کے دو عقیدے آپس میں ٹکراتے ہیں۔ پہلا عقیدہ تمہارا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم سے پاک ہے جبکہ دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اور کلام تو کی جاتی ہے زبان سے اور زبان منہ کے اندر بتیس دانتوں کے درمیان فٹ ہوتی ہے منہ سر کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے اور سر دھڑ کے اوپر فٹ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ماننا پڑے گا یا تو قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام نہیں یا اللہ تعالیٰ جسم سے پاک نہیں اس کے لئے جسم ماننا پڑے گا ان دو عقیدوں میں سے ایک عقیدہ ضرور باطل ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ عجیب وغریب سوال نہ اس سے قبل کسی نے کیا تھا نہ خود کبھی میرے ذہن میں آیا تھا غرض یہ سوال پہلی مرتبہ میرے کانوں سے ٹکرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی فوراً ہی اس سوال کا جواب میرے ذہن میں ڈال دیا لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا جواب ذرا منطقی قسم کا ہے غفلت کے ساتھ سننے والوں کو اور سرسری طور پر سننے والوں کو اور سونے والوں کو سمجھ میں نہیں آئے گا توجہ کے ساتھ سنیں اور جاگ کر بیٹھیں۔

ہمارے مدارس میں ایک فن پڑھایا جاتا ہے منطق کا فن اس کے پڑھانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کے ذہنوں میں تیزی بھی پیدا ہو جائے اور گہرائی بھی پیدا ہو جائے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ منطق پڑھے بغیر قرآن وحدیث کی گہرائی میں نہیں اترا جاسکتا اور گہرائی والے مسائل سمجھ میں نہیں آسکتے اس لئے طلبہ سے گذارش ہے کہ اگر قرآن و حدیث سمجھنا چاہتے ہو تو منطق خوب ذوق وشوق سے، ساتھ محنت کے ساتھ اور تکرار مطالعے کے ساتھ پڑھا کرو۔

منطق پڑھنے سے ذہنوں میں تیزی اور گہرائی کیسے پیدا ہوتی ہے اس پر ایک لطیفہ سنیں اس کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا جواب عرض کروں گا۔

لطیفہ:

ایک طالب علم ایک مدرسے میں منطق پڑھتا تھا ساتھ ہی ایک مٹھائی والے کی دوکان تھی دونوں کی دوستی ہو گئی وہ مٹھائی والا پوچھنے لگا میاں اتنے دور سے یہاں کیا پڑھنے آئے ہو طالب علم بولا میں یہاں منطق کا فن پڑھنے آیا ہوں اس فن کے بڑے ماہر اساتذہ اس مدرسے میں رہتے ہیں۔ وہ مٹھائی والا بڑا حیران ہوا اور افسوس کا اظہار کرنے لگا کہ میاں تم نے

وطن چھوڑا والدین چھوڑے بہن بھائی چھوڑے گھر کا عمدہ کھانا پینا چھوڑا
اور یہاں پردیس میں اتنی مشقت برداشت کررہے ہو اور پڑھ کیا رہے ہو
منطق۔ اللہ کے بندے منطق پڑھنے کا کیا فائدہ اگر پڑھنا تھا تو قرآن و
حدیث پڑھتے مسائل بھی سمجھ میں آتے اور ثواب بھی ملتا وہ طالب علم یہ
ساری باتیں سن کر خاموش ہو گیا اور کہنے لگا یار ان باتوں کو جانے دو اپنا
کام کرو کسی موقع پر میں آپ کو بتاؤں گا کہ منطق پڑھنے کا کیا فائدہ ہوتا ہے
چند دن یا چند مہینے گذر گئے مٹھائی والے کو یہ بات بھول گئی۔

ایک دن طالب علم مٹھائی والے کے پاس آیا اور کہنے لگا ایک پاؤ
برفی مجھے دیدو اس نے ایک پاؤ برفی تول کر دی طالب علم نے وہ برفی ہاتھ
میں پکڑ لی تھوڑی دیر اس طرح گذار رہا سوچتا رہا پھر کہنے لگا اچھا اس طرح
کرو کہ یہ برفی رکھ لو اس کی جگہ ایک پاؤ جلیبی دے دو دونوں میں چونکہ
دوستی تھی اس لئے مٹھائی والے نے برا نہیں منایا بلکہ برفی رکھ لی اور جلیبی
ایک پاؤ تول کر دے دی۔

مولوی صاحب جلیبی لے کر چل پڑے مٹھائی والے نے آواز دی
ارے مولوی صاحب پیسے تو دے جاؤ مولوی صاحب پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے
اور کہنے لگے کس چیز کے پیسے؟

مٹھائی والا کہنے لگا یہ جلیبی جو لے کر جارہے ہیں اس کے پیسے رے کر جاؤ مولوی صاحب بولے ارے یار یہ تو میں نے آپ سے برفی کے بدلے میں لی ہے برفی آپ کو دی ہے اس کے بدلے میں جلیبی آپ سے لی ہے مٹھائی والا حیران ہوا سوچ میں پڑ گیا کہنے لگا اچھا پھر برفی کے پیسے تو دے کر جاؤ۔ مولوی صاحب فرمانے لگے اللہ کے بندے برفی تو میں نے آپ کو واپس کر دی ہے۔ اس کے پیسے کیوں مانگ رہے ہو اب مٹھائی والا حیران پریشان مولوی صاحب کو دیکھ رہا ہے کوئی جواب سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مولوی صاحب سے پیسے کیسے وصول کروں۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ ہے منطق کا فن جس کی وجہ سے طلبہ کے ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور قرآن وحدیث کی گہرائی ان کو سمجھ میں آتی ہے ورنہ اگر منطق فلسفہ پڑھا ہوا نہ ہو یا اس میں مہارت نہ ہو تو پھر سطحی سا علم حاصل ہوتا ہے اوپر ہی اوپر تیرتے رہتے ہیں گہرائی میں غوطے لگا کر مسائل کا استنباط نہیں کر سکتے جیسے غیر مقلدوں کا علم سطحی ہوتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک مولوی نذیر حسین صاحب دھلوی تھے غیر مقلد کسی نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب کے گھر لسی چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے لوگ برتن بھر بھر کر لیجا رہے ہیں

اس نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو آ کر خواب سنایا اور تعبیر دریافت فرمائی حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا بالکل درست خواب دیکھا ہے کہ قرآن وحدیث کا جو اصل مکھن ہے وہ تو فقہاء نے نکال لیا ہے باقی جو لسی بچ گئی تھی وہ غیر مقلدوں کے ہاتھ لگ گئی تو انہوں نے لسی ہی چنی ہے اور لسی ہی تقسیم کرنی ہے۔

بہرحال بات دوسری طرف چلی گئی یہ دو لطیفے آپ کو ہوشیار کرنے کے لئے سنا دیئے ہیں۔ بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب منطقی قسم کا ہے ذرا ہوشیار ہو کر بیٹھیں توجہ اور غور کے ساتھ سنیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ بھائی ساری دنیا کے عقلمند اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی زبان بولتی ہے اور کلام کرتی ہے اگر بولنے کے لئے اور کلام کرنے کے لئے زبان کا ہونا ضروری ہے تو پھر زبان کی زبان دکھاؤ خوب سمجھو انسان بولتا ہے زبان کے ذریعے مگر زبان بغیر زبان کے خود بخود بولتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی ذات میں ہی بولنے کی طاقت رکھ دی ہے اس کو زبان کی ضرورت نہیں اگر اس کو بھی زبان کی ضرورت ہو بولنے کے لئے تو پھر اس زبان کو بھی آگے ایک اور زبان کی ضرورت ہو گی تو منطقیوں والا تسلسل لازم آئے گا یہ سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔ اسلئے

ماننا پڑے گا کہ زبان بغیر زبان کے خود بولتی ہے انسان بولتا ہے زبان کے ذریعے اور زبان بغیر زبان کے خود بخود بولتی ہے۔

تو میرے دوستو! حضرت نے جواب دیا جس اللہ تعالیٰ نے اربہا کھربہا ایسی زبانیں پیدا فرمائی ہیں جو خود بخود بولتی ہیں بغیر زبانوں کے تو وہ اللہ تعالیٰ اگر بغیر زبان کے کلام کرے تو کیا مشکل ہے۔ سبحن اللہ انسان دیکھتا ہے آنکھوں سے اور آنکھیں دیکھتی ہیں خود بخود بغیر آنکھوں کے جس اللہ تعالیٰ نے اربہا کھربہا ایسی آنکھیں پیدا فرما دی ہیں جو خود بخود بغیر آنکھوں کے دیکھتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ اگر بغیر آنکھوں کے دیکھے اور ایسا دیکھے کہ یونس علیہ السلام کو رات کی تاریکی میں دریا کی گہرائی کے اندھیرے میں مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے میں بھی دیکھ لے تو اس میں کونسی بات عقل کے خلاف ہے اور کیا مشکل ہے۔

میرے دوستو! انسان سنتا ہے کانوں سے مگر کان تو خود بخود بغیر کانوں کے سنتے ہیں جس اللہ تعالیٰ نے اربہا کھربہا ایسے کان پیدا فرما دیئے ہیں جو بغیر کانوں کے خود بخود سنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ خود اگر بغیر کانوں کے سنے اور ایسا سنے کہ مچھلی کے پیٹ سے بھی یونس علیہ السلام کی پکار کو سن لے تو اس میں کیا بات سمجھ میں نہ آنے والی ہے اور ایسا سنے جیسے حدیث میں آیا

ہے کہ تمہارے اگلے پچھلے سارے انسان اور جنات چٹیل میدان میں جمع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کو پکاریں اس طرح کہ ہر ایک کی بولی دوسرے کی بولی سے مختلف ہو ہر ایک کی لغت اور زبان دوسرے کی لغت سے مختلف ہو اور ہر ایک کا سوال دوسرے کے سوال سے مختلف ہو اللہ تعالیٰ ایسی طاقت والی ذات ہے کہ ہر ایک کی بیک وقت سنے گا بھی سمجھے گا بھی اور اگر وہ سب کی دعائیں قبول فرما کر سب کی جھولیاں اور دامن بھر دے تو اس کے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہ آئے گی جتنے سوئی کے سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں کمی آجاتی ہے، اب تک پہلی مثال پر بات چل رہی تھی اب دوسری مثال بھی سن لیں۔

دوسری مثال:

میرے دوستو اور بزرگو! ایک بہت بڑا با اختیار بادشاہ ہے مطلق العنان بادشاہ سارے وسائل اس کے قبضے میں ہیں کوئی اس کے فیصلوں میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا جو چاہے کر سکتا ہے ایسے بادشاہ کو اپنے لئے شاہی محل بنوانا ہے تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ بادشاہ اپنے لئے کیسا محل بنوائے گا ظاہر ہے بادشاہ اپنی شان کے مطابق اپنی شایان شان شاہی محل بنوائے گا۔ شاہی محل کے لئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہوگی وہ ساری چیزیں اعلیٰ

سے اعلیٰ منتخب کی جائیں گی مثلاً شاہی محل کے لئے چار چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ سب سے پہلی چیز زمین ہے سب سے اوّل نمبر پر زمین کے انتخاب کا مسئلہ ہے تو شاہی محل کے لئے ایسی زمین کا انتخاب کیا جائے گا جو فضاء کے اعتبار سے موسم کے اعتبار سے محل وقوع کے اعتبار سے آب وہوا کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہو زمین کے انتخاب کے بعد اب شاہی محل کے لئے نقشہ بنوانا ہے تو پوری دنیا میں جو سب سے اعلیٰ انجینئر ہوں گے ان کا انتخاب ہوگا۔ جب نقشہ تیار ہوگیا اب تیسرے نمبر پر میٹریل کا مسئلہ درپیش ہے تو پوری دنیا میں جہاں سے بھی اعلیٰ سے اعلیٰ میٹریل دستیاب ہوگا بادشاہ کو اللہ نے وسائل دیئے ہیں بادشاہ میٹریل کا انتظام کرے گا مہیا کرے گا جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کی زیارت کی توفیق بخشی ہے انہوں نے وہاں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا سعودی بادشاہوں نے اللہ کے پاک گھر کو اور مسجد نبوی کو کیسا بنوایا ہے خاص کر مسجد نبوی تو فن تعمیر کا ایسا شاہکار ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے میں کہاں پہنچ گیا ہوں۔ پوری دنیا میں جو چیز جہاں دستیاب تھی سعودی بادشاہوں نے اس کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وسائل بھی دیئے ہیں اور پھر دل بھی دیا ہے اور پھر سلیقہ بھی دیا۔

بہر حال کمال کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے ان کو جزاء خیر عطاء فرمائے ، آمین ، تو شاہی محل کے لئے تیسری چیز میٹریل کی ضرورت تھی بادشاہ اپنی شان کے مطابق اعلیٰ سے اعلیٰ میٹریل کا انتظام کرے گا میٹریل کا انتظام ہونے کے بعد اب چوتھے نمبر پر مستریوں کی معماروں مزدوروں کی ضرورت ہے تو ظاہر ہے ساری دنیا میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ ایک نمبر کے مستری ہوں گے ان کا انتخاب ہو گا اور بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے وسائل دیئے ہوئے ہیں بادشاہ ان کو منہ مانگی اجرت دے کر مہیا کرے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شاہی محل کے لئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب کی سب انتہائی اعلیٰ معیار کی ہوں گی بادشاہ کی شایان شان ہوں گیں۔

لیکن میرے دوستو! ان ساری باتوں کے باوجود چونکہ بادشاہ بھی انسان ہے اس کو مشورہ دینے والے بھی سارے انسان ہیں اس لئے دو باتوں کا امکان اب بھی موجود ہے ایک انتخاب میں غلطی کا امکان موجود ہو گا کہ ممکن ہے جس کو سب سے اعلیٰ زمین سمجھے ہوں اس سے بھی اعلیٰ زمین ملک میں موجود ہو اور ان کو معلوم نہ ہو سکی ہو یا جس کو اعلیٰ زمین سمجھے ہوں بعد میں تجربہ ظاہر کر دے کہ اس میں تو فلاں نقص تھا فلاں خرابی تھی اسی

طرح جن انجینئرز کو ایک نمبر سمجھے ہوں ممکن ہے وہ دو نمبر نکلیں ان سے بھی اعلیٰ انجینئرز دنیا میں موجود ہوں مگر ان کو پتہ نہ چل سکا ہو اسی طرح جس میٹریل کو ایک نمبر سمجھے وہ دو نمبر نکلے اور اس سے بھی اعلیٰ میٹریل موجود اور دستیاب ہو۔

بہر حال چونکہ بادشاہ بھی انسان ہے اور اس کو مشورہ دینے والے بھی انسان ہیں ان کی سمجھ بھی ناقص سوچ بھی ناقص علم بھی ناقص فہم بھی ناقص اس لئے لازمی طور پر انتخاب میں غلطی کا امکان اور احتمال موجود رہے گا۔ دوسرا امکان عجز کا ہوگا عاجز آ جانے کا ہوگا کہ ممکن ہے انتخاب میں تو غلطی نہیں ہوئی ہوگی سو فیصد درست انتخاب ہوا ہے مگر بادشاہ چونکہ انسان ہے سب وسائل ہونے کے باوجود ایسا عاجز اور بے بس ہو گیا کہ وہ چیز مہیا نہ کر سکا اس کا انتظام نہ کر سکا۔ ایسا ممکن ہے کہ بادشاہ ہو کر بھی عاجز آ جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کا ارادہ فرمایا جب نقشہ بنانے کا مرحلہ آیا تو اس میں ایک بڑھیا کا مکان آتا تھا۔ جب تک اس کو شامل نہ کیا جائے نقشہ صحیح طور پر نہیں بن سکتا تھا۔ بڑھیا سے درخواست کی گئی منت سماجت کی

گئی مگر بڑھیا اپنا مکان دینے پر تیار نہ ہوئی بوڑھوں کو اپنے آبائی مکان سے بڑی محبت ہوتی ہے دباؤ بھی ڈالا گیا مگر بڑھیا کسی صورت بھی تیار نہ ہوئی داؤد علیہ السلام بڑے پریشان تھے دین کے بھی بادشاہ ہیں اور دنیا کے بھی بادشاہ ہیں مگر بالکل عاجز اور بے بس ہو چکے ہیں اتنا بڑا کام اٹکا ہوا ہے صرف ایک مکان کی وجہ سے ایک دفعہ رات کو سونے کے ارادے سے لیٹے تو دل میں خیال آیا کہ اب بزور حکومت مکان مسجد میں شامل کر لیتے ہیں بعد میں بڑھیا کو راضی کر لیا جائے گا پیغمبر چونکہ اللہ کے مقربین ہوتے ہیں لاڈلے ہوتے ہیں ان کی ذرا سی بات پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے یہ خیال آیا تو فوراً وحی نازل ہوئی کہ میرے پیغمبر میرا مکان بناتے ہو اور لوگوں کے مکان زبردستی اس میں شامل کرتے ہو۔ آپ کو بیت المقدس بنانے کی توفیق نہ ہو گی آپ نہیں بنا سکیں گے۔ داؤد علیہ السلام فوراً سجدے میں گر گئے معافی مانگی اور عرض کیا اگر میں تعمیر نہ کر سکوں تو باری تعالیٰ میری اولاد کو یہ توفیق نصیب فرما دیں چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل فرمائی جس کا واقعہ قرآن کریم میں موجود ہے اور وہ بھی بڑا عجیب وغریب ہے۔

بہرحال یہ بات ثابت ہوگئی کہ بادشاہ بادشاہی کے باوجود بھی کبھی ایسا عاجز اور بے بس ہو جاتا ہے کہ جو کام کرنا چاہتا ہے وہ کام نہیں

کر سکا۔ تو شاہی محل کے لئے ساری چیزیں سب سے اعلیٰ منتخب کی گئیں مگر دو باتوں کا امکان اب بھی موجود ہے ایک انتخاب میں غلطی کا دوسرا عاجز اور بے بس ہو جانے کا۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ مثال ذہن میں رکھ کر اگلی بات سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے سچے بادشاہ ہیں بلا شرکت غیرے ان کے انتخاب میں غلطی کا امکان بھی نہیں ہے اور عاجزی کا احتمال بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک کے لئے قرآن کریم کے لئے جتنی چیزوں کی ضرورت تھی وہ ساری کی ساری سب سے اعلیٰ ایک نمبر منتخب فرمائی ہیں مثلاً سب سے پہلے مسئلہ تھا نزول قرآن کے لئے زمین کا کہ قرآن کس زمین پر نازل کیا جائے ساری زمین اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے ساری زمین اس کی ملکیت ہے تو قرآن کس زمین پر نازل کیا جائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کی زمین منتخب فرمائی ہے مکہ اور مدینہ کی زمین منتخب فرمائی ہے۔ سبحن اللہ مکہ کی زمین تو ایسی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے لئے منتخب فرمایا ہے۔

انّ اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً و ھدیً للعالمین۔

میں آپ چاہتے ہیں کہ ہماری کوٹھی اور بنگلہ اسلام آباد کے گرین ایریے میں ہو اگر مکہ کی زمین سے عمدہ بھی کوئی زمین دنیا میں ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے گھر کے لئے اس زمین کا انتخاب فرماتے پھر جہاں ایک نماز لاکھ کے برابر ہے۔ایک صدقہ لاکھ کے برابر ہے تو پہلی زمین مکہ کی منتخب فرمائی دوسری زمین مدینہ منورہ کی منتخب فرمائی سبحن اللہ مدینہ کی زمین کا کیا کہنا۔

میرے دوستو! مدینہ کی زمین کا وہ ٹکڑا جو آپ کے منبر اور روضے کے درمیان ہے وہ تو جنت کا ٹکڑا ہے۔

ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

اور جنت کی زمین کتنی قیمتی ہوگی جنت کی ایک بالشت زمین دنیا وما فیھا سے زیادہ قیمتی ہوگی سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے سواری پر سوار ہونے والا آدمی درخت کے سائے میں آرام کرنے کے لئے سواری سے اتر کر سواری درخت کے ساتھ باندھ دیتا ہے اور کوڑا زمین پر ڈال دیتا ہے تو اس کے کوڑے کے نیچے جتنی زمین آئی ہے جنت کی اتنی زمین بھی دنیا وما فیھا سے زیادہ قیمتی ہوگی اور ایسی قیمتی زمین میرے دوستو! اللہ تعالیٰ تھوک کے حساب سے تقسیم فرمائیں گے سب سے ادنیٰ درجہ کے جنتی کو اس

دنیا سے دس گنا بڑی جنت اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے۔

بہرحال بات دوسری طرف چلی گئی میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مدینہ کی زمین کا ایک ٹکڑا تو جنت کا ٹکڑا ہے اس کے اعلیٰ اور افضل ہونے کا کیا کہنا اور مدینہ کی زمین کا وہ حصہ جہاں خاص ہمارے آقا کا روضہ اطہر ہے اور آپ کا جسم اطہر جس حصے سے ٹکرا رہا ہے جہاں آپ آرام فرما رہے ہیں پوری امت کے علماء کا اتفاق ہے زمین کا وہ ٹکڑا عرش معلّٰی سے بھی بلند و بالا ہے اس کی شان اللہ تعالیٰ کے عرش سے بھی اونچی ہے سبحان اللہ۔

تو قرآن کریم کے نزول کے لئے اللہ تعالیٰ نے مکہ اور مدینہ کی زمین کا انتخاب فرمایا دوسرے نمبر پر مسئلہ تھا زمانے کے انتخاب کا کہ قرآن کریم کس زمانے میں نازل کیا جائے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے لئے زمانہ بھی وہ منتخب فرمایا جو سارے زمانوں کا سردار تھا سارے زمانوں سے ممتاز اور افضل تھا اور وہ زمانہ وہ تھا جس میں ہمارے آقا ﷺ تشریف لائے اس سے بہتر زمانہ نہ اس سے پہلے آیا تھا نہ اس کے بعد اب تک آیا ہے نہ قیامت تک آئے گا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔

خیر و برکت کے اعتبار سے سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر جو اس کے بعد متصل ہوگا اور پھر اس کے بعد جو اس کے ساتھ متصل ہوگا یعنی جس زمانے کو آپ ﷺ کے زمانے کے ساتھ جتنا قرب نصیب ہوگا اسی اعتبار سے اس میں خیر اور بھلائی آئے گی۔

ایک بزرگ باسی روٹی چار آنے کی اور تازی روٹی دو آنے کی فروخت فرمایا کرتے تھے وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا کہ بھائی باسی روٹی کا زمانہ نسبتاً آپ ﷺ کے زمانے کے زیادہ قریب ہے اس لئے اس میں خیر اور برکت بھی اسی اعتبار سے زیادہ ہوگی حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف جو اس امت کا ظالم ترین بادشاہ گذرا ہے سینکڑوں ماورائے عدالت ظلماً قتل کرا دیئے۔ اس کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ روزانہ تین سو رکعت نوافل پڑھنا اس کا معمول تھا اندازہ فرمائیں حکومت کے سارے کام کرنے کے باوجود گھر کے سارے طبعی اور ذاتی کام کرنے کے ساتھ ساتھ شکار کا بھی شوقین تھا یہ شوق بھی پورا کرنے کے ساتھ ساتھ تین سو رکعت نوافل بھی پڑھ لیتا تھا یہ ساری وقت کی خیر و برکت تھی آج اگر ایک آدمی اچھی صحت کے زمانے میں ریٹائر ہو جائے حکومت پیسہ بھی دیتی ہے کھانے کمانے کی فکر نہ ہو وہ صبح سے شروع

ہو جائے رات تک نوافل پڑھتا رہے ایمان سے بتاؤ تین سو رکعت پڑھ لے گا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ چھٹی والے دن اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں مگر حجاج بن یوسف سارے کاموں کے ساتھ فرائض کے ساتھ ساتھ تین سو رکعت نوافل یومیہ پڑھ لیا کرتا تھا پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے خود اس کی وجہ بھی تحریر فرمائی کہ اصل میں بات یہ تھی کہ اس کا زمانہ آپ ﷺ کے زمانے کے قریب تھا جیسا بھی تھا تابعین میں سے تھا صحابہ اس کے زمانے میں زندہ تھے اور یہ ساری آپ ﷺ کے زمانے کے قرب کی خیر و برکت تھی کہ حجاج جیسے آدمی کو اتنے نوافل پڑھنے کی توفیق بھی مل رہی تھی اور وقت میں بھی اتنی برکت تھی کہ سارے کاموں کے ساتھ تین سو نوافل ادا بھی ہو جاتے تھے۔

میرے دوستو! اندازہ فرمائیں کہ جب آپ ﷺ کے زمانے کے قرب کی وجہ سے ایسی خیر و برکت نصیب ہوتی ہے تو خود آپ ﷺ کے زمانے کا کیا حال ہوگا اس میں کتنی خیر و برکت ہوگی۔ ایک اور واقعہ یاد آ گیا حکیم ترمذی ایک بزرگ گذرے ہیں نوجوانی کے زمانے میں ایک عورت ان پر فریفتہ ہوگئی عاشق ہوگئی یہ کسی باغ میں نماز پڑھ رہے تھے وہاں باغ کے اندر ان کے پیچھے پہنچ گئی یہ نماز توڑ کر ہمت کر کے دیوار سے

چھلانگ لگا کر بھاگ گئے عزت بچالی بعد میں جب بوڑھے ہو گئے چالیس سال اس واقعہ کو گذر گئے تو ایک دن شیطان نے دل میں یہ وسوسہ ڈالا خیال آیا کہ حکیم ترمذی اگر تو اس وقت اس عورت کا مطلب پورا کر دیتا تو اس بیچاری کی دل شکنی بھی نہ ہوتی اور اب تو یہ بھی کر لیتا گناہ بھی معاف ہو جاتا سبحان اللہ صوفیوں کا شیطان بھی صوفی ہوتا ہے۔ بہر حال جب یہ خیال آیا تو اللہ والے تھے فوراً چونکے کہ شیطان کی حرکت ہے بڑے پریشان ہوئے رونا شروع کر دیا کہ اس وقت تو جوانی میں ہمت کر کے گناہ سے بچ گیا تھا اب بڑھاپے میں گناہ کے پھر وسوسے آرہے ہیں بڑے خطرے والی بات ہے رونا گڑگڑانا شروع کر دیا روتے روتے آنکھ لگ گئی نیند آگئی سرکار دو عالم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی آپ ﷺ نے تسلی دی کہ حکیم ترمذی پریشانی اور فکر کی کوئی بات نہیں وہ جو تو جوانی کے زمانے میں ہمت کر کے گناہ سے بچ گیا تھا وہ زمانہ میرے زمانے کے قریب تھا یہ اس قرب کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بچا لیا اب بڑھاپے میں چالیس سال بعد پھر اس گناہ کا وسوسہ آرہا ہے یہ زمانہ چالیس سال میرے زمانے سے دور ہو چکا ہے یہ اس دوری کی نحوست ہے سبحان اللہ۔

میرے دوستو! سوچو جب آپ کے زمانے کے قرب کی خیر و

برکت کا یہ حال ہے تو جب آپ خود بنفس نفیس دنیا میں تشریف فرما تھے
قرآن اتر رہا تھا وحی اتر رہی تھی اس زمانے میں کتنی خیر و برکت ہوگی صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بسا اوقات عصر کی نماز پڑھ کر اونٹ ذبح
کرتے دس حصوں میں تقسیم کرتے تھے پھر پکاتے تھے اور کھا کر جب فارغ
ہوتے تو ابھی تک سورج کھڑا ہوا ہوتا تھا یہ ساری وقت کی خیر و برکت تھی
اب سارے دن لگے رہو اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تیار کرنا بھی مشکل
ہے پکانا کھانا تو بڑے دور کی بات ہے آپ کے زمانے کی خیر و برکت کا
صرف ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کیسی خیر و
برکت کا زمانہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کے لئے کیسا زمانہ منتخب
فرمایا تھا۔

واقعہ:

حدیث میں آپ ﷺ کے حجۃ الوداع کا تذکرہ آیا ہے دس ذی
الحجہ کو صبح صادق کے فوراً بعد آپ نے غلس میں یعنی اندھیرے میں فجر کی
نماز پڑھائی ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کا مجمع تھا نماز سے فارغ ہو کر
آپ ﷺ نے وقوف مزدلفہ فرمایا طلوع آفتاب سے پہلے یہ سارا مجمع آپ
کی معیت میں مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوا کچھ پیدل تھے کچھ اونٹوں

پر سوار تھے منی پہنچ کر آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں ماریں ظاہر ہے آپ کی اتباع میں سارے مجمع نے شیطان کو کنکریاں ماریں رمی جمار سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے سو اونٹ کی قربانی دی تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کئے پھر سو اونٹوں میں سے ہر ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا۔ اس سارے گوشت کو ایک بہت بڑی ہنڈیاں میں پکایا گیا اور اس کا شوربا آپ ﷺ نے نوش فرمایا ظاہر ہے آپ کیساتھ سارے مجمع نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق قربانی کی ہوگی قربانی سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک صاف کروایا حلق کروایا اور بال تقسیم فرمائے ظاہر ہے سارے مجمع نے بھی اسی طرح حلق کروایا ہوگا پھر سارا مجمع جو لاکھ سے اوپر تھا آپ ﷺ کی معیت میں منی سے مکہ کے لئے روانہ ہوا کچھ اونٹوں پر سوار تھے کچھ پیدل تھے مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے اس سارے مجمع کے ساتھ طواف زیارت کیا طواف زیارت سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

ان سارے کاموں سے فارغ ہو کر آپ ﷺ اس مجمع کے ساتھ مکہ سے منی واپس تشریف لائے اور ظہر کی نماز واپس اپنے وقت میں منی

کے مقام پر جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔

اللہ اکبر میرے دوستو ارش آج کل بھی ہوتا ہے مگر انتظامات بھی ہوتے ہیں ذرا سوچیں چودہ سو سال قبل ایک لاکھ کا مجمع کوئی معمولی مجمع تھا پھر انتظامات نہ ہونے کے برابر تھے اس تھوڑے سے وقت میں اتنے سارے کاموں کا ہو جانا آپ کا معجزہ ہی تھا اور وقت کی خیر و برکت ہی تھی اس کی کوئی اور توجیہ ممکن نہیں آج جن کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت بخشی ہے وہ جانتے ہیں کہ سارے دن میں بڑی مشکل سے ایک کام بھی نہیں ہوتا اور طواف زیارت کے لئے بیت اللہ جاؤ تو منیٰ میں واپس آ کر نماز کا پڑھنا ناممکن ہوتا ہے۔

بہر حال بات یہ چل رہی ہے کہ دوسرے نمبر پر مسئلہ تھا نزول قرآن کے لئے زمانے کے انتخاب کا تو اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کے لئے وہ زمانہ منتخب فرمایا جو سارے زمانوں کا سردار تھا اور زمانے کے تمام حصوں سے افضل اور عمدہ تھا۔ تیسرے نمبر پر مسئلہ تھا زبان کے انتخاب کا کہ قرآن کریم کس زبان میں نازل کیا جائے۔

میرے دوستو! یہ باتیں ساری اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں ارشاد فرمایا:

واختلاف السنتکم والوالکم ان فی ذالک

تم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو تمہارے رنگ مختلف ہیں تمہاری زبانیں مختلف ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے تو زبانیں ساری اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں مگر میرے دوستو! ان ساری زبانوں کی سردار عربی زبان ہے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کو جو کمال اور وسعت عطاء فرمائی ہے وہ دنیا کی کسی زبان میں نہیں ہے اور عربی کا یہ کمال علماء ہی سمجھ سکتے ہیں عوام الناس کی سمجھ میں آنے والا نہیں ہے مگر آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

پہلی مثال:

ہماری اردو، فارسی، ہندی میں اگر متکلم اپنے مخاطب کو شیر کا معنیٰ سمجھانا چاہے مثلاً یہ کہنا چاہے کہ ہماری کالونی میں شیر آیا ہے یا شیر نے حملہ کر دیا ہے تو اس کے لئے اردو، فارسی، ہندی میں دو تین لفظ لیں گے مثلاً شیر وغیرہ لیکن میرے دوستو! عربی زبان میں شیر کے معنیٰ پر دلالت کرنے کے لئے کم از کم ایک ہزار الفاظ ہیں۔

جی ہاں ایک نہیں دو نہیں دس نہیں بیس نہیں سو نہیں بلکہ ایک ہزار الفاظ میں جو شیر کے معنیٰ کو بیان کرتے ہیں سرسری طور پر سوچنے سے چند

الفاظ تو فوری طور پر اب سمجھ آ میرے ذہن میں آ گئے ہیں لفظ اسد کا معنیٰ بھی شیر ہے اسامہ کا معنیٰ بھی شیر ہے غضنفر کا معنیٰ بھی شیر ہے قسورہ کا معنیٰ بھی شیر ہے یہ لفظ سورۃ مدثر میں خود قرآن میں آیا ہے۔ لیث کا معنیٰ بھی شیر ہے۔ اس سے اندازہ کر لیں اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کو کیسی وسعت اور کمال عطاء فرمایا ہے۔

دوسری مثال:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أحبّو العرب لثلاث

اہل عرب سے تین باتوں کی وجہ سے محبت کیا کرو ایک تو اس لئے کہ میں تمہارا پیغمبر عربی ہوں۔

والقرآن عربی۔

دوسرا اس لئے کہ تمہاری آسمانی کتاب قرآن کریم عربی ہے۔

ولسان اهل الجنة عربی

اور تیسرا اس لئے کہ اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔ علماء نے بیان فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی ساری زبانیں مٹ جائیں گی فنا ہو جائیں گی ختم ہو جائیں گی لیکن عربی زبان کو اللہ تعالیٰ دوام اور بقاء بخشیں

گے اس دنیا نے اور دنیا کی ہر چیز نے ختم ہو جانا ہے مٹ جانا ہے فنا ہو جانا ہے لہذا ساری زبانیں ختم ہو جائیں گی جنت اور جنت کی ہر چیز ہمیشہ باقی رہے گی۔ لہذا جنتیوں کی زبان عربی بھی ہمیشہ باقی رہے گی۔ چوتھے نمبر پہ مسئلہ درپیش تھا کہ یہ قرآن کریم کس امت کو دیا جائے تو میرے دوستو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے امت محمدیہ کا انتخاب فرمایا جس کو خود اللہ تعالیٰ نے خیر الامم فرمایا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ امت تمام امتوں سے افضل تھی اور اعلیٰ تھی سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا میں اور میری امت دنیا میں سب سے آخر میں آئے لیکن جنت میں سب سے پہلے جائیں گے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جنت میں جانے والوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ اس میں اسی صفیں صرف امت محمدیہ کی ہوں گی یعنی دو تہائی جنت میں جانے والوں کی تعداد امت محمدیہ کی ہوگی حالانکہ زمانہ ان کا سابقہ امتوں کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے اس میں ایک ایک ہزار سال والے لمبی عمر والے پیغمبر بھی آئے نوح علیہ السلام جیسے طویل عمر والے پیغمبر بھی آئے اسی طرح انبیاء علیہم السلام آتے رہے تشریف لے جاتے رہے آخر

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے آپ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اور آپ کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد پانچ سو سال کا زمانہ فترت کا گزرا ہے جس میں کوئی پیغمبر اور نبی نہیں آیا اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے اور تریسٹھ سال دنیا میں گذار کر تشریف لے گئے اور آپ کو گئے چودہ سو سال کا زمانہ گذر چکا ہے اب اندازہ فرمائیں کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا زمانہ کتنا تھا اور اسمیں کتنی مخلوق آئی ہوگی اور اس کی کتنی کثیر تعداد ہوگی اور آپ کا زمانہ کتنا کم ہے اسی حساب سے آپ کی امت کی تعداد بھی کم ہوگی۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی امت کی قلت تعداد کو ایک مثال سے بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا ایک بیل ہو جس کا سارا چمڑا اور کھال سفید ہو اور اس کی کمر پر سیاہ داغ ہو اس سیاہ داغ میں جتنے بال ہیں وہ امت محمدیہ کی تعداد سمجھو اور پورے چمڑے اور کھال میں جتنے بال ہیں وہ باقی امتوں کی تعداد سمجھو تو عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تعداد کے اعتبار سے یہ امت باقی امتوں کے مقابلے میں انتہائی قلیل اور محدود ہے مگر جنت میں جانے والوں کے اعتبار سے اس کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی جنت میں جانے والوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اس میں اسی صفیں صرف

امت محمد یہ کی ہوں گی باقی چالیس صفیں باقی امتوں کی ہوں گیں۔

پانچویں نمبر پر مسئلہ درپیش تھا کہ یہ قرآن کریم کس پیغمبر پر نازل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا انتخاب فرمایا دو جہانوں کے سردار کا انتخاب فرمایا آپ کا ارشاد ہے۔

انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر۔

میں قیامت والے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور فخر سے نہیں کہتا بلکہ اظہار حقیقت کے لئے کہتا ہوں، میرے دوستو! خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کے لئے جتنی چیزوں کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ منتخب فرمائیں زمین سب سے اعلیٰ زمانہ سب سے افضل زبان ساری زبانوں کی سردار امت خیر الامم اور پیغمبر دو جہانوں کا سردار غرض ساری چیزیں سب سے اعلیٰ اور آپ سن چکے ہیں اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں غلطی کا بھی امکان نہیں اور عاجز آنے کا بھی احتمال نہیں ہے۔

میرے دوستو! یہ ساری تمہیدی بات تھی مگر ضرورت سے زائد طویل ہو گئی لیکن انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہیں ہے اصل میں اگلی بات کہنا چاہتا ہوں جو تمنا مختصری ہے مگر تمہید طولانی کا مصداق ہو گی وہ بات یہ ہے کہ آپ سوچیں جس اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کے لئے ساری چیزیں سب

سے اعلیٰ منتخب فرمائی ہیں اسی اللہ تعالیٰ کو اسباب کے درجے میں قرآن کریم کی خدمت کے لئے ایسے چند انسانوں کی ضرورت تھی جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دنیا کی عیاشیوں کولذتوں کو مزوں کو چھوڑ کر قرآن کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں رات دن اس کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں تو کیا خیال ہے آپ کا اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآن کے لئے کیسے انسانوں کا انتخاب کیا ہوگا ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اور ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآن کے لئے سب سے گھٹیا کرے پڑے لوگوں کا خدمت قرآن کے لئے انتخاب کیا ہے ہاں ہاں میں سچ عرض کر رہا ہوں ہم واقعۃ ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہمارا برتاؤ ایسا ہی ہوتا ہے کسی کا بیٹا ڈاکٹر بن جائے بیرون ملک سے ڈگری لے کر آ جائے انجینئر بن جائے تو فخریہ اس کا اظہار ہوگا استقبال ہوگا پورے خاندان کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے۔

فوج کا جنرل کرنل بن جائے اسمبلی کا ممبر بن جائے وزیر بن جائے تو پورے علاقے والے اس پر فخر کا اظہار کریں گے لیکن سچ بتاؤ میرے دوستو! کسی کا بیٹا اگر حافظ قرآن بن جائے دین کا عالم مفتی بن جائے تو کیا خاندان والوں کو علاقے والوں کو اتنی خوشی ہوتی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ہم جو بھی سمجھیں مگر یہ بات طے ہے اور

دلائل سے ثابت ہے مشاہدے اور تجربے سے ثابت ہے کہ جس اللہ تعالیٰ
نے اپنی کلام پاک کے لئے ساری چیزیں سب سے اعلیٰ اور افضل منتخب
فرمائی ہیں اسی اللہ تعالیٰ نے یقیناً اپنی کلام پاک کی خدمت کے لئے بھی
ایسے انسانوں کا انتخاب فرمایا ہے جو یقیناً اس کی نگاہ میں سب سے اعلیٰ اور
افضل تھے اور اس کا اعلان چودہ سو سال قبل اپنے پیغمبر کی سچی زبان سے
کروادیا۔

خیرکم من تعلّم القرآن و علّمہ۔

اور میرے دوستو! یہ صرف اعلان اور دعویٰ نہیں بلکہ دنیا اور
آخرت میں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے اور ہوگا
آخرت میں حافظ قرآن کی جیب میں جنت کے دس ویزے ہوں گے اس
کی سفارش پر اللہ تعالیٰ دس آدمیوں کو جنت کا داخلہ نصیب فرمائیں گے۔
آج اگر کسی کی جیب میں انگلینڈ کے دس ویزے ہوں تو کیا خیال ہے اس
کی کیسی قدر ہوتی ہے اور کیسی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ آخرت کی طرح میرے
دوستو! دنیا میں بھی قرآن کی خدمت کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا
معاملہ عجیب وغریب ہوتا ہے ایسا مزہ اور ایسا چین سکون نصیب ہوتا ہے جو
دنیا کے بادشاہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا ہوگا پھٹے پرانے

کپڑوں میں چٹائیوں پر بیٹھ کر دال روٹی کھا کر جو مزہ اور چین ان کو اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا ہے سچ کہتا ہوں بادشاہوں نے بھی کبھی خواب میں نہیں دیکھا خلیفہ منصور عباسی ایک مطلق العنان بادشاہ گذرا ہے میں نے اس کا واقعہ پڑھا ہے اور وہ واقعہ پڑھ کر مجھے بہت رونا آیا کہ جو بات بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھی وہ اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے نالائقوں کو مفت میں بن مانگے عطاء فرمادی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اس کی ناقدری سے بچائے۔ آمین

خلیفہ منصور عباسی سے اس کے درباریوں نے پوچھا امیر المؤمنین آپ اتنی بڑی سلطنت کے بادشاہ ہیں آپ کے منہ سے بات بعد میں نکلتی ہے اور پوری پہلے ہو جاتی ہے ہزاروں خادم اور غلام آپ کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے ہیں امیر المؤمنین یہ تو بتائیں اب بھی کوئی ایسی خواہش اور تمنا ہے جو پوری نہ ہوئی ہو اور آپ کا دل اس کے لئے بے تاب ہو۔ خلیفہ منصور نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا ہاں اتنی بڑی بادشاہی کے باوجود ایک خواہش اور تمنا اب بھی باقی ہے جس کی مجھے حسرت ہے وہ تمنا یہ ہے کہ میرا دل چاہتا ہے ایک حجرہ ہو اور اس میں بوسیدہ چٹائیاں بچھی ہوئی ہوں اور اس حجرہ میں حدیث شریف پڑھنے والے طالب علم جمع ہوں اور

میں حدیث کی مسند پر بیٹھ کر ان کو حدثنا فلاں کہہ کر احادیث لکھوا رہا ہوں
اور وہ مجھ سے حدیث کے بارے میں اس کی سند کے بارے میں تحقیقات
اور سوالات کر رہے ہوں اور میں ان کو جوابات دے رہا ہوں یہ ایسی
خواہش اور مزہ ہے جو مجھے نصیب نہیں ہوا اور اس کا مجھے افسوس رہے گا۔

میرے دوستو! یہ واقعہ پڑھ کر مجھے اتنا رونا آیا کہ ہچکی بندھ گئی
بالکل بغیر مبالغہ کے سو فیصد سچی اور حقیقی بات ہے کہ حدیث شریف کے
پڑھنے پڑھانے میں جو مزہ ہے وہ بادشاہوں کو اپنی بادشاہت میں بھی
نصیب نہیں ہے۔ مگر یہ مزہ ایسا ہے جو دوسروں کو نہیں سمجھایا جا سکتا ہے اس
سے حاصل تو کیا جا سکتا ہے مگر دو دونے چار کر کے کسی کو سمجھایا نہیں جا سکتا
جیسے نابالغ کو بلوغ کی کیفیت نہیں سمجھائی جا سکتی۔

بعض ذوقی چیزیں بھی ایسی ہوتی ہیں کہ دوسروں کو زبان سے نہیں
سمجھائی جا سکتیں مثلاً ایک آدمی نے کبھی آم نہیں کھائے ایسے ملک میں پیدا
ہوا جہاں آم نہیں ہوتے اب اس کو کوئی کیسے سمجھائے کہ آم کیسا میٹھا ہوتا
ہے کسی نے اس کو بتایا آم ایسے میٹھا ہوتا ہے جیسے خربوزہ میٹھا ہوتا ہے یہ بھی
غلط ہے دوسرے نے بتایا آم اس طرح میٹھا ہوتا ہے جیسے گڑ میٹھا ہوتا ہے
ظاہر ہے یہ بات بھی غلط ہے غرض زبان سے کوئی ایسی تعبیر نہیں کی جا سکتی

جس سے متکلم اپنے مخاطب کو آم کی مٹھاس سمجھا سکے اس کا تو ایک ہی طریقہ ہے کہ آم کاٹ کر پلیٹ میں ڈال کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے کہ لو صاحب خود ہی کھا کر اس کا ذائقہ معلوم کرلو۔

دوسری مثال:

ایک آدمی نے کبھی گلاب اور چنبیلی کی خوشبو نہیں سونگھیں اب چالیس سالہ تجربہ کار مالی جس کی ساری زندگی باغ میں گذری ایسا مالی بھی گلاب اور چنبیلی کی خوشبو کا فرق زبان سے نہیں سمجھا سکتا ہاں اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ دونوں پھول اس کے سامنے لاکر رکھ دیئے جائیں کہ میاں خود سونگھ کر فرق سمجھ جاؤ اور محسوس کرلو۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ بعض چیزوں کا تعلق عملی تجربے سے ہوتا ہے خود عملی تجربہ کر کے ان کو سمجھا جا سکتا ہے دوسرا زبان سے ہزار محنت کر کے بھی نہیں سمجھا سکتا بات لمبی ہوگئی لگتا ہے آپ تھک گئے ہیں تازگی اور نشاط پیدا کرنے کے لئے ایک لطیفہ سن لیں جو ہمارے موضوع کے مناسب ہے۔

پہلا واقعہ:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک حافظ جی نابینا تھے بچوں کو پڑھاتے تھے ایک دن ایک بچہ کہنے لگا حافظ جی ہمارے پاس آج کھیر پکی

ہے۔ آپ کھیر تناول فرمائیں گے۔ حافظ جی نے زندگی میں کبھی کھیر کھائی نہیں تھی پوچھنے لگے بیٹا کھیر کیسی ہوتی ہے بچہ بولا حافظ جی کھیر سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ حافظ جی نے رنگ کہاں دیکھے کہنے لگے سفید رنگ کیسا ہوتا ہے۔ بچہ سوچ میں پڑ گیا کہ حافظ جی کو سفید رنگ کیسے سمجھاؤں یہ دریا کے کنارے آباد تھے۔ بچے نے سفید رنگ کے بگلے بہت دیکھے تھے بچہ بولا حافظ جی کھیر ایسے سفید ہوتی ہے جیسے بگلا سفید ہوتا ہے۔ حافظ جی بیچارے نے بگلا کہاں دیکھا پھر پریشان ہوگئے پوچھنے لگے بیٹا بگلا کیسا ہوتا ہے بچے نے اپنا بازو موڑ کر ٹیڑھا کر دیا اور کونی والا حصہ اونچا کر کے حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر اپنے بازو پر پھرایا کہ حافظ جی بگلا ایسا ہوتا ہے۔ حافظ صاحب تڑپ کر رہ گئے کہنے لگے نہ بھائی ایسی ٹیڑھی کھیر گلے سے کیسے اترے گی میں ایسی کھیر کھانے کے لئے تیار نہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کا تو ایک ہی طریقہ تھا کہ کھیر کا طباق بھر کر حافظ صاحب کے سامنے لا کر رکھ دیا جاتا کہ حافظ جی کھا کر دیکھ لو کھیر ایسی ہوتی ہے تو حافظ جی دوسرا طباق بھی منگواتے تو میں واقعہ بیان کر رہا تھا خلیفہ منصور عباسی کا درمیان میں بات دوسری طرف چلی گئی دوسرے دن درباریوں نے دربار کو بھر دیا اپنے ساتھ اپنے بچوں کو بھی لے آئے کاغذ قلم بھی لے کر آ گئے اور کہنے لگے امیر

المومنین آج ہم آپ کی یہ آخری خواہش بھی پوری کرتے ہیں آپ حدیث شریف لکھوائیں ہم سارے آپ کے شاگرد بن کر حدیث شریف لکھتے ہیں تاکہ آپ کی یہ تمنا بھی پوری ہو جائے بادشاہ نے پھر ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا کہ تم کہاں اور حدیث کے طالب علم کہاں وہ پھٹے پرانے کپڑوں والے ہوتے ہیں تھکی ہوئی پیشانیوں والے ہوتے ہیں۔ خمار آلود آنکھوں والے ہوتے ہیں تم جاؤ یہ کام تمہارے بس کا نہیں ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو! قرآن وحدیث کی خدمت کرنے والوں کے ساتھ واقعۃً اللہ تعالیٰ کا دنیا میں بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے ایک واقعہ تو آپ سن چکے ہیں۔

دوسرا واقعہ:

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ دو بھائی تھے بڑے بھائی کا نام اکبر علی تھا چھوٹے بھائی کا نام اشرف علی ان کے والد صاحب صاحب حیثیت تھے دنیا کا مال و دولت بھی اللہ تعالیٰ نے دیا تھا مگر دین کی سمجھ بھی نصیب ہوئی تھی بڑے بیٹے اکبر علی کو سکول کالج کی انگلش کی تعلیم دلوائی وہ بہت بڑے افسر بنے اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب گاؤں کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہوئے تو ان کو اس زمانے کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں داخل کرا دیا گیا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی چچی حضرت کے والد

صاحب کو کہنے لگیں بھائی جان اکبر علی کو تو آپ نے انگلش کی تعلیم دلائی ہے وہ تو بڑا ہو کر افسر بنے گا پورے خاندان کی کفالت کرے گا لیکن اشرف علی بیچارے کو تو آپ نے مدرسے میں داخل کروا دیا ہے یہ کہاں سے کمائے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب نے بڑا عجیب جواب دیا فرمایا بھابھی صاحبہ تو یاد رکھنا اشرف علی جب پڑھ کر آئے گا تو اکبر علی جیسے ہزاروں اس کی جوتیوں میں بیٹھنے میں فخر محسوس کریں گے۔ اللہ والے کی زبان سے نکلا ہوا جملہ تھا اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ کر دکھایا اور واقعۃً ایسا ہوا جن حضرات نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھے اور سنے ہیں وہ جانتے ہیں واقعۃً ایسا ہوا بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ بڑے بڑے عہدوں والے مناصب والے اور بڑی بڑی ریاستوں کے نواب حضرت کے مرید ہوئے اور حضرت کی شاگردی اختیار کی، ہمارے شیخ نے ایک عجیب واقعہ سنایا کہ حضرت آخری عمر میں معذور ہو گئے تھے عصر کی نماز کے بعد دونوں گھروں میں جانا ہوتا تھا ایک نواب نے درخواست کی کہ اگر حضرت اجازت ہو تو میں پہیوں والی کرسی بنوا کر لے آتا ہوں جس پر تشریف فرما ہو کر گھر تشریف لے جایا کریں حضرت نے اجازت دے دی

کرسی بن کر آ گئی عصر کی نماز کے بعد حضرت ؒ اس کرسی پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ ریاست کے نواب صاحب حضرت کی کرسی کو اپنے ہاتھوں سے دھکیل کر حضرت کو گھر لیجا رہے ہیں بالکل وہی منظر تھا کہ ,شرف علی جب پڑھ کر آئے گا تو اکبر علی جیسے ہزاروں اس کی جوتیوں میں فخر محسوس کریں گے۔

تیسرا واقعہ:

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ اپنے حجرے میں مطالعہ فرما رہے ہیں سبق پڑھانے کے لئے تیار ہو رہے ہیں ایک ریاست کا نواب دوزانو بیٹھا ہوا ہے اور درخواست کر رہا ہے کہ حضرت ہماری ریاست میں تشریف لے چلیں اور دعاء فرمادیں حضرت فرمارہے ہیں پہلے سبق ہوگا اور پھر انشاء اللہ آپ کے ساتھ بھی چلے جائیں گے ایک طالب علم حضرت کی خدمت پر مامور تھا اس نے الماری سے ایک کستوری کی شیشی نکالی وہ شیشی اس زمانے میں نوے روپے کی آئی تھی آج کل کا حساب خود کرلیں وہ شیشی طالب نے پوری اپنے ہاتھ پر انڈیل دی کچھ حضرت کی داڑھی پر کچھ کپڑوں پر مل دی نواب صاحب حیرت سے یہ سارا منظر دیکھتے رہے آخر میں کہنے لگے کہ حضرت یہ ایک شیشی

نوے روپے کی آتی ہے اور آپ نے ایک ہی مرتبہ میں ساری ختم کر دی الی ہے حضرت مسکرائے اور فرمایا نواب صاحب میں جس کے لئے لگا تا ہوں وہ ہر مہینے کی تیس شیشیوں کا پہلے ہی انتظام کر دیتا ہے بات ختم ہو گئی۔ حضرت حدیث شریف کا سبق پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے سبق ہوا نواب صاحب بھی سبق میں شریک ہوئے سبق کے اختتام کے بعد حضرت نواب صاحب کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر ریاست کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں نواب صاحب فرمانے لگے کہ حضرت آئندہ ہر ماہ کی تیس شیشیاں میرے ذمے ہیں حضرت مسکرائے اور فرمایا نواب صاحب میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جس کے لئے لگا تا ہوں وہ ہر مہینے کی تیس شیشیوں کا انتظام پہلے ہی کر دیتا ہے سبحان اللہ۔

چوتھا واقعہ:

امام مالک رحمہ اللہ روزانہ جب مسجد نبوی شریف میں حدیث پڑھانے تشریف لاتے تو روزانہ نیا جوڑا پہن کر آتے کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ ایک ہی آدمی سال کے شروع میں تین سو ساٹھ جوڑے اکٹھے بنوا کر لے آتا ہے میں روزانہ ایک جوڑا پہن کر آگے صدقہ کر دیتا ہوں۔

میرے دوستو! ایسے کئی واقعات مجھے اور بھی یاد آرہے ہیں مگر بات سمجھانے کے لئے یہ بھی کافی ہیں مقصود یہ تھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک کی خدمت کے لئے ساری چیزیں سب سے اعلیٰ منتخب فرمائی ہیں اس اللہ تعالیٰ نے یقیناً اپنی کلام پاک کی خدمت کے لئے بھی سب سے اعلیٰ وافضل انسانوں کا انتخاب فرمایا آپ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے اس کا اعلان فرمایا:

خیرکم من تعلم القرآن و علمه

اور یہ صرف اعلان نہیں بلکہ مشاہدہ اور تجربہ گواہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا یقین نصیب فرمائے۔ اوراس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمين

گیارھویں تقریر (حصہ دوم)

مختلف مقامات پر دستار بندی اور ختم قرآن کے موقع پر مندرجہ ذیل تقریر بار بار کی گئی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَلَا نَظِیْرَ لَهٗ وَلَا وَزِیْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً، اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.
وانّه لتنزيل ربّ العالمين نزل به الرّوح الأمين
علی قلبک لتكون من المنذرين بلسان عربیّ
مبین۔ (سورة:شعراء/ پ:۱۹)
اور یہ قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا لے کر اترا ہے اس
کو فرشتہ معتبر تیرے دل پر کہ تو ہو ڈر سنا دینے والا کھلی عربی
زبان میں۔
وقال النبی ﷺ:
خیرکم من تعلم القرآن وعلّمه أو کماقال علیه
الصلاۃ والسلام۔ صدق الله العظیم و صدق
رسوله النبی الکریم۔
اللّٰھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا
محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری

ویسّرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا

قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً

سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت

العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ بیان میں آپ سن چکے ہیں کہ جس اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے لئے ساری چیزیں سب سے اعلیٰ منتخب فرمائی ہیں اسی اللہ تعالیٰ نے یقیناً اپنی کلام کی خدمت کے لئے بھی ایسے انسانوں کا انتخاب فرمایا جو اس کی نگاہ میں سب سے اعلیٰ اور افضل تھے اس پر بڑی تفصیل سے بات ہوئی آج اسی بات کو اسی مضمون کو میں دوسرے انداز سے مختصراً دوبارہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات:

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے معاشرہ کو مختلف طبقات کا مجموعہ بنایا ہے جہاں تقسیم کار کا نظام تکوینی طور پر چل رہا ہے یہ سارے طبقات اپنا اپنا کام کرتے ہیں تب جا کر معاشرے کی گاڑی چلتی ہے اس معاشرے میں ڈاکٹر بھی ہیں انجینئر بھی ہیں پروفیسر اور سائنسدان بھی ہیں مستری اور مزدور بھی ہیں موچی اور درزی بھی ہیں سبزی

فروش اور دودھ فروش بھی ہیں نانبائی اور طباخ باورچی بھی ہیں۔ غرض ہر طبقے کے لوگ ہیں جو اپنا اپنا کام اپنے اپنے وقت پر کر رہے ہیں تو معاشرے کی گاڑی چل رہی ہے اگر ان طبقات میں سے کوئی طبقہ اپنا کام چھوڑ دے ہڑتال کر دے یا اس طبقہ کا وجود ہی ختم کر دیا جائے تو بتایئے معاشرے کی گاڑی آسانی سے چل سکتی ہے ممکن ہی نہیں مثال کے طور پر فرض کریں ایک ایسا معاشرہ ہے جس میں سارے طبقات اپنا اپنا کام کر رہے ہیں لیکن ڈاکٹر نام کی کوئی چیز نہیں نہ دواخانہ ہے نہ ہسپتال ہے نہ ڈاکٹروں کا طبقہ ہے دور دور تک ڈاکٹروں کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔

میرے دوستو! سوچیں اس معاشرے میں رہنے والے لوگ آسانی کے ساتھ زندگی گذار سکتے ہیں بیمار ہوں گے تو علاج کون کرے گا دوا کون دے گا اگر ڈاکٹر دوسرے گاؤں میں دستیاب ہو فاصلے پر ہو تب بھی غریبوں کے لئے وہاں مریض کو لے جانا ایک بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح فرض کریں ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں انجینئر نام کی کوئی چیز نہیں ہے تو بتایئے مکانات کے پلوں کے فیکٹریوں اور کارخانوں کے نقشے کون بنائے گا پروفیسر اور ماسٹر حضرات نہیں ہیں تو بچوں کو پڑھائے

گا کون جہالت کا دور دورہ ہوگا یہ تو بڑے حضرات ہیں ان کو چھوڑ و اگر کوئی ایسا معاشرہ ہے جہاں موچی درزی حجام نہیں ملتے ان کا وجود ختم کر دیا گیا تو سوچئے اس معاشرے میں رہنے والے لوگ آسانی کے ساتھ زندگی گذار سکتے ہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کسی معاشرے میں مستری مزدور نہیں ملتے تو مکان کون بنائے گا، اینٹیں گارا کون اٹھائے گا اب چونکہ یہ سارے طبقات جگہ جگہ دستیاب ہیں اور اپنا کام بھی کر رہے ہیں اس لئے ہمیں ان کی قدر نہیں ہوتی پرواہ نہیں ہوتی لیکن واقعۃً اگر ان طبقات میں کسی ایک طبقے کا وجود ختم کر دیا جائے تو سوچیں زندگی گذارنا کتنا مشکل ہو جائے اور کتنی پریشانی بن جائے۔

دوسری بات:

میرے دوستو اور بزرگو! خوب غور کے ساتھ سنو اور اچھی طرح سمجھو اسلامی معاشرے کو جس طرح ان سارے طبقات کی ضرورت ہے ڈاکٹروں کی پروفیسروں کی ضرورت ہے اسی طرح ایک اسلامی معاشرے کو قرآن کریم کے حافظوں کی قاریوں کی دین کے علماء اور مفتی حضرات کی بھی یقیناً ضرورت ہے جو دینی امور میں اور مسائل میں عوام الناس کی راہنمائی بھی کریں گے اور ان کے دینی امور بھی نمٹائیں گے ان کو نمازیں

پڑھائیں گے تراویح میں قرآن سنیں گے اور سنائیں گے جمعہ عید پڑھائیں
گے نکاح پڑھائیں گے اس قسم کے جتنے امور ہیں ان سب کو نمٹانے کے
لئے حفاظ اور قراء علماء مفتی حضرات کی یقیناً ضرورت ہے اب فرض کریں
ایک ایسا معاشرہ ہے جس میں معاشرے کے سارے طبقات ہیں ڈاکٹر بھی
ہیں انجینئر بھی ہیں پروفیسر اور سائنسدان بھی ہیں مستری اور مزدور بھی ہیں
جج اور وکیل بھی ہیں مگر وہ معاشرہ ایسا ہے کہ اس میں قرآن کا حافظ کوئی
نہیں اور قرآن کا قاری نہیں ہے دین کا عالم اور مفتی نہیں ہے تو بتایئے ایسا
معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلا سکتا ہے۔ یقیناً نہیں اب ہمارے حکمران مختلف
قسم کی سازش کر کے مختلف قسم کے حیلے بہانے کر کے ان طبقات کا وجود ختم
کرنا چاہتے ہیں نمازیں کون پڑھائے گا تراویح میں قرآن کون سنائے گا۔
بیویوں کو طلاق دے بیٹھو گے تو ان کا حل کون بتائے گا۔ باقی جتنے طبقات
ہیں ان سب کی پیداوار کا ان کے وجود کا ان کے تحفظ کا سرکاری سطح پر
معقول انتظام ہے کہ مستقل محکمے ہیں بجٹ میں ان کے لئے باقاعدہ بہت
بڑی رقم مختص کی جاتی ہے میڈیکل کالج اور یونیورسٹیاں ہیں انجینئرنگ
کالج ہیں اور یونیورسٹیاں ہیں غرض ایک مکمل نظام ہے پھر ان کی زمینوں کا
حساب لگاؤ بجلی اور گیس کے بلوں کا حساب لگاؤ ان میں پڑھنے پڑھانے کی

مراعات اور تنخواہ کا حساب لگاؤ ایک ایک زمین جو ایک ایک یونیورسٹی کو الاٹ کی جاتی ہے اس کا حساب لگاؤ پاکستان کے سارے اسلامی مدارس کی زمین ایک طرف جمع کرو اور صرف ایک یونیورسٹی کی زمین دوسری طرف ہو تو یونیورسٹی کی زمین پاکستان کے سارے اسلامی اور دینی مدارس کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔

پاکستان کے تمام دینی مدارس کا سالانہ بجٹ ایک طرف اور یک یونیورسٹی کا سالانہ بجٹ ایک طرف۔ ایک یونیورسٹی کا سالانہ بجٹ پاکستان کے تمام دینی مدارس کے مقابلے میں زیادہ ہوگا غرض سارے ۔ ۔ کو حکومت پیدا بھی کر رہی ہے اور پال بھی رہی ہے حفاظت بھی کر رہی ہے لیکن اسلام کے نام پر بننے والے اسلامی ملک میں اسلامی طبقات دینی خدمات سرانجام دینے والے طبقات کسمپرسی کا شکار ہیں ان کے وجود کو ۔ ۔نے کی کوششیں کی جارہی ہیں ہر طرح سے ان کو تنگ کیا جارہا ہے میڈیا کے ذریعے ان کو بدنام کیا جارہا ہے میڈیا کے ذریعے عوام الناس کو ان سے متنفر کیا جارہا ہے میڈیا کے ذریعے ان کی کردار کشی کی جاتی ہے مختلف چینلز کے ذریعے جدید تعلیم یافتہ حضرات کو ماڈرن اسکالرز کے طور پر دینی راہنماؤں کے متبادل کے طور پر پیش کیا جارہا ہے حالانکہ وہ دینی تعلیم

کے ماہر تو کیا دینی تعلیم کے حروف ابجد سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہو۔ نہ قرآن صحیح پڑھنا نہیں آتا حدیث شریف کی عربی عبارت صحیح پڑھنی نہیں آتی خلاصہ یہ ہے پوری بات کا کہ ایک اسلامی معاشرے کو تمام طبقات کے ساتھ ساتھ دینی خدمات سرانجام دینے والے طبقات کی بھی اشد ضرورت ہے ورنہ وہ معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور ایک اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ جس طرح باقی طبقات کی پیداوار اور وجود کا اور ان کی بقاء کا انتظام کرتی ہے تحفظ کا انتظام کرتی ہے اسی طرح اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینی خدمات سرانجام دینے والے طبقات کا بھی انتظام کرے لیکن اگر حکومت غفلت سے کام لیتی ہے تو پھر یہ ذمہ داری عام مسلمانوں کی بنتی ہے کہ وہ اپنے علاقوں میں اسلامی تعلیم اور دینی تعلیم کا انتظام کریں، اور پہلے سے قائم شدہ دینی مدارس کی حوصلہ افزائی کریں ہر طرح سے ان کی امداد اور دیکھ بھال کریں۔

تیسری بات:

آپ سب حضرات جانتے ہیں ہر چیز کے پیدا ہونے کی اور تیار ہونے کی اپنی اپنی جگہیں ہیں فیکٹریاں اور کارخانے ہیں مارکیٹیں اور

بازار ہیں۔ ایک آدمی سبزی منڈی میں گھوم رہا ہے ایک دوست مل گیا پوچھنے لگا یہاں کیا کر رہے ہو کہنے لگا یار بیٹے کی شادی ہے زیور خریدنے آیا تھا، دوست کہنے لگا ارے بیوقوف زیور سبزی منڈی میں نہیں ملتے یہاں تو آلو، پیاز، ٹماٹر بکتے ہیں ور ملتے ہیں۔ زیور لینا ہے تو صرافہ مارکیٹ جاؤ۔

میرے دوستو اور بزرگو! ہر چیز کے تیار ہونے کی فیکٹری الگ ہے کارخانہ الگ ہے بکنے کا بازار اور مارکیٹ الگ ہے میڈیکل کالج ڈاکٹر تیار کر رہے ہیں انجینئرنگ کالج انجینئر تیار کر رہے ہیں کچھ یونیورسٹیاں پروفیسر تیار کر رہی ہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو! قرآن کے حفاظ اور قراء دین کے علماء اور مفتی حضرات تیار کرنا یہ کام مدارس کا ہے ان کے پیدا ہونے کی جگہیں تیار ہونے کے مراکز دینی مدارس ہیں۔ آپ سوچیں پورے ملک میں لاکھوں مساجد ہیں ہر مسجد کو امام اور خطیب کی ضرورت ہوتی ہے مؤذن کی ضرورت ہوتی ہے رمضان میں تراویح میں قرآن سنانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح تراویح میں سامعت کی قرآن سننے کی ضرورت ہوتی ہے اور الحمد للہ یہ ضرورت احسن طریقے سے پوری ہو رہی ہے۔ ہر مسجد کو امام بھی میسر ہے مؤذن بھی میسر ہے خطیب بھی مل رہا ہے اور ہر سال تراویح میں

قرآن سنانے والا بھی مل رہا ہے قرآن سننے والا بھی مل رہا ہے۔
آپ سوچیں یہ سارے لوگ کہاں سے آ رہے ہیں یونیورسٹیوں کا کام تو ڈاکٹر بنانا ہے پروفیسر پیدا کرنا ہے کلرک بنانا ہے پھر یہ اتنی کثیر تعداد میں لوگ کہاں سے پیدا ہو رہے ہیں یہ انہی مدارس کی برکت ہے جو اپنی مدد آپ کے تحت چل رہے ہیں اپنوں اور بیگانوں کی دشمنی اور طعنہ زنی برداشت کرکے بھی دینی خدمات میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سوچیں یہ مسلمانوں کا ملک ہے یہاں کی آبادی کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کی آبادی ہے۔ ان کو اپنی زندگی میں سینکڑوں قسم کے دینی مسائل پیش آتے ہیں نکاح کے، طلاق کے، وراثت کے، نماز روزے کے، جنازے کے تدفین تکفین کے، روزمرہ کے معاملات کے ان سارے مسائل کا حل بتانے والے ماہر مفتی حضرات ملک کے ہر شہر میں موجود ہیں جن سے زبانی یا ٹیلیفون کے ذریعے یا خط کے ذریعے ان مسائل کا حل معلوم کیا جا سکتا ہے اور کیا جا رہا ہے آپ کو پتہ ہے یہ سارے مفتی حضرات کہاں سے پیدا ہو رہے ہیں کس فیکٹری میں تیار ہو رہے ہیں حکومت کی زیرِ نگرانی چلنے والا کونسا ادارہ ہے۔ جہاں سے یہ مفتی حضرات کورس کرکے فارغ ہو رہے ہیں جواب نفی میں ہے۔

میرے دوستو! یہ ساری برکت بھی ان ٹوٹے پھوٹے مدارس کی ہے جو بے سروسامانی کے [illegible] حوادث کا مقابلہ کرتے ہوئے دینی خدمت والے چراغ کو بجھنے نہیں دے رہے۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے ان کو جزاء خیر عطاء فرمائے ۔آمین۔

چوتھی بات:

ہر دور میں آنے والے حکمران مختلف انداز سے عوام الناس کے ذہنوں کو علماء سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور عجیب وغریب قسم کے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں اور میڈیا پر چونکہ بے دین لابی کا قبضہ ہے اس لئے میڈیا کے ذریعے جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے عوام الناس کے ذہنوں کو خراب کیا جاتا ہے۔مثلاً یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ مولوی اور مسجد کے ملا معاشرے پر بوجھ ہیں۔مدارس والوں کو چاہیے کہ ان مولویوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی ہنر اور پیشہ بھی سکھلا دیا کریں تاکہ مولوی جب مدرسے سے فارغ ہوکر معاشرے میں جائیں تو ہنر اور پیشے کے ذریعے اپنا پیٹ خود پالیں معاشرے پر بوجھ نہ بنیں اور دینی خدمات مفت سرانجام دیں کبھی کہتے ہیں مدارس میں کمپیوٹر کی تعلیم بھی دینی چاہیے، کبھی کہتے ہیں ان

مولویوں کو میڈیکل کی تعلیم بھی حاصل کرنا چاہیے غرض مختلف ند ز سے مختلف قسم کے شوشے چھوڑے جاتے ہیں۔

خلاصہ سب کا یہ ہے کہ مولوی معاشرے پر بوجھ ہیں ان بیچارں کو جو دو تین ہزار تنخواہ ملتی ہے وہ بھی نہیں ملنی چاہیے۔ میرے دوستو اور بزرگو! اس سلسلے میں دو باتیں میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں غور فرمائیں گے اور تعصب کی پٹی اتار کر سنیں گے تو انشاء اللہ بات سمجھ میں آجائے گی۔

پہلی بات تو اس سلسلے میں یہ سمجھیں کہ ماہرین تیار کرنے والے جتنے ادارے اور یونیورسٹیاں ہیں ان میں سے ہر ہر ادارہ صرف ایک ہی لائن اور فن پر محنت کر رہا ہے اسی میں اپنے سارے وسائل کھپا رہا ہے دن رات ایک ہی مشغلہ ہے جس کے نتیجے میں وہاں سے ماہرین فن اور اسپیشلسٹ پیدا ہو رہے ہیں۔

میڈیکل کالج اور یونیورسٹیاں صرف ڈاکٹری کی لائن پر محنت کر رہی ہیں اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر تیار کر رہی ہیں۔ انجینئرنگ یونیورسٹیاں اس لائن پر محنت کر رہی ہیں اور ماہر انجینئر تیار کر رہی ہیں یہی حال فوجی لائن کی یونیورسٹیوں کا ہے کوئی ایک ادارہ اور یونیورسٹی بھی صرف نمونے کے لئے

نہیں پیش کی جا سکتی جو دو لائنوں پر محنت کرے دو قسم کے ماہر بیک وقت پیدا کر رہی ہو۔ کوئی ایسا میڈیکل کالج اور یونیورسٹی ہے جو ڈاکٹر کو ڈاکٹر بھی بنا رہی ہو اور اس کو کپڑے اور جوتے سینے کا طریقہ بھی سکھلا رہی ہو کوئی ایسی یونیورسٹی ہے جو انجینئر کو انجینئر بھی بنا رہی ہو اور ساتھ ساتھ تعمیر کا فن بھی سکھا کر مستری اور معمار بھی بنا رہی ہو۔

ان سارے سوالات کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہونا چاہیے تو پھر ایسا مطالبہ مدارس سے کیوں کیا جاتا ہے مدارس کا بنیادی مقصد قرآن و حدیث کے ایسے ماہر علماء پیدا کرنا ہے جو تمام دینی خدمات سر انجام دے کر اور دین کے تمام شعبوں میں امت کی راہنمائی اور رہبری کر کے امت کی اس بنیادی ضرورت کو پورا کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ مدارس اپنا یہ مقصد پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔

پیچھے کی مثالوں سے آپ سن چکے ہیں کہ واقعۃً مدارس اپنا یہ مقصد پورا کر رہے ہیں اور بخوبی پورا کر رہے ہیں پاکستان کی لاکھوں مساجد کو آئمہ اور خطباء کہاں سے مل رہے ہیں لاکھوں مکاتب قرآنیہ کو پڑھانے والے حفاظ اور قاری کہاں سے مل رہے ہیں تراویح میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں سنانے والے اور سننے والے حفاظ اور قاری کہاں سے آرہے

ہیں مسائل بتانے والے لاکھوں مفتی کہاں سے آرہے ہیں۔

علی ھذ االقیاس خلاصہ یہ ہے کہ مدارس جس بنیادی مقصد کے لئے وجود میں آئے تھے الحمد للہ وہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو! یہ اتنی واضح اور صاف بات ہے کہ ان پڑھ سے ان پڑھ آدمی بھی اس کو سمجھتا ہے اور سمجھ سکتا ہے اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ جو آدمی جس لائن کا ماہر ہے اس سے صرف اسی لائن میں خدمت لی جا سکتی ہے دوسرے شعبے کے بارے میں اس سے خدمت کی درخواست کرنا انتہائی حماقت اور بے وقوفی ہے اس کو مثال سے سمجھیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال دی ہے کہ ایک آدمی کی جوتی ٹوٹ گئی اور وہ جوتی اٹھا کر سیدھا حکیم اجمل صاحب کے دواخانے اور مطب میں جا پہنچا اور جوتی کی مرمت کا مطالبہ شروع کر دیا کہ حکیم صاحب مہربانی فرما کر ذرا میری یہ جوتی مرمت فرما دیں ظاہر ہے ہاں بجائے جوتی کی مرمت کے حکیم صاحب کے نوکروں نے اس کی مرمت شروع کر دی اور اس کے سر پر جوتے برسانے شروع کر دیئے یہ وہاں سے بھاگا اور باہر آ کر شور مچانا شروع کر دیا کہ حکیم صاحب تو کیسے آدمی ہیں ان کو جوتی سینا بھی نہیں آتا۔

میرے دوستو آپ ہنس رہے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ جو لوگ مولوی صاحب سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو ڈاکٹری کا فن بھی آنا چاہیے کمپیوٹر کی مہارت بھی ہونی چاہیے اور کوئی نہ کوئی ہنر بھی آنا چاہیے یہ بالکل ایسا ہی مطالبہ ہے جیسے حکیم اجمل خان صاحب سے جوتے سینے کا مطالبہ کیا جائے۔

دوسری بات اس سلسلے میں یہ سمجھیں کہ پوری دنیا میں ہر معاشرے میں یہ اصول اور قانون چل رہا ہے اور ساری دنیا والے اس کو تسلیم کر رہے ہیں کسی بھی طرف سے اس کی مخالفت نہیں ہو رہی ہے۔ وہ قانون یہ چل رہا ہے کہ معاشرے کے جو افراد کسی بھی لائن اور فن میں محنت کر کے اس لائن میں مہارت اور کمال حاصل کر لیتے ہیں پھر وہ اسی لائن میں معاشرے کی خدمت کرتے ہیں اس لائن کی معاشرے کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں تو ان حضرات کا معاشی بوجھ معاشرے کے ذمے ہوتا ہے مثلاً ڈاکٹر حضرات نے محنت کی اپنا وقت اور پیسہ لگایا اور ڈاکٹری والی لائن میں کمال حاصل کیا اور اب وہ میڈیکل کی لائن میں معاشرے کی خدمت کر رہے ہیں تو ڈاکٹر حضرات کا معاشی بوجھ بھی معاشرے کے ذمے ہے۔

یہی حال انجینئر حضرات کا ہے وکلاء اور جج حضرات کا ہے۔ یہی

حال پروفیسر اور ماسٹر حضرات کا ہے کہ ان سب نے محنت کر کے اپنا وقت خرچ کر کے ایک لائن میں کمال حاصل کیا اور اس لائن میں معاشرے کی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں تو ان سب کا خرچ معاشی کفالت اور معاشی بوجھ یہ معاشرے کی ذمہ داری ہے اور معاشرہ یہ بوجھ اٹھا رہا ہے۔

آپ نے کبھی سنا ہے کہ ڈاکٹر حضرات کلینک کھول کر یا ہسپتالوں میں مریضوں کا علاج بھی کر رہے ہوں اور فارغ وقت میں راجہ بازار میں ریڑی لگا کر سبزی اور فروٹ بھی بیچتے ہوں تا کہ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکیں انجینئر حضرات گورنمنٹ کی نوکری بھی کر رہے ہوں اور راجہ بازار میں کپڑے کی دوکان بھی کھولی ہوئی ہو۔ پروفیسر اور ماسٹر حضرات سکول کالج میں بچوں کو بھی پڑھا رہے ہیں اور راجہ بازار میں جوتوں کی دوکان بھی انہوں نے کھول رکھی ہو تا کہ اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پال سکیں، وکیل اور جج حضرات عدالتوں میں بھی کام کر رہے ہوں اور ساتھ کوئی کارخانہ اور فیکٹری بھی لگائی ہوئی ہو تا کہ وہ عدالتی کام تو مفت سرانجام دیں اور اپنی معاشی ضرورتیں فیکٹری اور کارخانے کے ذریعے پوری کریں۔

غرض جو حضرات کسی بھی لائن میں معاشرے کی خدمت کر رہے

ہیں اور معاشرے کی ضرورت پوری کر رہے ہیں تو ان کا معاشی بوجھ معاشرہ برداشت کر رہا ہے لیکن یہ نرالی اور عجیب وغریب منطق سمجھ میں نہیں آنے والی کہ مولوی بیچارے سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تم معاشرے کی دینی خدمات والی ضرورت تو مفت میں ادا کرو اور راجہ بازار میں دوکان کھول کر یا ریڑھی لگا کر اپنا معاشی بوجھ خود اٹھاؤ معاشرے پر بوجھ مت بنو لاکھوں روپے تنخواہ لینے والے ڈاکٹر انجینئر پروفیسر ماسٹر حضرات معاشرے پر بوجھ نہیں لاکھوں روپے فیس اور تنخواہ لینے والے وکیل اور جج حضرات معاشرے پر بوجھ نہیں ہیں۔ لاکھوں روپے تنخواہ لینے والے جنرل، کرنل، میجر بریگیڈیر یہ معاشرے پر بوجھ نہیں ہیں۔

مولوی بیچارے کو چار یا پانچ ہزار تنخواہ ملتی ہے یہ مولوی معاشرے پر بوجھ ہے اس کو کوئی ہنر سیکھ کر اپنا پیٹ خود پالنا چاہیے اور دینی خدمات مفت سرانجام دینی چاہیں۔

بات لمبی ہوگئی ہے مگر امید ہے فائدے سے خالی نہیں جو بات میں آپ کو سمجھانا چاہتا تھا اللہ کرے وہ آپ کو سمجھ میں آگئی ہو۔

اب تک چار باتیں بیان ہو چکی ہیں یہ ساری تقریباً تمہیدی باتیں تھیں اب صرف پانچویں بات رہ گئی ہے اور اصل میں وہی بات بیان کرنا

چاہتا تھا جسکے لئے تمہید اتنی لمبی ہوگئی ہے تمنا مختصری ہے مگر تمہید طولانی کا بالکل مصداق ہے۔

پانچویں اور آخری بات:

میرے دوستو اور بزرگو! آپ سن چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے معاشرے کو مختلف طبقات کا مجموعہ بنایا ہے جہاں تقسیم کار کا نظام چل رہا ہے ہر طبقہ اپنے اپنے وقت پر اپنا اپنا کام کرتا ہے تو معاشرے کی گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتی ہے اگر کوئی طبقہ اپنا کام چھوڑ بیٹھے یا اس کے وجود کو بالکل ختم کر دیا جائے تو معاشرہ کی گاڑی رک جاتی ہے آسانی کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ تقسیم کار تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے اپنے اپنے مقدر اور نصیب کی بات ہے کچھ لوگ اس معاشرے میں ایسے ہیں کہ ان کے سامنے آلو، پیاز، ٹماٹر اور مختلف قسم کی سبزیوں کے ڈھیر ہیں اور وہ سارا دن ان پر ہی محنت کرتے رہتے ہیں رات کو تھک ہار کر سو جاتے ہیں صبح اٹھتے ہیں تو پھر وہی مشغلہ اس طرح ان کی زندگی کے شب و روز گذر رہے ہیں اسی طرح کچھ انسان ایسے ہیں کہ ان کے سامنے اینٹیں ہیں ریت بجری سیمنٹ پڑا ہوا ہے اور وہ سارا دن

ان پر محنت کر رہے ہیں۔

کچھ انسان ایسے ہیں کہ ان کے سامنے جوتیوں کا ڈھیر ہے چمڑا پڑا ہوا ہے اور وہ اس پر سارا دن محنت کر رہے ہیں کچھ انسان ایسے ہیں کہ ان کے سامنے کپڑے سینے والی مشین پڑی ہوئی ہے کپڑا پھیلا ہوا ہے اور وہ کپڑا سی کر اس پر محنت کر رہے ہیں اور کچھ انسان ایسے ہیں کہ انہوں نے بازو چڑھائے ہوئے ہیں چیرنے پھاڑنے والے اوزار ان کے ہاتھ میں ہیں اور وہ آپریشن روم میں لوگوں کا آپریشن کر رہے ہیں۔ یہ ان کا روزمرہ کا مشغلہ ہے۔

غرض انسانوں کے یہ مختلف طبقات مختلف قسم کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں انہی انسانوں میں ایک طبقہ اللہ تعالیٰ نے ایسا بھی بنایا ہے کہ چوبیس گھنٹے رات دن ان کے سامنے یا اللہ تعالیٰ کا قرآن کھلا ہوا ہے یا آپ ﷺ کی حدیث کھلی ہوئی ہے یا ان دونوں کے متعلقہ علوم وفنون کی کتابیں کھلی ہوئی ہیں اور یہ حضرات رات دن اسی مشغلہ میں مصروف اور مشغول ہیں ان کی راتیں بھی اسی فکر میں محنت میں گذر رہی ہیں اور ان کے دن بھی اسی کام میں گذر رہے ہیں۔

روٹی ان پہلے طبقات کو بھی مل رہی ہے اور روٹی اس آخری طبقے کو

بھی مل رہی ہے لباس پہلے طبقات کو بھی مل رہا ہے اور آخری طبقہ کو بھی لباس مل رہا ہے مکان پہلے طبقات کو بھی نصیب ہے اور مکان آخری طبقے کو بھی ملا ہوا ہے۔ شادی بیاہ غمی خوشی دنیا کا سارا نظام پہلے طبقات کا بھی چل رہا ہے اور شادی بیاہ خوشی غمی کا نظام اس آخری طبقے کا بھی چل رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کچھ طبقات انسانوں کے دنیا کے کاموں پر دنیا کی چیزوں پر محنت کر رہے ہیں اور ایک طبقہ ایسا ہے جو قرآن وحدیث پر محنت کر رہا ہے۔

دنیا کی زندگی دونوں کی گذر رہی ہے دنیا کا نظام چل رہا ہے دونوں اسی معاشرے کے افراد ہیں اب آپ خود سوچ لیں کہ ان طبقات میں خوش قسمت ترین طبقہ کونسا ہے سرکار دو عالم ﷺ نے تو آخری طبقہ کو خوش قسمت ترین اور سب سے اعلیٰ افضل اور عمدہ قرار دیا۔

خیر کم من تعلّم القرآن وعلّمه

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ نصیب فرمائے اور اس کا یقین نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

بارھویں تقریر

فکرِ آخرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

ربنا و آتنا ما وعدتنا على رسلك و لا تخزنا يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد. صدق الله العظيم. (سورة:آل عمران/ پ:٤)

اے رب ہمارے اور دے ہم کو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطہ سے اور رسوانہ کر ہم کو قیامت کے دن بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اللھمّ صل على سيدنا و على آل سيدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العليم الحكيم.

پہلی بات:

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے انسان اور تمام حیوانات

میں بنیادی طور پر فرق رکھا ہے کہ حیوانات جتنے بھی ہیں چاہے چھوٹے ہیں چاہے بڑے ہیں پالتو جانور ہیں یا وحشی جنگلی جانور ہیں سمندروں میں رہنے والے بحری جانور ہیں یا خشکی میں رہنے والے بری جانور ہیں فضاؤں میں اڑنے والے پرندے ہیں یا زمین پر رینگنے والے حشرات الارض ہیں۔ غرض حیوانات جتنے بھی ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی فکر سے بے نیاز کر دیا ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل کے غم اور پریشانی سے بے نیاز کر دیا ہے۔

کسی بھی حیوان کو یہ فکر اور پریشانی نہیں ہوتی کہ کل کیا ہوگا، پرسوں کیا ہوگا ایک ہفتہ کے بعد کیا ہوگا، ایک مہینے کے بعد کیا ہوگا، ایک سال کے بعد کیا ہوگا، میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، میری بیوی بچوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، میرے بہن بھائیوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، میری برادری اور میرے خاندان والوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، میرے ہم جنسوں اور میرے ہم وطنوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے ایسی کوئی پریشانی قطعاً کسی بھی جانور کو لاحق نہیں ہوتی، بس کھانا پینا اور موج کرنا یہ ان کی زندگی ہے اس سے آگے کی کوئی سوچ ان میں اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمائی۔

مثال:

اس کو آپ ایک مثال سے سمجھیں آپ میں سے ہر ایک کو یقیناً اس سے واسطہ پڑا ہوگا کہ آپ مرغی خریدنے کے لئے مرغی والے کی دوکان پر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں ڈربہ مرغیوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ کھا رہی ہیں، پی رہی ہیں آپ کی فرمائش پر دوکاندار ایک مرغی پکڑتا ہے تولتا ہے اور ذبح کر دیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو چھیل کر صاف کر کے بوٹیاں بنا کر آپ کے حوالے کر دیتا ہے آپ پیسے دے کر چل پڑتے ہیں یہ ساری کاروائی ان ڈربے والی مرغیوں کے سامنے ہو رہی ہوتی ہے مگر اس کے باوجود وہ کھا بھی رہی ہوتی ہیں، پی بھی رہی ہوتی ہیں اور اچھل کود بھی کر رہی ہوتی ہیں۔ حالانکہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وقفے وقفے سے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ یہ کاروائی ہونے والی ہے شام تک اکثر ڈربہ مرغیوں سے خالی ہو جاتا ہے اور دوسرے دن تازہ مال ڈلواتا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ سارا کرشمہ ہے مستقبل کی فکر سے بے نیازی کا۔ ورنہ سوچیے خدانخواستہ انسانوں کے ساتھ ایسا ہونے لگے تو کھانا پینا مشکل ہو جائے زندگی گذارنا مشکل ہو جائے کسی قریبی عزیز کے انتقال پر تین دن تک کھانا پینا حلق سے اتارنا مشکل ہو جاتا ہے تو خلاصہ یہ ہے

کہ حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی فکر سے بے نیاز کر دیا ہے مدارس میں اجتماعی قربانی ہوتی ہے تو قربانی کے موقع پر بھی یہ منظر سامنے ہوتا ہے کہ یکے بعد دیگرے جانور مسلسل ذبح ہو رہے ہیں کھال اتاری جا رہی ہے گوشت بن رہا ہے۔ مگر دوسرے جانور یہ منظر دیکھنے کے باوجود کھا رہے ہیں پی رہے ہیں اور سارا نظام چلا رہے ہیں ان کو سرے سے کوئی پرواہ ہی نہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے ساتھ بھی یہی سب کچھ ہونے والا ہے۔ غرض یہ بات طے ہے کہ تمام حیوانات میں فکر مستقبل نہیں ہوتی ان کو اس بات کا کوئی غم اور فکر لاحق نہیں ہوتا کہ آئندہ کیا ہوگا کیا ہونے والا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! حیوانات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ حضرت انسان کو اور حضرت انسان میں اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی فکر پیدا فرمائی ہے ہر انسان کو مستقبل کی پریشانی اور فکر لاحق ہوتی ہے ہر انسان یہ سوچتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے پرسوں کیا ہونے والا ہے، ہفتے کے بعد کیا ہونے والا ہے، مہینے کے بعد سال کے بعد کیا ہونے والا ہے۔ میرے ساتھ کیا ہوگا، میرے بیوی بچوں کے ساتھ کیا ہوگا، میرے بہن بھائیوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے، میری برادری اور خاندان والوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ میرے ہم جنسوں اور ہم وطنوں کے

ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

غرض ہر انسان کو مستقبل کی فکر ستاتی رہتی ہے۔ پریشان کرتی رہتی ہے یہ دنیا کی چہل پہل اور رونق اور دنیا کا کاروبار یہ اسی فکر مستقبل کا کرشمہ ہی تو ہے والدین کو بچوں کی تعلیم کی فکر کیوں ہوتی ہے۔ ان کے مکان اور شادی کی فکر کیوں ہوتی ہے۔ بچوں کی ملازمت اور کاروبار کی فکر کیوں ہوتی ہے۔

مزدور سارا دن ٹوکری اٹھاتا ہے کہ شام کو کچھ ملے گا تو اپنا پیٹ اور بیوی بچوں کا پیٹ پالوں گا ملازم سارا مہینہ پابندی کے ساتھ دفتر کیوں جاتا ہے اسی لئے کہ مہینے کے آخر میں تنخواہ ملے گی تو گھر کا گذارہ چلے گا ورنہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھے رہے تو کھائیں گے کہاں سے۔ غرض دنیا میں جتنی بھاگ دوڑ ہو رہی ہے محنت اور کوشش ہو رہی ہے وہ سب اسی مستقبل کی فکر کی وجہ سے ہو رہی ہے تو خلاصہ یہ ہوا حیوان اور انسان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ حیوان کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی فکر سے بے نیاز کر دیا ہے اور انسان میں اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی فکر پیدا فرمادی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ انسان میں عقل ہو بالکل پاگل اور دیوانہ نہ ہو ایک دفعہ ہماری گاڑی کے آگے آگے ایک ٹرک جا رہا تھا اس کے پیچھے بڑا عجیب فقرہ لکھا ہوا تھا۔

''عقل نہ ہووے تے موجاں ہی موجاں اور عقل ہووے

تے سوچاں ہی سوچاں''

تو فکر مستقبل کا دارومدار عقل پر ہے۔ پاگل اور دیوانوں کو کسی چیز کا ہوش نہیں ہوتا اور فکر نہیں ہوتی۔

دوسری بات:

میرے دوستو اور بزرگو! مستقبل کہتے ہیں آنے والے زمانے کو ہم سب کا ایک مستقبل تو وہ ہے جو آج سے شروع ہو کر ہم سب کی موت پر جا کر ختم ہوگا اس کو دنیا والا مستقبل کہتے ہیں اور دوسرا ہم سب کا مستقبل وہ ہے جو ہم سب کی موت سے شروع ہو جائے گا اور پھر کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لے گا ایک طویل عرصہ عالم برزخ میں پھر قیامت قائم ہونے کے بعد ایک طویل عرصہ عالم حشر میں میدان حشر میں وہاں کے مختلف مراحل میں اس کے بعد جنت یا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا۔

بہر حال ہر انسان کو ان دونوں مستقبلوں سے بہر حال واسطہ پڑنا ہے چاہے کوئی اس کو مانے یا نہ مانے کوئی یقین کرے یا نہ کرے یہ دونوں مستقبل پیش آ کر کے رہتے ہیں۔ ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی فکر تو ضرور رکھی ہے۔ مگر اس پریشانی اور فکر مستقبل کے اعتبار سے پھر انسان کے

دو طبقے ہیں پہلا طبقہ جو کثیر تعداد میں ہے اور ہر دور میں اس طبقے کی اکثریت رہی ہے پہلا طبقہ انسانوں کا وہ ہے جن کو انسان ہونے کی وجہ سے مستقبل کی فکر تو ضرور ہے مگر ان کی ساری فکر دنیا والے مستقبل کے بارے میں ہے ساری پریشانی سارا غم دنیا والے مستقبل کے بارے میں ہے کہ میری اور میرے بیوی بچوں کی میرے بہن بھائیوں کی۔ میری برادری خاندان والوں کی یہ دنیاوالی زندگی کس طرح کامیابی کے ساتھ گذرے گی کس طرح ہم دنیا کی زیادہ سے زیادہ لذتیں اور مزے جمع کر سکتے ہیں اور کس طرح ہم دنیا کی پریشانیوں اور مصائب سے بچ سکتے ہیں ان کے سارے منصوبے اور ساری تدبیریں دنیا والے مستقبل کو کامیاب بنانے کے لئے ہوتی ہیں۔

دوسرا طبقہ:

میرے دوستو اور بزرگو! انسانوں کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو ہے تو قلیل تعداد میں مگر ہے ضرور اس دوسرے طبقے کو بھی انسان ہونے کی وجہ سے مستقبل کی فکر تو ہے مگر کونسے مستقبل کی آخرت والے مستقبل کی فکر۔ ہے کہ مرنے کے بعد ہمارا کیا بنے گا۔ میرا کیا بنے گا، میری بیوی بچوں کا کیا بنے گا میرے بہن بھائیوں کا کیا بنے گا، میری برادری اور خاندان والوں کا

کیا بنے گا اور اللہ والے تو سوچتے ہیں کہ مرنے کے بعد سارے انسانوں کا کیا بنے گا۔

پہلا طبقہ تو پریشان رہتا ہے کہ ہائے میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کا کیا ہوگا، کون ان کی دیکھ بھال کرے گا اور دوسرا طبقہ پریشان رہتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد آگے جا کر میرا کیا بنے گا اور میرے بچوں کے مرنے کے بعد آخرت میں ان کا کیا بنے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں کے دو طبقے ہیں پہلا طبقہ وہ ہے جس کو دنیا والے مستقبل کی فکر ہے۔ اور دوسرا طبقہ وہ ہے جس کو آخرت والے مستقبل کی فکر ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو! یہ دوسری سوچ انبیاء علیہم السلام والی سوچ ہے اللہ کے نیک بندوں والی سوچ ہے اللہ کے مقبول اور محبوب بندوں والی سوچ ہے سرکار دو عالم ﷺ ہمیشہ متفکر رہتے گہری سوچ میں ڈوبے رہتے ہر وقت بے چینی رہتی ساری ساری رات مصلے کی پشت پر ماہئ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہی آیت بار بار پڑھتے پڑھتے ساری رات گذر جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ جو قیامت والے دن باری تعالیٰ کے ساتھ ہوگا اس کو یاد کر کے وہ آیت پڑھتے رہے اور ساری رات

روتے رہے وہ سورہ مائدہ کے آخری رکوع کی آیت ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے۔

ان تعذبهم فانهم عبدك و ان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔

میرے مولیٰ گناہ تو بیشک انہوں نے کیا ہے گناہ سے انکار نہیں اقرار ہے آپ اگر اس گناہ پر ان کو پکڑ لیں اور عذاب دیں تو یہ کون ہیں یہ آپ کے بندے ہی تو ہیں یہ بھاگ کر کہاں جا سکتے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ کو کون پوچھ سکتا ہے آپ ہی زبردست غالب ہیں حکمت والے ہیں ہمارے آقا یہ آیت ساری رات پڑھتے رہے اور اپنی امت کی حالت کو یاد کر کے ساری رات روتے رہے۔ شاعر نے اسی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔

ساری رات نہیں سوئے یاد کرکے تجھے
گرفتہ دل تھے بڑے روئے یاد کرکے تجھے

آپ ﷺ کے سینے سے غم کی وجہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا دیچے پر چڑھا دیا جائے تو اس میں سے آواز آتی ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو! سوچیں یہ آپ کو کسی چیز کی پریشانی تھی کس چیز کی فکر تھی، کیا

حکومت اور سلطنت کی فکر تھی یونین کونسل کا ممبر بنا چاہتے تھے، اسمبلی کا ممبر بنا چاہتے تھے ملک کا صدر وزیراعظم اور بادشاہ بنا چاہتے تھے یا مال و دولت کی فکر تھی مال و دولت کے انبار لگانا چاہتے تھے یہ فیصلہ بھی قرآن نے کر دیا ہے کہ آپ کو کس چیز کی فکر تھی کس چیز کا غم اور پریشانی تھی ارشاد باری ہے:

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین

میرے محبوب آپ کو ان کے والوں کے ایمان نہ لانے کا اتنا صدمہ ہوتا ہے اتنا غم ہوتا ہے آپ اپنے دل میں اسی غم میں ہر وقت کڑھتے رہتے ہیں ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں اس غم میں آپ کی جان نہ چلی جائے آپ اپنی جان سے کہیں ہاتھ دھو نہ بیٹھیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً

تو آپ کو اس چیز کی فکر تھی اور یہ پریشانی تھی کہ یہ ایمان کیوں قبول نہیں کرتے ان میں سے جو آدمی ایمان بغیر چلا جاتا ہے وہ بیچارہ تو جہنم کی اس آگ میں پہنچتا ہے جو دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔

آخرت کے سارے مناظر چونکہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے معراج والی رات بھی دکھائے گئے اور کسوف شمس والی نماز کے دوران بھی مناظر پیش کئے جاتے رہے اس لئے آپ کو چین نہیں آتا تھا کہ یہ اگر ایمان کے بغیر دنیا سے چلے گئے تو ان کا وہاں کیا بنے گا جب یہ آیت اتری۔

وانذر عشیرتک الاقربین۔

کہ میرے محبوب آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں تو آپ ﷺ نے اپنے چچا عباس کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا میرے پیارے چچا عباس میری پھوپھی صفیہ، میری بیٹی فاطمہ، میرے مال میں سے جو لینا چاہو تو لے لو۔

لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً

مگر میں اللہ کے عذاب سے تم کو بچا نہیں سکوں گا اس کا انتظام تمہیں خود کرنا پڑے گا اس گھمنڈ میں مت رہنا کہ میں تو محمد رسول اللہ کا چچا ہوں، میں تو حضور ﷺ کی پھوپی ہوں میں تو آخری پیغمبر کی بیٹی ہوں آپ ﷺ یہ دعاء مانگا کرتے تھے۔

اللّٰھم لا تجعل الدّنیا اکبر ھمّنا

اے اللہ اس دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم نہ بنانا کہ ہر وقت دنیا ہی

کا غم سوار ہو دنیا ہی کی فکر ہو اور سالہا سال گذر جائیں کبھی بھول کر بھی آخرت کا تذکرہ نہ ہو آخرت کی چیزوں کا تذکرہ نہ ہو۔

اللھم لا تجعل الدنیا اکبر ھمّنا ولا مبلغ علمنا

اور اے اللہ اس دنیا کو ہماری معلومات کی انتہاء نہ بنانا کہ جتنا علم ہو دنیا ہی کا ہو جتنی معلومات ہوں دنیا ہی کی ہوں اور آخرت کا پتہ ہی نہ ہو اور فرمایا:

و لا غایۃ رغبتنا

اور اے اللہ اس دنیا کو ہمارے شوق کا منتہیٰ نہ بنانا کہ ہر وقت دنیا ہی کی چیزوں کا شوق سوار ہو کہ یہ بھی ہونا چاہیے اور یہ بھی ہونا چاہیے اور کبھی آخرت کی تمنا ہی دل میں پیدا نہ ہو تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ جو دوسری سوچ ہے آخرت کی فکر والی سوچ یہ انبیاء علیہم السلام والی سوچ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو دعائیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائی ہیں ان دعاؤں میں ایک یہ دعا بھی ہے۔

لا تخزنی یوم یبعثون

اے اللہ جس دن تمام انسانوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا اس دن مجھے رسوائی سے بچالینا اس دن مجھے رسوا نہ کرنا اس دن کی رسوائی بڑی

سخت ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے قیامت والے دن ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تجھے قیامت والے دن رسوا نہ کروں گا اس سے بڑی کیا رسوائی ہو گی کہ میرا والد سب کے سامنے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ ذرا اپنی نگاہ پھیر لیں۔ حضرت خلیل الرحمٰن اپنی نگاہیں ہٹائیں گے تو ابراہیم علیہ السلام کے والد کی شکل کیچڑ میں لتھڑے ہوئے بجو کی شکل میں مسخ کر دی جائے گی اور فرشتے چار ٹانگوں سے پکڑ کر ان کو جہنم میں ڈال دیں گے تو آخرت کی فکر والی سوچ انبیاء علیہم السلام والی سوچ ہے اللہ کے نیک بندوں والی سوچ ہے اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں والی سوچ ہے سورہ آل عمران کے آخری رکوع کی ابتدائی دس آیات سرکار دو عالم ﷺ جب تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تھے تو یہ ابتدائی دس آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

ان فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل

والنھار لآیات الاولی الالباب۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور مقبول بندوں کی چند علامات بھی بیان فرمائی ہیں اور نیک بندوں کی چند دعائیں بھی ذکر فرمائی ہیں۔ ان دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی ہے۔

ربنا و آتنا ما وعدتنا علی رسلک

ہمارے پروردگار انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے آپ نے جنت کی جن نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ نعمتیں ہمیں نصیب فرما دوسرا جملہ ہے۔

ولا تخزنا یوم القیامۃ

اور اے ہمارے پروردگار قیامت والے دن کی رسوائی سے ہمیں بچا لے ہماری حفاظت فرما لے قیامت والے دن کی رسوائی کا معاملہ بڑا سخت ہے تو اللہ کے نیک بندے اور مقبول بندے ہر وقت آخرت کی فکر میں مبتلا رہتے ہیں پریشان رہتے ہیں کہ اس دن پتہ نہیں کیا معاملہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی بڑی بے نیاز ذات ہے۔

ہمارے اکابر علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جاتے جب سارے لوگ نماز پڑھ کر چلے جاتے تو بستر سے اٹھ جاتے اور ساری رات مصلے پر تڑپتے رہتے بے چین اور بے قرار رہتے اور اپنی داڑھی پکڑ کر بار بار یہ درخواست کرتے۔

"الٰہی روز محشر این بندہ را رسوا مکن"

اے اللہ قیامت والے دن اس بندے کو رسوا نہ کرنا قیامت

والے دن کی رسوائی بڑی سخت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی اپنے بچے کے ساتھ اپنے مکان کی چھت پر چڑھا تو وہ بچہ پوچھنے لگا ابا جان یہ جو ہمارے ساتھ والا صحن ہے اس میں ایک درخت کا تنا ہوتا تھا وہ آج نظر نہیں آ رہا ہے شاید انہوں نے کاٹ دیا ہے والد کی نگاہوں میں آنسو آ گئے فرمانے لگے بیٹا وہ درخت کا تنا نہیں ہوتا تھا وہ ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے جو ساری رات اس طرح کھڑے رہتے تھے کہ درخت کا تنا معلوم ہوتا تھا امام صاحب کا اب انتقال ہو گیا ہے اس لئے وہ تنا نظر نہیں آ رہا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ملفوظ تو بڑا مشہور ہے کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا کاش میں گھاس کا ایک تنکا ہوتا جس کو جانور کھا جاتے تو خلاصہ یہ ہے کہ آخرت والی سوچ یہ اللہ کے نیک بندوں والی سوچ ہے آخر میں علامہ اقبال مرحوم کی ایک رباعی آپ کو سنا کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ علامہ اقبال مرحوم کی یہ رباعی بڑی بے درد والی ہے اور آپ ذرکے ساتھ لکھنے کے قابل ہے۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

روز محشر عذر ہائے من پذیر

اے اللہ آپ دونوں عالم سے بے نیاز ہیں اور میں محتاج اور فقیر ہوں قیامت والے دن میرے گناہوں کو معاف فرما دینا میرا حساب نہ لینا اور اگلا مصرعہ تو بڑے غضب کا ہے جس نے یہ سارا راز کھول دیا ہے کہ اللہ والے قیامت کی رسوائی سے کیوں ڈرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

گر تو مے بینی حسابم نا گذیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اے اللہ اگر آپ ہر حال میں میرا حساب و کتاب لینا ہی چاہتے ہیں تو پھر میری ایک درخواست ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ سرور دو عالم ﷺ کی نگاہ سے چھپا کر میرا حساب لینا میں آپ کی نگاہوں کی تاب نہیں لا سکتا۔

میرے دوستو اور بزرگو! قیامت والے دن کی رسوائی کا معاملہ بڑا سخت ہے اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کو اس کی بڑی فکر ہوتی ہے۔ میرے دوستو! سوچیں دنیا میں انسان کوئی حرکت کرتا ہے اور گھر والوں کو پتہ چل جائے تو کتنا ڈرتا ہے اور اگر محلے والوں کو پتہ چل جائے تو اور زیادہ شرمندگی ہوتی ہے اور زیادہ ڈرتا ہے اور اگر بات پورے شہر میں پھیل جائے پورے ملک میں پھیل جائے میڈیا کا زمانہ ہے حرکت کرنے والا خدانخواستہ کوئی بڑا آدمی ہے اور اس کی بات پوری دنیا میں پھیل جائے

تو سوچیں انسان کا کیا حال ہو لیکن شرط ہے کہ انسان کا ضمیر زندہ ہو اس میں غیرت اور شرم و حیاء نام کی چیز باقی ہو تو پھر اس کو شرمندگی بھی ہوتی ہے ڈر بھی لگتا ہے لیکن اگر بے حیا باش ہر چہ خواہی کن کا مصداق بن جائے ۔

اذا فاتک الحیاء فافعل ما شئت

کا مصداق بن جائے تو ایسے آدمی کو پرواہ بھی نہیں ہوتی جیسے آپ روز مرہ اخبارات میں ان بڑے بڑوں کے کرتوتوں کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں ۔ بہر حال قیامت والے دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے آخری انسان تک سارے انسان جمع ہوں گے، تمام انبیاء علیہم السلام، تمام صحابہ کرام بزرگان دین ہمارے بڑے بھی اور ہمارے چھوٹے بھی ان سب کے سامنے ایک ایک آدمی کو بلایا جا رہا ہے اس کا حساب و کتاب ہو رہا ہے اور نام لے کر اعلان کیا جا رہا ہے فلاں ابن فلاں کامیاب ہو گیا اور فلاں ابن فلاں ناکام ہو گیا۔

سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے تم میں سے ہر ہر آدمی سے اللہ تعالیٰ براہ راست کلام فرمائیں گے اس طرح کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی ترجمان کا کوئی واسطہ نہ ہوگا یا بندہ ہوگا یا اللہ تعالیٰ ۔ائیں دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر آئیں گے بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے اعمال نظر

آئیں گے اور سامنے دیکھے گا تو جہنم کی آگ نظر آئے گی آخر میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتقوا النّار ولو بشق تمرۃ

جہنم کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو اگرچہ کھجور کا آدھا دانہ ہی صدقہ کرکے ہو۔

میرے دوستو اور بزرگو! میری ساری معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ حیوانات میں تو فکر مستقبل ہے ہی نہیں اس کے مقابلے میں انسان میں اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی فکر پیدا فرمائی ہے۔ پھر انسانوں کے دو طبقے ہیں۔ پہلا طبقہ جو اکثریت میں ہے اس کے دل و دماغ پر ہر وقت دنیا والے مستقبل کی فکر اور غم سوار ہے اور دوسرا طبقہ جو اقلیت میں ہے اس کے دل و دماغ پر آخرت والے مستقبل کی فکر سوار ہے ہر وقت یہی دھن ان کو لگی ہوئی ہے کہ ہماری آخرت والی زندگی کامیاب ہو جائے میرے دوستو اور بزرگو ہم میں سے ہر آدمی اپنے بارے میں بخوبی جانتا ہے کہ میرا شمار ان تین طبقات میں سے کس طبقے میں ہونا چاہیے۔

پہلا طبقہ حیوانات کا ہے جن کو کوئی فکر ہی نہیں دوسرا طبقہ ان انسانوں کا ہے جن کو دنیا والے مستقبل کی فکر ہے تیسرا طبقہ ان انسانوں کا

ہے جن کو آخرت والے مستقبل کی فکر ہے ہم اپنے بارے میں خود فیصلہ کر لیں کہ ہمارا شماران تین طبقات میں سے کس طبقے میں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور ایمان و یقین کی دولت نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

تیرھویں تقریر

دنیا کی خوشی اور آخرت کی خوشی میں فرق اور موازنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا والآخرۃ خیرٌ وّ ابقیٰ انّ ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔ صدق اللہ العظیم۔

(سورۃ:اعلیٰ/ پ:۳۰)

کوئی نہیں تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا یہ لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

میرے دوستو اور بزرگو اس دنیا کی چندروزہ عارضی زندگی میں ہر

انسان کو ہر طرح کے حالات پیش آتے رہتے ہیں کبھی خوشی کے حالات تو کبھی غمی کے حالات کبھی راحت وآرام کے حالات تو کبھی پریشانی مصیبت اور تکلیف کے حالات کبھی سکھ چین سکون اطمینان کے حالات تو کبھی بے چینی اور اضطراب کے حالات غرض اس دنیا میں ایک طرح کے حالات کو قرار نہیں ہوتا حالات بدلتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا نظام مزاج اور ماحول ایسا بنایا کہ خوشیاں یہاں کم نصیب ہوتی ہیں اور غم زیادہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ خوشی کے ایام کم ہوتے ہیں اور غم کا زمانہ طویل ہوتا ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے خطبات میں کہیں یہ حدیث دیکھی تھی۔ ''کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا تو اس پر انتالیس دن غم کی بارش برسی ہے اور صرف ایک دن خوشی کی بارش برسی ہے اس دنیا میں اولاد آدم کو اسی تناسب سے خوشی اور غم سے واسطہ پڑتا ہے حضرت مجذوب رحمہ اللہ کا شعر ہے،

ہنسنا ہے جہاں میں کم رونا ہے مگر پیہم

خوشیاں ہیں یہاں مہماں غم صاحب خانہ ہے

خوشیاں چند لمحات کی مہمان ہوتی ہیں اور غم صاحب خانہ کی طرح

مستقل ڈیرہ لگائے رکھتا ہے تو دنیا میں ہر انسان کو خوشی اور غم دونوں سے واسطہ پڑتا ہے اس دنیا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے دو جہان ایسے بنائے ہیں ایک عالم جنت جسمیں خوشی ہی خوشی ہوگی اور ایک عالم جہنم جس میں غم ہی غم ہوگا خوشی کا تصور ہی نہ ہوگا۔

آج کی نشست میں میں آپ کے سامنے مختصر وقت میں دنیا کی خوشی اور آخرت کی خوشی میں اور دنیا کے غم اور آخرت کے غم میں کیا فرق ہے یہ فرق اور موازنہ بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کونسی خوشی حاصل کرنے کے قابل ہے کہ آدمی اس کے لئے کوشش کرے محنت کرے بھاگ دوڑ کرے اور کونسا غم اس قابل ہے کہ اس سے بچنے کی کوشش کی جائے اور اس سے ڈرا جائے۔

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے دنیا کی خوشی اور آخرت کی خوشی میں بھی چار بنیادی فرق رکھے ہیں اور اسی طرح دنیا کے غم اور آخرت کے غم میں بھی چار بنیادی فرق رکھے ہیں ان میں سے ہر ہر فرق ایسا ہے کہ وہ صرف ایک ہی فرق آخرت کی خوشی اور غم کو دنیا کی خوشی اور غم پر ترجیح دینے کے لئے کافی ہے لیکن جب چاروں مل جائیں اکٹھے ہو جائیں تو پھر تو آخرت کی خوشی اور غم کا کیا ہی کہنا تفصیل سننے کے بعد انشاء اللہ آپ میری

تائید کریں گے اب میں آپ کے سامنے وہ چاروں فرق تفصیل سے بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آخرت کی خوشی اور دنیا کی خوشی میں پہلا فرق:

میرے دوستو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی خوشی میں پہلا فرق یہ رکھا ہے کہ دنیا کی خوشی اللہ تعالیٰ نے خالص نہیں بنائی ہے اس میں غموں کی آمیزش اور ملاوٹ ضرور ہوتی ہے اس دنیا میں کبھی بھی کسی انسان کو خالص خوشی نصیب نہیں ہوسکتی ایک خوشی ملے گی تو اس وقت بھی کئی غم پریشان کر رہے ہوں گے کئی مصیبتیں اور تکلیفیں متوجہ ہوں گیں۔ کبھی اولاد کا غم کبھی والدین کا غم کبھی بہن بھائیوں کا غم کبھی برادری خاندان والوں کا غم غرض سو قسم کی پریشانیاں انسان کو ہر وقت گھیرے رہتی ہیں سب سے بڑی خوشی انسان کے لئے شادی کی خوشی ہوتی ہے۔ شادی کو شادی کہتے بھی اسی لئے ہیں کہ شادی کا معنیٰ خوشی ہے لیکن شادی والی خوشی بھی کئی پریشانیاں اور غم اپنے جلو میں لئے ہوئے آتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے شادی کی حقیقت پوچھی تو فرمایا:

سرور شهر

صرف ایک مہینے کی خوشی۔ اس نے پوچھا۔

ثم ماذا

اس کے بعد پھر کیا ہوگا۔ تو فرمایا

لزوم مھرٍ

مہر لازم ہو جائے گا۔ بیوی کا مقروض ہو جائے گا اس نے پوچھا

ثم ماذا

پھر کیا ہوگا فرمایا

هموم دهرٍ

پھر زمانے بھر کے غم شروع ہو جائیں گے۔ کبھی کھانے کی فکر کبھی اس کے کپڑوں کی فکر کبھی اس کی زیب وزینت آرائش کی فکر کبھی اس کو گھر لانے لے جانے کی فکر اولاد نہیں ہو رہی اولاد کی فکر اولاد ہو گئی تو اس کی بیماری اور صحت کی فکر۔ پھر اس کی تعلیم وتربیت کی فکر پھر اس کی ملازمت کی فکر پھر اولاد کے لئے شادی اور مکان کی فکر۔

غرض پریشانیوں کا ایک ایسا سیلاب شروع ہو جاتا ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان کو اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بالکل سچ فرمایا

هموم دهرٍ

کہ پھر زمانے بھر کے غم شروع ہو جائیں گے پوچھنے والے نے پھر پوچھا

ثم ماذا

پھر کیا ہوگا تو فرمایا

ثم کسور ظهرٍ

پھر کیا ہوگا پھر کمر ٹوٹ جائے گی غموں کے بوجھ سے کمر جھک جائے گی کمان کی طرح ہو جائے گی ایک بڑے میاں جھکی ہوئی کمر کے ساتھ جا رہے تھے بچوں نے بابا جی کو چھیڑا کہ بابا جی یہ کمان کتنے میں خریدی ہے بابا جی نے جواب دیا بیٹا جب تم میری عمر کو پہنچو گے تو تمہیں بھی مفت میں مل جائے گی۔ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم کا بڑی عبرت والا شعر ہے فرمایا:

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
داڑھی کھچڑی سے سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ثم كسور ظهر

پھر کمر جھک جائے گی کمر ٹوٹ جائے گی وہ بھی خاموش نہ ہوا اس نے پھر پوچھا حضرت

ثم ماذا

پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔فرمایا:

ثم دخول قبرٍ

پھر کیا ہوگا آخر میں پھر موت ہے اور قبر میں داخل ہونا ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ ہے دنیا کی اس سب سے بڑی خوشی کا حال، جس کو انسان سب سے بڑی خوشی سمجھتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند فقروں میں اس کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔

سرور شهرٍ لزوم مهر هموم دهر كسور ظهرٍ

دخول قبرٍ

اسی سے اندازہ کر لو باقی خوشیوں کا کیا حال ہوگا تو خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کوئی خوشی خالص نہیں بنائی کسی بھی انسان کو اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی خالص خوشی نصیب نہیں ہو سکتی اس میں غموں کی آمیزش اور ملاوٹ ضرور ہوگی اگر اور کوئی غم نہ بھی ہو تب بھی ہر وقت اس

خوشی کے زوال کا خطرہ اور کھٹکا ضرور لگا رہے گا تو دنیا کی کوئی خوشی خالص نہیں ہو سکتی اس کے مقابلے میں میرے دوستو آخرت کی ہر خوشی سو فیصد خالص ہوگی۔ بس کو آخرت کی خوشی نصیب ہوگئی اس میں غموں کی ملاوٹ اور آمیزش تو بڑے دور کی بات ہے غم کا تصور بھی نہیں ہوگا۔ وسوسہ اور خیال بھی نہیں آئے گا اعلان ہو جائے گا جنتیو تم نے ہمیشہ جنت میں رہنا ہے تم ہمیشہ جوان رہو گے بڑھاپا نہیں آئے گا ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیماری نہ آئے گی۔ میں ہمیشہ تم سے راضی رہوں گا کبھی میری ناراضگی نہ ہوگی دنیا میں اللہ والوں کو ہر وقت یہ خطرہ اور کھٹکا رہتا ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں وہاں یہ خطرہ اور کھٹکا بھی نہیں ہوگا

آخرت کی خوشی اور دنیا کی خوشی میں دوسرا فرق:

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی خوشی اور آخرت کی خوشی میں دوسرا بڑا فرق یہ رکھا ہے کہ دنیا کی خوشی آخرت کی خوشی کے مقابلے میں انتہائی تھوڑی قلیل اور محدود ہے دنیا میں کسی انسان کو جتنی زیادہ خوشی بھی نصیب ہو جائے مگر آخرت کی خوشی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں میں ایک مثال بیان کرتا ہوں غور فرمائیں انشاء اللہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔

میرے دوستو اور بزرگو! غور فرمائیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انسان دنیا میں آئے ہیں اور قیامت تک آئیں گے ان تمام انسانوں کو فرداً فرداً اللہ تعالیٰ نے بہت ساری خوشیاں نصیب فرمائیں ہیں۔ ہر ہر انسان کو اس زندگی میں بہر حال خوشیاں نصیب ہوتی ہیں کسی کو زیادہ کسی کو کم کی بیشی کا فرق ضرور ہے مگر بہر حال خوشی ہر انسان کو نصیب ضرور ہوتی ہے کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کبھی بھی خوشی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

میرے دوستو اور بزرگو! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے آخری انسان تک ان تمام انسانوں کو انفرادی طور پر جتنی خوشیاں نصیب ہوئی ہیں وہ ساری خوشیاں جمع کر لی جائیں اکٹھی کر لی جائیں اور ہمارے دوست چچا اللہ دتا کی گود میں وہ ساری خوشیاں ڈال دی جائیں تو غور فرمائیں سارے انسانوں کی خوشیاں جمع ہو کر جب ایک ان کو مل جائیں گی تو وہ کتنا خوش ہوگا اور کتنا خوش قسمت ہوگا۔ اس کی خوشی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے لیکن میرے دوستو! جس انسان کو دنیا کے سارے انسانوں کی خوشیاں ملی ہیں اس کی خوشی کو بھی آخرت کی خوشی سے اتنی نسبت بھی نہیں جتنی قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ قطرے کو نہر بھی

سمندر سے نسبت ہے کہ وہ دونوں محدود ہیں مگر دنیا کی ساری خوشیوں کو آخرت کی خوشی سے کوئی نسبت نہیں اس لئے کہ دنیا کی خوشیاں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائیں پھر بھی محدود ہیں مگر آخرت کی خوشی غیر محدود ہوگی محدود کو غیر محدود سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

میرے دوستو! میں نے یہ جو مثال عرض کی ہے سو فیصد حقیقت ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں آپ ﷺ کے تین ارشاد آپ کو سناتا ہوں جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ واقعۃً حقیقت ہے کوئی مبالغہ نہیں ہے پہلا ارشاد آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے انگلی سمندر میں ڈبو کر نکال لی جائے تو جو پانی انگلی کے ساتھ لگے گا اس کو دنیا سمجھو اور سمندر کے پانی کو آخرت سمجھو وہی قطرے اور سمندر والی بات ہو گئی۔

دوسرا ارشاد حشر کے میدان میں اللہ کی عدالت میں ایک ایسے مسلمان کو لایا جائے گا جسکی ساری زندگی پریشانیوں میں گذری ہوگی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے فرشتوں سے میرے اس بندے کو جنت کا ایک چکر باہر سے لگوا کر لے آؤ فرشتے اس کو جنت کا چکر لگوا کر لے آئیں گے اللہ کی عدالت میں پیش کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے سے سوال فرمائیں گے

میرے بندے بتا دنیا کی زندگی میں کبھی کوئی پریشانی بھی دیکھی وہ بندہ عرض کرے گا میرے مولیٰ مجھے کوئی پریشانی یاد نہیں میں نے تو ساری زندگی خوشیاں ہی دیکھی ہیں مجھے کوئی پریشانی یاد نہیں۔

میرے دوستو! جس جنت کا ایک چکر دنیا کے سارے غم بھلا دے گا اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا نصیب ہوگا تو اندازہ کرو جنتی کی خوشیوں کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔

تیسرا ارشاد آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب سے ادنیٰ درجے کے جنتی کو اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت اللہ پاک عطاء فرمائیں گے جنت کی ایک بالشت زمین دنیا و مافیھا سے زیادہ قیمتی ہے اور سب سے ادنیٰ درجے کے جنتی کو اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت عطا ہوگی ذرا سوچو اور اندازہ کرو ایک آدمی کو ساری دنیا کا بادشاہ بنا دیا جائے تو وہ کتنا خوش ہوگا مگر پھر بھی بادشاہی کو زوال کا خطرہ اور موت کا کھٹکا تو ہوگا لیکن جنتی کو اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی اور زوال کا خطرہ اور موت کا کھٹکا بھی نہیں ہوگا۔

تو میرے دوستو! جنتی کی خوشی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہرگز نہیں،

تو دوسرا فرق یہ بیان ہوا کہ دنیا کی خوشی تھوڑی قلیل اور محدود ہے اور آخرت کی خوشی بہت ہی زیادہ اور کثیر ہے اور غیر محدود ہے۔

اصل میں میرے دوستو! دنیا کا ظرف ہی اتنا تنگ اور محدود ہے
کہ غیر محدود خوشیاں اس میں سما ہی نہیں سکتیں ایک تن تنہا آدمی سارے
خزانوں کا مالک ہے ساری زمین کا بادشاہ ہے بلا شرکت غیرے کسی چیز کی
کوئی کمی نہیں مگر دو روٹی کھا کر اور ایک گلاس پانی پی کر پیٹ بھر جائے گا اور
چھ سات گھنٹے کے لئے پیاس بھی ختم اور بھوک بھی ختم اسی طرح دوسری
خوشیاں بھی محدود حاصل کر سکتا ہے لیکن میرے دوستو! ہر جنتی کو دنیا کے سو
انسانوں کی طاقت دی جائے گی کھانے پینے کی دیکھنے سننے کی سوچنے سمجھنے کی
ساری طاقتیں سو آدمیوں کے برابر ہوں گیں۔ سو آدمیوں کے برابر بھوک
لگے گی پیاس لگے گی سو آدمیوں کے برابر کھائے گا پیئے گا اس کے بعد ایک
خوشبودار ڈکار آئے گا سب ہضم ہو جائے گا پھر دوبارہ سو آدمیوں کے
برابر بھوک پیاس لگ جائے گی پیشاب پاخانے کی وہاں حاجت نہ ہوگی
اسی لئے جنت میں نیند بھی نہ ہوگی اس لئے کہ سونے والا آدمی جب تک سوتا
رہتا ہے وہ خوشیوں کے حصول سے محروم رہتا ہے تو جنت میں نیند نہ ہوگی تا
کہ ہر وقت جنتی مزے لوٹتے رہیں اور لذتیں حاصل کرتے رہیں بات لمبی
ہوگئی بہر حال دنیا کی خوشی محدود قلیل اور تھوڑی ہے جب کہ اس کے مقابلے
میں آخرت کی خوشی غیر محدود کثیر اور بہت زیادہ ہے۔

تیسرا فرق:

دنیا کی خوشی اور آخرت کی خوشی میں تیسرا بڑا فرق میرے دوستو اور بزرگو! دنیا کی اور آخرت کی خوشی میں اللہ تعالیٰ نے تیسرا بڑا فرق یہ پیدا فرمایا ہے کہ دنیا کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے عارضی بنایا ہے زائل ہونے والی بنایا ہے ختم ہونے والی بنایا ہے کتنی ہی بڑی خوشی کسی کو نصیب ہو جائے لیکن وہ عارضی ہوتی ہے چند دن کے لئے ہوتی ہے یا تو اس زندگی میں وہ خوشی ختم ہو جاتی ہے زائل ہو جاتی ہے ورنہ موت آکر دنیا کی ساری خوشیاں چھین لیتی ہے ساری خوشیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے اور عین خوشی کے زمانے میں بھی اس خوشی کے زوال کا خطرہ اور کھٹکا سارا مزہ کرکرہ کرتا رہتا ہے ہر وقت یہی فکر دل دماغ پر سوار رہتی ہے کہ کہیں یہ خوشی ختم نہ ہو جائے کم نہ ہو جائے دنیا کے بادشاہوں کا حال تو آپ دیکھتے رہتے ہیں کہ وہ ہر اس سوراخ کو بند کرنے کی فکر میں رہتے ہیں جہاں سے ان کی بادشاہی کو زوال کا خطرہ ہو۔

بہرحال دنیا کی خوشی یا تو اس زندگی ہی میں ختم ہو جاتی ہے یا موت آکر ساری خوشیوں کا خاتمہ کر دیتی ہے بلکہ بزرگوں نے لکھا ہے موت کے دو مقدمے ہیں ایک بڑھاپا دوسرا بیماری یہ دونوں موت کے مقدمے ہیں

اور بیش تیمے ہیں بڑھاپے میں بھی زندگی کا مزہ نہیں رہتا ہے خوشیاں پھیکی پڑ جاتی ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ یہ مصرعہ اکثر گنگنایا کرتے تھے

"جوانی گئی زندگانی گئی"

حضرت گنگوہی فرماتے ہیں ہم یہ مصرعہ سن کر حیران ہوتے تھے کہ جوانی کے ساتھ زندگانی کے جانے کا کیا مطلب ہے مگر اب جب اپنے اوپر بڑھاپا آیا تو مطلب خود بخود سمجھ میں آ گیا کہ واقعۃً زندگانی کے مزے جوانی کے ساتھ ہی ہوتے ہیں بڑھاپے میں تو بھوک ہی نہیں لگتی غذا ہضم نہیں ہوتی پیاس نہیں لگتی ٹھنڈا پانی پی لو تو نزلہ ہو جاتا ہے یہ مقولہ مشہور ہے منہ میں دانت نہیں پیٹ میں آنت نہیں تو کھانے کا مزہ کیسے آئے۔

اسی طرح میرے دوستو! بیماری کا حال ہے کہ طبیعت کمزور ہو جاتی ہے منہ کا مزہ بدل جاتا ہے اکثر چیزیں تو ڈاکٹر خود ہی روک دیتے ہیں کہ آپ کی پرہیز ہے۔ فلاں فلاں چیز آپ استعمال نہیں کر سکتے اور جن چیزوں کی اجازت ہوتی ہے وہ بھی پھیکی بدمزہ ہوتی ہیں اور منہ کا مزہ بھی بدلا ہوا ہوتا ہے تو کیا خاک مزہ آتا ہو گا شوگر والے اور بلڈ پریشر والے

مریض کا کھانا عام آدمی کہاں کھا سکتا ہے نہ میٹھا ہے نہ نمک نہ مرچ۔

میرے دوستو اور بزرگو! بڑھاپا اور بیماری یہ دونوں موت کے مقدمے ہیں جب ان کا یہ حال ہے کہ ساری خوشیاں کافور ہو جاتی ہیں تو خود موت کا کیا حال ہوگا اس سے اندازہ کرلو، تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے دنیا کی خوشی کو عارض اور زوال پذیر بنایا ہے تو زندگی ہی میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے یا موت اس کا خاتمہ کر دیتی ہے اس کے مقابلے میں آخرت کی خوشی دائمی اور ابدی ہوگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نصیب ہوگی اس کے زوال کا بھی خطرہ نہ ہوگا اور موت کا بھی خطرہ نہ ہوگا موت کو مینڈھے کی شکل میں لاکر جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان کر دیا جائے گا کہ ''جنتیو'' تم نے ہمیشہ جنت میں رہنا ہے تمہیں موت نہ آئے گی اور جہنمیوں کو بھی آواز دی جائے گی کہ ''جہنمیو'' تم نے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے تمہیں بھی موت نہ آئے گی یہ اعلان سن کر جنتیوں کی خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی اور جہنمیوں کے دکھوں میں اضافہ ہو جائے گا۔

جنت میں موت کا خطرہ بھی نہ ہوگا اور موت کے جو دو مقدمے تھے بڑھاپا اور بیماری ان دونوں کا خطرہ بھی نہ ہوگا اعلان ہوگا ''جنتیو'' تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا نہ آئے گا اور ''جنتیو'' تم ہمیشہ تندرست رہو گے

کبھی بیماری نہیں آئے گی تو خلاصہ یہ ہوا کہ دنیا کی خوشی عارضی اور ختم ہو جانے والی ہے اور آخرت کی خوشی اس کے مقابلے میں دائمی اور ابدی ہے کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔

چوتھا اور آخری فرق:

دنیا اور آخرت کی خوشی میں اللہ تعالیٰ نے چوتھا فرق یہ رکھا ہے کہ دنیا کی خوشی کا حصول غیر اختیاری بنایا ہے بندے کے بس کی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو خوشی نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے تو سب کچھ خرچ کرنے کے باوجود پورا زور اور پوری طاقت لگانے کے باوجود سارے اسباب اختیار کرنے کے باوجود بندہ خوشی حاصل نہیں کر سکتا۔

میرے دوستو اور بزرگو! مال و دولت سے پیسوں سے عمدہ سے عمدہ اعلیٰ سے اعلیٰ فرنیچر اور عمدہ سے عمدہ بستر تو لگوایا جا سکتا ہے دروازے پر پیسوں پہریدار اور خادم تو رکھے جا سکتے ہیں یہ سارے انتظامات مال و دولت سے اور پیسوں سے کئے جا سکتے ہیں مگر میرے دوستو! نیند اور سکون پیسوں سے نہیں خریدا جا سکتا وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ چاہے تو فرش زمین پر پھٹی پرانی چٹائی پر گہری نیند والی نعمت عطاء فرما دے درخت

کے سائے میں اینٹ کا تکیہ لگائے حضرت عمر فاروق امیر المؤمنین کو نیند کی نعمت سے مالا مال کر دے غار میں اصحاب کہف کو بغیر ظاہری انتظامات کے تین سو نو سال سلا دے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے رہ نہ چاہے تو اعلیٰ سے اعلیٰ بنگلے میں اعلیٰ سے اعلیٰ بستر کے اوپر خوشبوؤں کی مہک میں پہریداروں اور چوکیداروں کے حفاظتی پہرہ کے باوجود نیند سے محروم کر دے تو پیسوں سے مکان بنوایا جا سکتا ہے بستر خریدا جا سکتا ہے مگر نیند پیسوں سے نہیں خریدی جا سکتی نیند محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے وہ جس کو چاہتے ہیں عطاء فرماتے ہیں جس کو چاہتے ہیں محروم کر دیتے ہیں۔

اسی طرح میرے دوستو پیسوں سے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں مہنگے ترین ہسپتالوں میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔ قیمتی سے قیمتی دواء لی جا سکتی ہے مگر صحت اور تندرستی یہ پیسوں سے نہیں خریدی جا سکتی ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کو عطاء فرماتے ہیں محض اپنے فضل سے عطاء فرماتے ہیں دال روٹی کھانے والوں کو چٹنی اچار سے گذارہ کرنے والوں کو وہ صحت عطاء فرماتے ہیں کہ بنگلوں میں رہنے والوں نے مرغ پلاؤ کھانے والوں نے خمیرے اور کشتے کھانے والوں نے کبھی خواب میں بھی ایسی صحت نہیں دیکھی ہوگی غریبوں کو وہ صحت عطاء فرماتے ہیں کہ امیر

اور الدار اس پر رشک کرتے ہیں۔

میرے شیخ حضرت قبلہ نواب صاحب دامت برکاتہم نے ایک عجیب واقعہ سنایا جو بڑا ہی عبرتناک ہے۔

ہندوستان کی کسی ریاست کا ایک نواب تھا دریا کے کنارے اس کا بنگلہ ودرمحل تھا ایک دن دوپہر کے وقت اس نے اپنے دوستوں کی دعوت کی اور شاہی کھانے پکوائے اوپر سہ دری میں برآمدے میں دسترخوان لگوایا گیا سارے دوست دسترخوان پہ بیٹھ کر عمدہ کھانے کھا رہے تھے نواب صاحب کرسی پر حیرت کی تصویر بنے ہوئے بیٹھے تھے دوستوں کو کھاتا ہوا دیکھ رہے تھے نواب صاحب کو ایسی بیماری تھی کہ ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا آپ صرف قیمے کی یخنی کپڑے میں چھان کر پی سکتے ہیں اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں کھا پی سکتے نواب صاحب حسرت بھری نگاہوں سے اپنے دوستوں کو دیکھ رہے تھے ان کے دل پر آرے چل رہے تھے اس اثناء میں نواب صاحب نے دریا کے دوسرے کنارے ایک لکڑہارے کو دیکھا جس نے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا رکھا تھا درخت کے سائے میں وہ گٹھا اپنے سر سے اتار پھینکا اور دریا کے پانی سے منہ ہاتھ دھوئے اور کلی کی اس کے بعد لکڑیوں کے گٹھے سے دو موٹے موٹے روٹ نکالے ایک ہندوستانیوں کی چپاتی ہوتی ہے

جس کا ایک لقمہ بنتا ہے اور ایک افغانیوں کا اور پٹھانوں کا روٹ ہوتا ہے جس کو دو آدمی مل کر بڑی مشکل سے ختم کرتے ہیں تو اس لکڑ ہارے نے پٹھانوں والے دو روٹ نکالے ساتھ ایک پیاز نکالا وہ دونوں روٹ اس ایک پیاز سے کھا لئے اوپر سے دریا کا ٹھنڈا پانی پیا اور ڈکار مارا اور بازو سر کے نیچے رکھ کر درخت کے سائے میں زمین پر ہی سو گیا اور خراٹے بھرنے شروع کر دیئے نواب صاحب کا دل پہلے ہی دکھا ہوا تھا یہ منظر دیکھ کر وہ اور دل برداشتہ ہو گئے اپنے دوستوں کو بلا کر یہ منظر دکھایا اور سارا واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ بخدا میں اس پر راضی ہوں کہ میری ساری دولت اس لکڑ ہارے کو مل جائے اور اس کی صحت اور نیند مجھے نصیب ہو جائے تو میں اس پر راضی ہوں اور سودا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

تو میرے دوستو! پیسوں سے صحت نہیں خریدی جا سکتی صحت اور تندرستی محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے وہ محض اپنے فضل سے جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

اسی طرح میرے دوستو اور بزرگو! مال و دولت سے اور پیسوں سے سازان اسباب اور وسائل کے ڈھیر تو لگائے جا سکتے ہیں لیکن راحت اور آرام چین سکون اور اطمینان پیسوں سے نہیں خریدا جا سکتا وہ محض اللہ

تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کا عطیہ ہے۔

جس کو چاہتے ہیں عطاء فرماتے ہیں جس کو چاہتے ہیں محروم فرما دیتے ہیں یہ ظاہری اسباب وسائل کار کوٹھی بنگلہ نوکر چاکر سلطنت اور اقتدار کے مختلف مناصب اور عہدے یہ سارے اسباب راحت ہیں سامان راحت ہیں وسائل راحت ہیں مگر راحت یہ عطیہ خداوندی ہے بسا اوقات راحت کے سارے اسباب جمع ہوتے ہیں مگر آدمی حقیقی راحت سے محروم ہوتا ہے۔ خواب آور گولیاں کھائے بغیر نیند نہیں آتی اور بسا اوقات خودکشی کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسباب راحت میں سے ایک سبب بھی پاس نہیں ہوتا سامان راحت میں سے ایک سامان بھی پاس نہیں ہوتا لیکن دل میں ایسی راحت اور آرام بھرا ہوا ہوتا ہے۔ دل چین سکون اطمینان سے ایسا لبریز ہوتا ہے کہ ان کے چہروں سے پیشانیوں سے بھی سکون واطمینان ٹپکتا ہے۔ سقوط افغانستان کے سانحہ میں جن حضرات نے عرب مجاہدین کو دیکھا ہے وہ بتاتے ہیں کہ ان پر کیسی قیامت گذر گئی بالکل لٹ پٹ گئے بیوی کہاں ہے بچے کہاں ہیں خود کہاں ہیں افراتفری کا عالم ہے مگر ان کے چہروں پر ان کی پیشانیوں پر ایسا سکون واطمینان تھا کہ ہمیں دیکھ کر رونا آجاتا تھا کہ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے کہ ان پر

قیامت گزر گئی اور آئندہ بھی پتہ نہیں کیسے حالات آنے والے ہیں مگر یہ حضرات کیسے مطمئن نظر آ رہے ہیں کیسا سکون ہے ان کے چہروں پر غالباً جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو سکون واطمینان کی دولت عطا ، فرمائی ہے اس کا پتہ اگر دنیا کے بادشاہوں کو چل جائے تو وہ سکون واطمینان کی دولت چھیننے کے لئے فوج لے کر ہمارے اوپر حملہ کریں۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بسا اوقات سامان راحت میں سے ایک سامان بھی پاس نہیں ہوتا اسباب راحت میں سے ایک سبب بھی نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے دل میں ایسا سکون واطمینان بھر دیا ہوتا ہے جو بادشاہوں کو اپنے شاہی محلات میں بھی نصیب نہیں ہوتا آپ کسی اللہ والے کی مجلس میں صحبت میں چند لمحات گذار کر تو دیکھیں کیسا اطمینان نصیب ہوتا ہے دنیا کے سارے غم بھول جاتے ہیں تو جن کی مجلس میں جن کی صحبت میں ایسا اطمینان میسر آ جاتا ہے خود ان کے قلب میں کتنا اطمینان اور کتنا چین کتنا سکون ہوتا ہوگا۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ ساری برکت تعلق مع اللہ کی ہے یہ تعلق جتنا مضبوط اور قوی ہوگا دل میں اتنا ہی چین اور سکون واطمینان ہوگا غار ثور میں کفار کو غار کے دروازے پر محسوس کر کے جب حضرت صدیق

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بے چینی اور پریشانی کا اظہار کیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے تسلی کے لئے یہی جملہ ارشاد فرمایا:

"لا تحزن ان الله معنا"

اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے میرے دوستو دنیا کا معمولی بادشاہ جس کی پشت پر ہو اور تسلی دے رہا ہو کہ گھبراؤ مت میں تمہارے ساتھ ہوں تو وہ آدمی کیسا مطمئن نظر آتا ہے اس کو کوئی فکر ہی نہیں ہوتی وہ سوچتا ہے بادشاہ میرے ساتھ ہے مجھے کسی چیز کی کیا فکر ہے۔ میرے دوستو! جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو جو ساری کائنات کا سچا بادشاہ ہے بلا شرکت غیرے تو پھر ایسا آدمی کیوں پریشان ہوگا اس کو کیوں چین اور سکون واطمینان حاصل نہیں ہوگا تو یہ ساری برکت اللہ سے تعلق کی ہے یہ تعلق جتنا قوی ہوگا اتنا ہی چین سکون حاصل ہوگا یہ تعلق جتنا کمزور ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے جتنی دوری ہوگی اتنی ہی پریشانی ہوگی، بے چینی اور بے اطمینانی ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہر دلعزیز خلیفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پیارا شعر ہے فرماتے ہیں۔

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا
کسی کو فکر گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا

کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا
بس اس مجذوب کو اس غمکدے میں شادماں پایا

حضرت مجذوب ہی کا مصرعہ ہے۔

بچنا ہو غموں سے تو آپ کا دیوانہ ہو جائے

ہمارے جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب زید مجدہ ایک شعر اکثر پڑھا کرتے ہیں۔

دشمنوں کو عیش آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا درد دل دیا
ان کو ساحل پہ بھی طغیانی ملی
اور مجھ کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

بات لمبی ہو گئی بات یہ بیان ہو رہی تھی کہ دنیا کی خوشی کا حاصل کرنا یہ غیر اختیاری معاملہ ہے بندے کے بس کی بات لیکن اس کے مقابلے میں آخرت کی خوشی کو حاصل کرنا سو فیصد اختیاری ہے بندے کے اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ اور راستہ اس کے حاصل کرنے کا بتایا ہے وہ طریقہ اور راستہ جو آدمی اختیار کر لے سو فیصد اس کو آخرت کی خوشی ملنا یقینی ہوگا صفر فیصد بھی ناکامی کا امکان نہیں اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء علیہم السلام

کے واسطے سے اس کا اعلان کروایا ہے اور ساری آسمانی کتابوں میں اور
سارے آسمانی صحیفوں میں اس کا اعلان فرمایا ہے اب آخر میں صرف اتنا
سمجھ لیں کہ آخرت کی خوشی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

میرے دوستو! وہ طریقہ صحیح ایمان اور اعمال صالحہ کا اختیار کرنا یعنی
اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت جن کاموں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان
کو بجالانا اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ان سے رک جانا ان سے
بچنا یہ اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت ہے۔ اس کی وضاحت کئی مرتبہ ہو چکی ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ دنیا کی خوشی غیر اختیاری ہے اور اس کے
مقابلے میں آخرت کی خوشی سو فیصد اختیاری ہے تو دنیا اور آخرت کی خوشی
میں چار فرق آپ کے سامنے بیان ہوئے۔

پہلا فرق:

دنیا کی خوشی خالص نہیں ہوتی اس میں غموں کی آمیزش اور ملاوٹ
ہوتی ہے جب کہ آخرت کی خوشی سو فیصد خالص ہوگی دور دور تک غم کا کوئی
تصور بھی نہیں ہوگا۔

دوسرا فرق:

دنیا کی خوشی عارضی اور ختم ہونے والی اور زوال پذیر ہوتی ہے

جب کہ اس کے مقابلے میں آخرت کی خوشی دائمی اور ابدی ہمیشہ باقی رہنے والی ہوگی۔

تیسرا فرق:

دنیا کی خوشی محدود قلیل اور بہت تھوڑی ہوتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں آخرت کی خوشی غیر محدود اور بہت زیادہ ہوگی۔

چوتھا فرق:

دنیا کی خوشی غیر اختیاری ہے جب کہ اس کے مقابلے میں آخرت کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے سو فیصد اختیاری بنایا ہے۔

میرے محترم دوستو اب آپ اندازہ فرمائیں اور غور فرمائیں کہ کونسی خوشی حاصل کرنے کے قابل ہے کہ آدمی اس کے لئے رات دن ایک کر کے محنت کرے اور اپنے آپ کو کھپا دے ان چار فرقوں میں سے ہر ہر فرق ایسا ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے اور عقل مند آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کی خوشی کو اختیار کرے لیکن میرے دوستو! سوچیں ایک فرق نہیں چار فرق ہیں یعنی چار اعتبار سے آخرت کی خوشی دنیا کی خوشی کے مقابلے میں افضل اور اعلیٰ ہے مگر ہم پھر بھی دنیا ہی پر مرمٹے جا رہے ہیں اور بھول کر بھی آخرت کی توجہ نہیں کرتے، اور یہ چار

فرق سرسری طور پر سوچنے سے میرے ذہن میں آگئے ہیں وورنہ حقیقی اعتبار سے تو دنیا اور آخرت کا کوئی مقابلہ ہی نہیں یعنی دنیا ایسی چیز ہے کہ اس کو آخرت کے مقابلے میں پیش ہی نہیں کیا جا سکتا۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا سونے چاندی کی ہوتی اور فنا ہونے والی اور ختم ہو جانے اور مٹ جانے والی ہوتی اور آخرت مٹی گارے کی ہوتی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی تو عقلمند آدمی وہ تھا جو سونے چاندی کی فنا ہونے والی دنیا پر لات مار دیتا اور مٹی گارے کی ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دیتا اختیار کر لیتا مگر افسوس اور صد افسوس ہے اس بات پر کہ یہ دنیا مٹی گارے کی ہے اور فنا ہونے والی ہے جبکہ آخرت سونے چاندی کی ہے جواہرات کی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے مگر ہم مٹی گارے کی فنا ہونے والی دنیا پر فریفتہ ہو رہے ہیں اور مرمٹے جا رہے ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی سونے چاندی کی آخرت کی طرف سرے سے کوئی توجہ ہی نہیں ہے اسی بات کا شکوہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے جو میں نے خطبے میں آپ کے سامنے پڑھی تھی ارشاد فرمایا

بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا و الآخرۃ خیرٌ وّ ابقیٰ

اے انسانو، تم دنیا ہی کی زندگی کو ترجیح دے رہے ہو اور اختیار کر

رہے، ہو حالانکہ آخرت کی ہر چیز دنیا کی ہر چیز کے مقابلے میں بہتر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی ہے۔

ان ھذا لفی الصحف الأولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔

یہی مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں نازل کیا گیا۔

وقت بہت ہو چکا ہے: ابھی تک مضمون کا ایک حصہ بیان ہوا ہے یعنی دنیا اور آخرت کی خوشی میں فرق۔ دوسرا حصہ دنیا اور آخرت کے غم میں بھی یہی چار فرق ہیں یہ انشاء اللہ آئندہ جمعے آپ کی خدمت میں عرض کیا جائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

چودھویں تقریر

دنیا اور آخرت کے غم میں فرق اور موازنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا والآخرۃ خیرٌ وّ ابقیٰ۔ انّ ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔ صدق اللہ العظیم۔

(سورۃ: اعلیٰ / پ: ۳۰)

کوئی نہیں تم بڑھاتے ہو دنیا کے جینے کو اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا یہ لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! گذشتہ جمعے بھی یہی

آیت تلاوت کی گئی تھی اس کے لئے تمہیدی مضمون بھی گذشتہ جمعے بیان ہو چکا ہے اور اس آیت کے مضمون کا پہلا حصہ بھی گذشتہ جمعے بیان ہو چکا ہے کہ دنیا اور آخرت کی خوشی میں چار فرق اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں آج آپ کی خدمت میں اسی مضمون کا دوسرا حصہ عرض کرنا ہے کہ اسی طرح دنیا اور آخرت کے غم میں بھی چار فرق ہیں اور ہر ہر فرق اتنا عظیم ہے کہ اگر وہ ایک ہی فرق ہوتا تب بھی وہ اکیلا ہی آخرت کے غم کی ترجیح کے لئے کافی تھا۔ مگر وہ اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اسی جیسے تین اور فرق بھی ہیں۔

پہلا فرق:

دنیا اور آخرت کے غم میں پہلا فرق اللہ تعالیٰ نے یہ پیدا فرمایا ہے کہ دنیا کا کوئی غم خالص نہیں بنایا بلکہ بڑے سے بڑا غم بھی پیش آ جائے تو اس میں خوشی کی ملاوٹ اور آمیزش ضرور ہوتی ہے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ انسان کو کوئی غم کی حالت پیش آ جائے اور عین اسی وقت کوئی خوشی نصیب نہ ہو کوئی نعمت اسکی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ہوتا یہ ہے کہ غم کی ایک حالت پیش آتی ہے مگر عین اسی لمحے اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں اس کو حاصل ہوتی ہیں ہزاروں خوشیاں بھی اس کو حاصل ہوتی ہیں مثلاً کسی قریبی کا انتقال ہوا صدمہ پہنچا ہے دل پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر عین اسی وقت انسان

سوچو تو اوپر نیچے انسان کے بڑے اور چھوٹے محبت کرنے والے رشتہ دار موجود ہوتے ہیں تعزیت کرنے والے تسلی دینے والے دوست احباب موجود ہوتے ہیں پھر سب سے بڑی غم کو ہلکا کرنے والی یہ امید موجود ہوتی ہے کہ یہ جدائی عارضی ہے ہم نے بھی آخر اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے اور وہاں جا کر پھر ملاقات ہوگی اور ایسا وصال نصیب ہوگا جس میں جدائی کا امکان نہیں ہوگا۔

اس طرح کی ہزاروں تسلی کی باتیں عین غم کی حالت میں انسان کو حاصل ہوتی ہیں مگر انسان سوچتا نہیں غم ہی کو اپنے اوپر سوار کئے رکھتا ہے اسی طرح کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تکلیف بھی ہو رہی ہے پریشانی بھی ہو رہی ہے مگر سارے رشتہ دار دوست واحباب والدین بہن بھائی اولاد بیوی بچے یہ سارے عیادت کرنے کے لئے تیمارداری کے لئے خدمت کے لئے موجود ہیں دواء اور علاج کی ہر طرح کی سہولتیں موجود ہیں پھر بیماری پورے جسم میں نہیں ہے جسم کے ایک حصہ میں ہے تو دوسرا باقی سارا جسم بیماری سے محفوظ اور سالم ہے پھر یہ بھی امید ہے کہ یہ بیماری عارضی ہے دوا اور علاج سے انشاء اللہ افاقہ ہو جائے گا اگر خدانخواستہ افاقہ نہ ہوا موت آکر ساری بیماریوں کا خاتمہ کر دے گی یہ ساری بیماریاں انسان کو

اسی زندگی میں ستا سکتی ہیں موت آکر ان ساری بیماریوں کا خاتمہ کر دیتی ہے غرض اس قسم کی ہزاروں تسلی کی باتیں موجود ہوتی ہیں اگر انسان سوچے اور غور کرے تو تسلی حاصل کرسکتا ہے مگر انسان بڑا ناشکرا ہے ذرا سی پریشانی اور بیماری آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں یکسر فراموش کر دیتا ہے اور اسی غم کا ہی تذکرہ جاری رہتا ہے اسی غم کی ہی فکر ہر وقت دل و دماغ پر چھائی رہتی ہے خلاصہ پوری بات کا یہ ہوا کہ دنیا کا کوئی غم اللہ تعالیٰ نے خالص نہیں بنایا ہے مگر اس کے مقابلے میں آخرت کا ہر غم سو فیصد خالص ہوگا جس کو خدانخواستہ وہاں غم سے واسطہ پڑ گیا کوئی پریشانی لاحق ہوگئی کسی جرم میں پکڑا گیا تو پھر وہ ایسا غم ہوگا کہ اس میں خوشی کی ملاوٹ تو بڑے دور کی بات ہے خوشی کا تصور اور امید بھی نہیں ہوگی تسلی دینے والے غم بانٹنے والے والدین رشتہ دار بہن بھائی بیوی بچے دوست واحباب عزیز اقارب سب ٹکا سا جواب دیدیں گے ارشاد باری ہے۔

يوم يفرّ المرء من اخيه و امّه و ابيه و صاحبته و

بنيه لكل امرئ منهم يومئذٍ شان يّغنيه

یہ سارے قریبی رشتہ دار انسان سے بھاگیں گے اور انسان ان سے بھاگے گا پھر یہ بھی امید نہ ہوگی یہ پریشانی عارضی ہے جلد ہی ان کا

خاتمہ ہو جائے گا نہیں وہاں پریشانی ختم ہونے کا نام نہ لے گی کفار کی تو پریشانی اور تکلیف ابدی ہوگی جو ایمان والے بھی پریشانی میں مبتلا ہوئے تو ان کی پریشانی بھی ہزاروں سال کی ہوگی تو پریشانی کے جلد خاتمے کی اُمید بھی نہ ہوگی۔

تو میرے دوستو اور بزرگو! پہلا فرق یہ ہوا کہ دنیا کا کوئی غم خالص نہیں اور آخرت کا ہر غم سو فیصد خالص ہوگا۔

دوسرا فرق:

دنیا اور آخرت کے غم میں دوسرا بڑا فرق یہ ہے کہ دنیا کا غم محدود قلیل اور انتہائی تھوڑا ہے کسی بھی انسان کو کتنا ہی بڑا غم اور حادثہ پیش آ جائے کتنی ہی بڑی پریشانی لاحق ہو جائے مگر اس کو آخرت کے غم اور پریشانی سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے وہی خوشی والی مثال یہاں بھی فٹ کی جا سکتی ہے شاید آپ کو بات سمجھ میں آ جائے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے انسان دنیا میں آئے ہیں اور قیامت تک جتنے انسان دنیا میں آئیں گے۔ ان تمام انسانوں کو فرداً فرداً علیحدہ علیحدہ ہر انسان کو بہرحال کئی غموں اور پریشانیوں سے واسطہ ضرور پڑا ہے اور پڑے گا کمی بیشی کا فرق ضرور ہوگا مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی انسان ایسا بھی آیا ہے جس کو کبھی بھی غم

سے واسطہ نہیں پڑا کبھی بھی کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی بالکل سچ فرمایا ہے۔

دریں دنیا کسے بے غم نباشد

اگر باشد بنی آدم نباشد

دنیا کے سب سے بڑے انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب اور لاڈلے پیغمبر جن کے واسطے یہ ساری کائنات بنی ہے ان کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔

لو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير و ما مسّني السوء

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت ساری بھلائیاں جمع کر لیتا اور کبھی بھی مجھے پریشانی لاحق نہ ہوتی مگر قرآن وحدیث گواہ ہیں تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے اس سب سے بڑے انسان کی زندگی غموں اور پریشانیوں سے بھری ہوئی تھی پیدا ہونے سے پہلے ہی والد کا سایا سر سے اٹھ گیا اور داغ یتیمی لے کر اس دنیا میں تشریف لائے پھر بالکل بچپن میں چھ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں آٹھ سال کی عمر میں دادا جان بھی انتقال کر گئے پھر آپ کے چچا ابو طالب اور زوجہ مطہرہ امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک ہی سال دنیا سے رخصت ہو گئے آپ ﷺ اتنے غمگین

ہوئے کہ اس سال کا نام ہی عام الحزن پڑ گیا یہ تھوڑا سا میں نے نمونہ پیش کیا ہے ورنہ آپ ﷺ کی ساری زندگی غموں اور دکھوں سے بھری ہوئی ہے۔ بات دوسری طرف نکل گئی اور لمبی بھی ہو گئی میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دنیا میں آنے والے ہر انسان کو انفرادی طور پر غموں سے واسطہ ضرور پڑا ہے کوئی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اگر دنیا میں آنے والے ان سارے انسانوں کے ان غموں کو اور پریشانیوں کو جمع کر لیا جائے اور وہ ساری پریشانیاں جمع کر کے فرض کریں صرف ایک انسان کی گود میں ڈال دی جائیں تو سوچیں وہ کتنا پریشان ہوگا کیا اس کی پریشانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے بالکل ممکن نہیں لیکن میرے دوستو! سارے انسانوں کے غم جمع کر کے جس انسان کی گود میں ڈال دیئے جائیں اس کے غموں کو بھی آخرت کے غم سے اتنی نسبت بھی نہ ہوگی جتنی قطرے کو سمندر سے نسبت ہوتی ہے اور واقعۃً حقیقۃً عرض کر رہا ہوں اس میں کوئی مبالغہ نہیں سو فیصد حقیقت ہے قطرہ بھی محدود ہے سمندر بھی محدود ہے مگر میرے دوستو! دنیا کے غم محدود ہیں اور آخرت کے غم غیر محدود ہیں محدود کو غیر محدود سے کیا نسبت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ارشادات میں آخرت کی پریشانیوں کی اور آخرت کے غموں کی جو تفصیلات بیان فرمائی ہیں ان میں سے چند ارشادات میں

آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔ آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ میں نے جو کچھ عرض کیا ہے حقیقت ہے یا مبالغہ پر محمول ہے۔

پہلا ارشاد:

حشر کے میدان میں ایک ایسے کافر کو لایا جائے گا جس نے دنیا کی ساری زندگی خوشیوں میں اور عیاشیوں میں گذاری ہوگی فرشتوں سے ارشاد فرمائیں گے اس کو جہنم کا ایک چکر باہر سے لگوا کر لے آؤ۔ فرشتے چکر لگوا کر لے آئیں گے اللہ کی عدالت میں کھڑا کر دیں گے اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے ''بتا'' دنیا کی زندگی میں کبھی کوئی خوشی اور مسرت بھی دیکھی فوراً عرض کرے گا میرے مولیٰ مجھے تو کوئی خوشی یاد نہیں جب سے پیدا ہوا پریشانیاں ہی پریشانیاں میرے مقدر میں تھیں۔

میرے دوستو! اندازہ فرمائیں جس جہنم کا بیرونی چکر دنیا کے سارے مزے اور لذتیں اور خوشیاں بھلا دے گا اس جہنم میں جب ہزار ہا سال رہنا پڑے گا تو کیا حال ہوگا۔

دوسرا ارشاد:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہنم میں سب سے ادنیٰ درجے کا عذاب سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو صرف جہنم کے دو جوتے

پہنائے جائیں گے باقی سارا جسم آگ سے محفوظ ہوگا مگر ان دو جوتوں کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جیسے ہنڈیا کو چولہے پر چڑھا دیا جائے تو وہ کھولتی ہے وہ یہ سمجھے گا مجھے سب سے زیادہ عذاب دیا جارہا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہوگی کہ اسکو سب سے ہلکا عذاب دیا جارہا ہوگا۔

میرے دوستو! اندازہ فرمائیں جس کو صرف جہنم کے جوتے پہنائے جائیں گے جب اس کا یہ حال ہوگا تو جو سر سے پاؤں تک جہنم کی آگ میں غرق ہوگا اس کا کیا حشر ہوگا اور جو بیچارے درک اسفل میں ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا۔

تیسرا ارشاد:

آپ ﷺ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکدم اچانک ایک کھڑاک سا سنائی دیا جیسے کوئی چیز اوپر سے نیچے گر جائے تو جب وہ زمین پر آ کر لگتی ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے ایسی آواز سنائی دی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا جانتے ہو یہ کس چیز کی آواز تھی صحابہ نے معمول کے مطابق جواب دیا اللہ ورسولہ اعلم آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج سے ستر سال پہلے ایک وزنی پتھر جہنم کے اوپر سے نیچے کی طرف پھینکا گیا تھا وہ ستر سال گرتے گرتے آج جہنم کی تہ میں پہنچا ہے

یہ اس کے گرنے کی آواز تھی۔

میرے دوستو تیسری منزل سے گرنے والے کی ہڈی پسلی ایک ہو جاتی ہے تو جس کوستر سال تک گہرائی میں گرنا پڑے گا اس کا کیا حشر ہوگا اگر آگ سے جلانے والا عذاب نہ بھی ہو صرف اوپر سے نیچے پھینک ہی دیا جائے تو سوچیں انسان بیچارے کا کیا حشر ہو۔

میرے دوستو! سچی بات یہ ہے کہ واقعۃً دنیا کے غموں اور پریشانیوں کو آخرت کی پریشانی سے اتنی نسبت بھی نہیں ہے جتنی قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔

تیسرا فرق:

دنیا اور آخرت کے غم میں تیسرا بڑا فرق یہ ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا کے غم کو عارضی ختم ہونے والا اور زوال پذیر بنایا ہے اس کے مقابلے میں آخرت کا غم ابدی دائمی اور نہ ختم ہونے والا ہوگا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگا کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گا۔

میرے دوستو! دنیا میں کتنا ہی بڑا غم کیوں نہ پیش آ جائے مگر آخر ایک نہ ایک دن اس غم سے جان چھوٹ ہی جاتی ہے وقت بہت بڑی مرہم ہے وقت اس صدمے کو بھلا دیتا ہے غم کی شدت کو کم کر دیتا ہے جب

کسی قریبی عزیز کا انتقال ہوتا ہے تو پہلے دن اور کیفیت ہوتی ہے دوسرے دن اور تیسرے دن اور پھر ہفتے گزرتے ہیں مہینے گزرتے ہیں سال گزرتے ہیں ہلکا سا یاد بھی آتا ہے صدمہ بھی ہوتا ہے مگر اس میں وہ شدت نہیں ہوتی ہے جو ابتدائی ایام میں تھی اگر خدانخواستہ وہ غم طویل ہو گیا بیماری لمبی ہو گئی تو موت بہرحال اس غم کا خاتمہ کر دے گی موت کے آنے سے دنیا کے سارے غم ساری تکلیفیں ساری بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں لیکن اس کے مقابلے میں آخرت کا غم دائمی ابدی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو گا ختم ہونے کا نام نہیں لے گا اور وہاں موت کو موت آچکی ہو گی جہنم کی آگ میں یہ کیفیت ہو گی۔

لا یموت و لا یحییٰ

والی کیفیت ہو گی کافر تمنا کریں گے

یا لیتنی کنت تراباً

کاش میں مٹی ہو جاتا میرا نام و نشان بھی ختم ہو جاتا مگر اے، بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

چوتھا اور آخری فرق:

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کے غم میں چوتھا فرق یہ رکھا ہے کہ

دنیا کے غم کو غیر اختیاری بنایا ہے دنیا کے غم سے تکلیف سے بچنا غیر اختیاری معاملہ ہے کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے کسی پریشانی سے کسی مصیبت سے کسی غم سے بچ جائے۔ مال و دولت کے انبار خرچ کر کے سلطنت اور حکومت کے سارے وسائل خرچ کر کے بھی بندوغم سے نہیں بچ سکتا اگر یہ اختیاری معاملہ ہوتا تو کبھی کوئی بادشاہ اور دولت مند بیمار نہ ہوتا کبھی کسی بادشاہ کو موت نہ آتی۔

انسان اس معاملے میں بے بس ہے کروڑوں خرچ کر کے بھی مرنے والے کو موت کے منہ سے نہیں بچایا جا سکتا بلکہ ایک منٹ کی زندگی نہیں دی جا سکتی سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے آخری وقت کا عجیب منظر بیان فرمایا ہے۔

فلو لا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذٍ تنظرون

جب مرنے والے کی روح گلے تک حلق تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ منظر دیکھ رہے ہوتے ہو بوڑھا باپ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے جان کی کیفیت سے دوچار ہے اس کے چار بیٹے اسپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں چاروں چارپائی کے چاروں طرف کھڑے ہیں مگر بالکل بے بس ہیں ہر ایک کی آنکھ میں آنسو ہیں مگر کر کچھ نہیں سکتے تو فرمایا

فلو لااذا بلغت الحلقوم و انتم حینئذٍ تنظرون

تم پاس کھڑے دیکھ رہے ہوتے ہو

و نحن اقرب الیه منکم و لکن لا تبصرون

ہم تم سے بھی زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں

مگر تم ہمیں نہیں دیکھ سکتے

فلو لا ان کنتم غیر مدینین ترجعونها ان کنتم صادقین۔

اگر تمہارا یہ خیال سچا ہے کہ قیامت نے نہیں آنا اور اعمال کی جزاء وسزا نہیں ہوگی تو تم اس مرنے والے کی روح کو روک کیوں نہیں لیتے ذرا دومنٹ کے لئے روک کر تو دکھادو۔

خلاصہ یہ ہوا کہ دنیا کے غم سے بچنا غیر اختیاری ہے کسی کے بس کی بات نہیں لیکن میرے دوستو! اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کے غم سے بچنا سو فیصد اختیاری بنایا ہے آخرت کے غم سے بچنے کا جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے پیغمبر نے بتا دیا پہلے جو انسان اس طریقے کو اختیار کر لےگا اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ ہر حال میں سو فیصد آخرت کی پریشانی سے محفوظ رہےگا یہ ایسا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے انبیاء

ملیہم السلام کی زبانوں سے اس کا اعلان کروایا ہے ساری آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں اس کا اعلان فرمایا ہے ارشاد باری ہے۔

وعداً علیه حقاً فی التوراة والانجیل والقرآن

یہ سچا وعدہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ اور انجیل اور قرآن کریم تینوں بڑی آسمانی کتابوں میں فرمایا ہے اگلا جملہ بڑا عجیب ہے

ومن أوفیٰ بعهده من الله

اے انسان تو سوچتا سمجھتا نہیں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہو سکتا ہے اے انسان تو کمزور عاجز بے بس ہے مگر پھر بھی تو جب کسی کے ساتھ وعدہ کر لیتا ہے تو اس وعدے کو پورا کرنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے میں خدا ہوں۔ ساری کائنات کا سچا بادشاہ ہوں بلا شرکت غیر کن فیکون کا مالک ہوں میں اپنا وعدہ کیسے پورا نہیں کروں گا

و من اوفیٰ بعهده من الله

اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔

بہر حال خلاصہ یہ ہوا کہ دنیا کے غم سے بچنا غیر اختیاری ہے اور

آخرت کے غم سے بچنا سو فیصد اختیاری ہے۔ میرے دوستو اور بزرگو! دنیا اور آخرت میں چار فرق آپ کے سامنے بیان کئے گئے ہیں۔

پہلا فرق:

دنیا کا غم خالص نہیں اس میں خوشی کی ملاوٹ ضرور ہوتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں آخرت کا غم سو فیصد خالص ہوگا اس میں ہرگز خوشی کی ملاوٹ نہ ہوگی۔

دوسرا فرق:

دنیا کا غم محدود قلیل اور انتہائی تھوڑا ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں آخرت کا غم غیر محدود اور بہت زیادہ ہوگا۔

تیسرا فرق:

دنیا کا غم عارضی اور ختم ہونے والا ہوتا ہے جبکہ آخرت کا غم دائمی ابدی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگا۔

چوتھا فرق:

دنیا کے غم سے بچنا غیر اختیاری ہے اور آخرت کے غم سے بچنا سو فیصد اختیاری ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! ان چار فرقوں میں ہر فرق ایسا ہے کہ اگر

یہ ایک ہی ہوتا پھر بھی آخرت کے غم سے بچنے کو ترجیح دینے کے لئے کافی تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ فرق صرف ایک نہیں بلکہ چار فرق ہیں مگر پھر بھی ہماری ساری کوشش جدو جہد محنت دنیا کے غم سے بچنے پر لگ رہی ہے اور آخرت کے غم کے بارے میں کبھی بھول کر خیال بھی نہیں آتا اسی کا شکوہ اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے جو میں نے خطبے میں آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔

بل تؤثرون الحياة الدنيا والآخرة خيرٌ وّ ابقى

اے انسانو، تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دے رہے ہو حالانکہ آخرت کی ہر چیز دنیا کی ہر چیز کے مقابلے میں بہتر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی ہے۔

اللہ تعالی اپنے دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

و آخر دعوانا أن الحمد الله رب العالمين

پندرھویں تقریر

نجات کا دارومدار کامل اسلام پر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا وَزِیْرَ لَہٗ وَلَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ وَلَا جِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَلَا جِدَالَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِیَّنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَ حَبِیْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يا ايّها الذين آمنوا ادخلوا فى السلم كافّة ولا تتبعوا خطوات الشيطٰن انه لكم عدوّ مبين۔ صدق الله العظيم۔

(سورة :بقرة / پ:۲)

اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اللّٰهمّ صل على سيدنا و على آل سيدنا و مولانا محمدٍ و بارك وسلم، ربّ اشرح لى صدرى ويسّرلى امرى واحلل عقدة من لسانى يفقهوا قولى، ربّ زدنى علماً ربّ زدنى عملاً سبحانك لا علم لنا الا ما علّمتنا انك انت العليم الحكيم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! دو تین باتیں مختصراً آپ کی خدمت میں عرض کرنی ہیں توجہ کے ساتھ عمل کی نیت سے سنئے انشاء اللہ

تعالیٰ سمجھ بھی عطا فرمائیں گے اور عمل کی توفیق بھی عطا فرمائیں گے۔

پہلی بات:

میرے دوستو! ہم سب کا یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ اس دنیا میں جو انسان کسی بھی لائن اور شعبے کو اختیار کرے اور اپنی محنت کا میدان بنائے دن رات چوبیس گھنٹے اپنے آپ کو اس میں کھپا دے مگر کسی وجہ سے اس کو ادھورا چھوڑ دے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچائے ناقص چھوڑ دے درمیان میں پہنچ کر چھوڑ دے تو اس آدمی کو اس لائن کے اختیار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی محنت ضائع اور بیکار چلی جاتی ہے اس کی ساری محنت رائیگاں چلی جاتی ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! یہ اتنی واضح بات ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارے روز مرہ کے مشاہدے اور تجربے سے ثابت ہے ہم اپنے جاننے والوں میں اپنے دوست و احباب میں اپنے عزیز و اقرباء میں اگر غور کریں گے تو اس کی کئی مثالیں ہمیں نظر آجائیں گی کہ فلاں آدمی در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے اس لئے کہ اس نے محنت کر کے جس لائن کو اختیار کیا تھا اسکو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچایا اس لئے اب مارا مارا پھر رہا ہے در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے جتنی محنت کی تھی وہ بھی ضائع چلی گئی

رائیگاں ہو گئی،

اس کو آپ ایک مثال سے سمجھیں، ایک بچہ ہے جس کو والدین نے ڈاکٹر بننے کے لئے اسکول میں داخل کروایا ہے اس نے پندرہ سولہ سال سکول کالج کی تعلیم بڑی محنت سے حاصل کی اعلیٰ نمبرات اور امتیازی نمبر ں سے کامیابی حاصل کر لی۔ یہاں تک کہ اس کو میڈیکل کالج میں داخلہ مل گیا میڈیکل کالج میں چار سال کا کورس تھا تین سال تو اس نے مکمل کر لئے مگر جب چوتھا سال آیا تو کوئی ایسا حادثہ پیش آ گیا کہ اس کا دل کالج کی تعلیم سے اچاٹ ہو گیا وہ گھر آیا واپس کالج جانے کا نام ہی نہیں لیتا سارے گھر والے بڑے چھوٹے دوست واحباب باری باری اس کو سمجھا کر تھک ہار کر عاجز ہو گئے مگر وہ کالج کا نام سننے کے لئے بھی تیار نہیں۔

میرے دوستو! ذرا سوچیں کیا اس بچے کو ڈاکٹری کی ڈگری مل جائے گی، اس کے اٹھارہ انیس سال اس لائن میں لگے ہیں، اس نے بڑی محنت کی ہے لاکھوں روپیہ اس کی تعلیم پر والدین نے لگا دیا ہے تو کیا اس کو ڈاکٹری کی ڈگری مل جائے گی کسی سرکاری ہسپتال میں اس کو ڈاکٹر کی سیٹ پر ملازمت مل جائے گی کیا اس کو پرائیویٹ کلینک کھول کر ڈاکٹر کے طور پر کام کرنے کی اجازت مل جائے گی۔

میرے دوستو! ان سارے سوالوں کا جواب نفی میں ہے نہ اس کو ڈگری ملے گی نہ ملازمت ملے گی نہ کلینک کھولنے کی اجازت ہوگی، میرے دوستو! اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ اس نے جس لائن کو اختیار کیا تھا اس کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچایا ادھورا چھوڑ دیا ناقص چھوڑ دیا درمیان میں چھوڑ دیا عمرؔ جو حصہ لگایا تھا وہ بھی برباد ہوگیا، اور جو پیسہ لگایا تھا وہ بھی ضائع چلا گیا۔

میرے دوستو! میں نے صرف سمجھانے کے لئے ڈاکٹر کی مثال دی ہے اسی پر دنیا کی ہرلائن اور ہر شعبے میں کام کرنے والوں کو قیاس کرلیں، مثلاً یہی حال ہے آدھے انجینئر کا نہ اس کو ڈگری ملے گی نہ اس کو بلڈنگوں کے نقشے بنانے کی اجازت ہوگی، یہی حال ہے آدھے درزی کا کہ اس کے پاس اپنے کپڑے سلوانے کے لئے کوئی تیار نہ ہوگا، یہی حال ہے قرآن کے آدھے حافظ قاری کا کہ جو آدھا حافظ ہوگا اس کو نہ تو تراویح میں مصلی سنانے کے لئے منتخب کیا جائے گا نہ ہی کسی مکتب میں بچوں کو قرآن حفظ کرانے کے لئے اس کو ملازمت ملے گی، یہی حال ہے آدھے مولوی صاحب کا جس نے اپنی تعلیم درمیان میں ادھوری چھوڑ دی اسکو امامت خطابت تدریس تمام کاموں کے لئے نااہل قرار دیا جائے گا، تو خلاصہ یہ

ہوا کہ کسی بھی لائن کو اختیار کرنے والا جب تک اس کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچائے تو اس کو اس لائن کے اختیار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی ساری محنت ضائع چلی جاتی ہے۔

حاجی صاحب حج کے ارادے سے بہت ساری رقم خرچ کر کے سفر کی مشقتیں برداشت کر کے گئے مکہ گئے مدینہ گئے مگر عرفات پہنچنے سے پہلے دل برداشتہ ہو کر خدانخواستہ واپس آ گئے تو کیا ان کا حج والا فرض ادا ہو گیا، نمازی نے جب نماز شروع کی سلام سے پہلے توڑ ڈالی تو کیا فرض پورا ہو جائے گا، روزہ شروع کیا گرمی کا موسم ہے بھوک پیاس برداشت کی مگر غروب آفتاب سے پہلی ہی روزہ توڑ ڈالا تو کیا روزے کا فرض ادا ہو جائے گا، ان سارے سوالات کا جواب نفی ہی ہے اور یقیناً نفی میں ہے۔ اور یہ کوئی ایسی گہرائی والی بات نہیں جو سمجھ میں نہ آئے اور جس کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہو، غرض یہ بات ثابت ہو گئی اور واضح ہو گئی کہ کسی کام دین کا ہو یا دنیا کا جب تک اس کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچایا جائے کامل اور مکمل نہ کیا جائے تو ساری محنت ضائع چلی جاتی ہے اور محنت کا کوئی خاطر خواہ فائدہ اور نتیجہ نہیں نکلتا۔

دوسری بات:

میرے دوستو! یہ ساری تمہیدی بات اور یہ ساری مثالیں ذہن میں رکھنے کے بعد ذرا غور فرمائیں کہ ہم نے کلمہ پڑھ کر اسلام والی لائن کو اختیار کیا ہے اور اس لائن کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس لائن کے اختیار کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کامیابی چین سکون اور اطمینان کا وعدہ فرمایا ہے اور اس لائن کے اختیار کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نجات اور کامیابی کا بھی وعدہ فرمایا ہے اور دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ایسے انسان گزرے ہیں جنہوں نے اس لائن کو دین اسلام کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں ساز و سامان کی کمی کے باوجود وسائل و اسباب کے فقدان کے باوجود انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں بھی ان کو ایسا کامیاب فرمایا ہے کہ اس سے قبل تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ جا رہے ہیں ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر ٹھہر جاتے ہیں اور روتے ہیں اور اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتے ہیں اے خطاب کے بیٹے تو وہی ہے جو اس پہاڑی کے دامن میں اونٹ چرایا کرتا تھا اور گھٹنوں تک اونٹوں کا پیشاب لگا ہوا ہوتا تھا، تجھے اونٹ چرانے بھی نہیں آتے تھے اور آج تیری یہ حالت ہے کہ تو آدمی سے

زائد دنیا کا فرمانروا اور بادشاہ بنا ہوا ہے یہ سارا آپ ﷺ کے صدقے ہی ہے اور اسلام کی برکت ہے، تو دنیا کی کامیابی کی تاریخ گواہی دیتی ہے باقی رہی آخرت کی کامیابی تو ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا نوازا ہوگا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، ان میں سے اکثر کے نام لے کر سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت دی اور بعض کو کئی کئی بار یہ بشارت سنائی ہے۔

بہر حال ہم نے اس دین اسلام والی لائن کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن میرے دوستو! کبھی ہم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ہم نے اس لائن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے اور ہمارا اسلام کامل اور مکمل ہو گیا ہے اسلام کے جتنے تقاضے تھے وہ سارے ہم نے پورے کر دیئے ہیں۔

میں اس کی تھوڑی سی تفصیل آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں پھر خود ہی غور فرمالیں کہ ہماری یہ لائن کس حد تک مکمل ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے پانچ شعبے ہیں اور پانچ حصے ہیں سب سے پہلا شعبہ ہے عقائد کا، کہ تمام ایمانیات پر ایمان ہو، توحید رسالت قیامت پر فرشتوں اور جنات کے وجود پر انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر اس طرح تقدیر پر اسی

طرح جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں ان سب کو حلال سمجھے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان سب کو حرام سمجھے یہ سارا عقائد کا حصہ ہے ان میں سے اگر کسی ایک میں گڑ بڑ ہے تو عقائد درست نہیں، اب آپ بد جائزہ لے کر دیکھیں غور کریں مسلمانوں کی حالت پر کہ کیا گڑ بڑ مچا رکھی ہے عقیدہ توحید ہی کو لے لیں اور مزارات پر جا کر دیکھیں کہ کس طرح عملی طور پر اس عقیدے کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں مزارات پر مسجد بنی ہے قبلہ اور طرف ہے قبر والے کے پاؤں اور طرف ہیں مسجد کو چھوڑ کر قبلہ کی صحیح سمت کو چھوڑ کر قبر والے کے پاؤں پر بالکل ایسا سجدہ کیا جا رہا ہے جیسے بالکل مسجد میں نماز کی حالت میں کیا جاتا ہے داتا دربار پر اور گولڑہ کے مزار پر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

بس اور ویگن میں آپ نے سفر کیا ہو گا فحش گانے چل رہے ہیں ویڈیو فلم چل رہی ہے ننگی تصویریں چل رہی ہیں مگر مجال ہے کہ کسی کو پردہ ہو بلکہ الٹا منع کرنے والے کے مخالف ہو جاتے ہیں اس کو گھورنا شروع کر دیتے ہیں لیکن راستے میں جیسے ہی کوئی مزار آیا کوئی جھنڈی دیکھی تو ڈرائیور صاحب توبہ کے انداز میں دونوں ہاتھ اپنے کانوں کو لگائیں گے یہ بھی علم نہیں کہ مزار میں کون مدفون ہے، ہے بھی یا نہیں، بس صرف جھنڈی

دیکھی اور یہ یقین ہے کہ بابا جی سب کچھ جان رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں، استغفراللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

فحش گانے چل رہے ہیں، ویڈیو چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ٹوٹ رہا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی پرواہ نہیں اور بابے جی کا اتنا خوف طاری ہے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وما قدرو الله حق قدره

میرے دوستو! دیہاتوں میں رہنے والے ۹۰ فیصد مسلمان اس قسم کے عقائد میں مبتلا ہیں اور شہروں میں بھی ہیں، مگر تعداد میں کچھ کمی ہے۔ اس کے بعد رسالت کو لے لیں رسالت والے عقیدے کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ابھی تک انبیاء علیہم السلام کو انسان ماننے کے لئے تیار نہیں، ایسا قطعی عقیدہ جو قرآن کی متعدد آیات میں بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، اس پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں اور عجیب وغریب قسم کی تاویلات کرتے ہیں، ایک مشہور مفسر قرآن ہیں، فوت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں سورہ کہف کی آخری آیت

قل انما انا بشر مثلکم

کا ترجمہ کیا ہے میرے محبوب آپ فرمادیں

انما انا

کہ بیشک میں تو میں ہوں

بشر مثلکم

انسان تمہاری طرح ہوتے ہیں۔

انّا للہ و انّا الیہ راجعون

میرے دوستو! اسی لئے منع کرتا رہتا ہوں ہر ایک تفسیر پڑھنا اور ہر ایک تقریر سننا منع ہے انسان کے عقائد خراب ہوتے ہیں۔ بہر حال بات ہو رہی ہے رسالت والے عقیدے کی جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کی اکثریت انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہر ہر معجزہ کی عجیب وغریب تاویل کرتے ہیں، حالانکہ معجزات کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض چیزیں قطعی حرام ہیں ایسی حرام کہ ان کی حرمت پر اجماع اور اتفاق ہے مگر مسلمانوں کی اکثریت اس کو حرام ماننے کے لئے تیار نہیں، حالانکہ یہ بات طے ہے کہ حلال کو حرام سمجھنے والا اور حرام کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اسی طرح کتنے فرقے ایسے ہیں کہ ان کے کافر ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے، مگر مسلمانوں کی اکثریت جدید تعلیم یافتہ حضرات، ان

کو ابھی تک مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کرتے ہیں۔

آغا خانی قادیانی پرویزی بوھری چکڑالوی اس قسم کے تمام فرقے کافر ہیں اور ان کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں مگر مسلمانوں کی اکثریت ان کو مسلمان سمجھتی ہے ان کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کرتی ہے حالانکہ میرے دوستو! عقیدے کا یہ مسئلہ ہے کہ جیسے کسی مسلمان کو کافر سمجھنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے اسی طرح کسی کافر کو مسلمان سمجھنے سے بھی بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ بہر حال میں نے اشارہ کر دیا ہے کہ عقائد والا جو شعبہ ہے اس میں ہم نے کیسی گڑبڑ مچا رکھی ہے۔

دوسرا شعبہ ہے عبادات کا نماز، روزہ، زکوۃ، حج، ذکر اذکار، تسبیحات، تلاوت قرآن ان ساری چیزوں کا تعلق عبادت والے شعبے سے ہے۔ اس میں بھی ہمارا حال پتلا ہے نماز ہی کو لے لیں مسلمانوں کی اکثریت تو صرف عیدین اور جنازے پر ہی گزارا کرتے ہیں اور کچھ جمعہ بھی پڑھ لیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ روزانہ پڑھتے ہیں مگر وہ سمجھتے ہیں نمازیں پانچ نہیں چار ہیں، فجر کی نماز گول کر جاتے ہیں، مغرب عشاء میں مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔ عشاء کے بعد شاید یہ سارے

ڈیوٹی پر چلے جاتے ہیں۔اس لئے فجر کی نماز میں صرف ایک صف بھی بڑی مشکل سے بھرتی ہے، خاص کر کے گرمیوں کے موسم میں تو پوچھو ہی مت۔

میرے دوستو! ایک انگریز مؤرخ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں سے ابھی مت ڈرو یہ ابھی غفلت میں مست پڑے ہوئے ہیں سو رہے ہیں: ان کے بیدار ہونے اور ان سے ڈرنے کا وقت وہ ہوگا جب ان کی مسجدیں، فجر کی نماز میں بھی نمازیوں سے، اس طرح آباد ہوں گیں اور بھری ہوئی ہوں گیں جیسے جمعے کی نماز میں نمازیوں سے فل ہوتی ہیں اور باہر گلی میں بھی صفیں بچھانا پڑتی ہیں۔

میرے دوستو! بات تو اس نے بالکل سچی کی ہے ہمیں غیرت آنی چاہیے یہ حال رمضان کے روزوں کا ہے، زکوۃ اور حج کا ہے اور یہی حال تلاوت قرآن کا ہے، سالہا سال گذر جاتے ہیں مگر قرآن پڑھنے کی قرآن کو کھولنے کی نوبت نہیں آتی اخبارات سے اور ریڈیو ٹی وی سے فرصت ہی نہیں ملتی۔

تیسرا شعبہ معاملات کا ہے، خرید و فروخت کاروبار نوکری ملازمت لین دین یہ سارے معاملات اللہ اور اللہ کے پیغمبر کے حکم کے مطابق ہونے چاہئیں۔مگر ہمارا پورا ملک سود پر چل رہا ہے اور بازاروں اور مارکیٹوں میں ناجائز کاروبار کی دھوکے اور فراڈ کی ملاوٹ کی بھرمار ہے، حالانکہ پیچھے

والے بھی مسلمان ہیں اور خریدنے والے بھی مسلمان ہیں، مگر کاروبار کا اسلام سے سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

چوتھا شعبہ معاشرت ہے کہ انسان کے آپس کے تعلقات میل ملاپ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں اور اولاد کا والدین پر کیا حق ہے، پڑوسیوں کے کیا حقوق ہیں، میاں بیوی کے ایک دوسرے کے ذمے کیا حقوق ہیں، سسرال والوں کے کیا حقوق ہیں، برادری اور خاندان والوں کے کیا حقوق ہیں، مہمان میزبان کے کیا حقوق ہیں، اس قسم کے بے شمار مسائل و احکامات کا تعلق اسلامی معاشرت کے ساتھ ہے۔ اللہ اور اللہ کے پیغمبر نے ان سارے مسائل کو کھول کر بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس شعبے میں ہمارا حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کو اس شعبے کا سرے سے کوئی پتہ ہی نہیں او. ان مسائل کا علم نہ ہونے اور ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جہنم کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ پورا معاشرہ بے چینی کی لپیٹ میں ہے اس پر انشاء اللہ تفصیل سے آئندہ کسی نشست میں بات کروں گا۔

پانچواں اور آخری شعبہ ہے اخلاق کا، ہم نے اخلاق نام رکھا ہوا ہے مسکرا کر ملنے کا جھک کر ملنے کا اور میٹھی میٹھی نرم نرم بات کرنے کا ہم نے

ان چیزوں کا نام اخلاق رکھا ہوا ہے، جب کہ شریعت کی اصطلاح میں اخلاق دل کی صفت ہے جس کا اثر ہر انسان کے ظاہر پر اور ظاہری اعمال پر بھی پڑتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اخلاق والے شعبے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا دل عمدہ صفات اور خوبیوں سے فضائل سے مزین ہو اور گندے اخلاق گندی صفات اور رزائل سے اسکا دل پاک اور صاف ہو۔

مثلاً اس کے دل میں صبر بھی ہو شکر بھی ہو تواضع عاجزی انکساری بھی ہو رضا بالقضاء بھی ہو، اللہ کی ذات پر توکل اور بھروسہ بھی ہو، اس کے دل میں اخلاص بھی ہو، اور اس کا دل بے صبری ناشکری سے، تکبر سے، فخر غرور سے ریاء سے حسد بغض کینے سے اس قسم کی گندی صفات سے اس کا دل پاک صاف ہو، تفصیل کا وقت نہیں میں نے صرف اشارہ کر دیا ہے، اس پانچویں شعبے میں ہمارا حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کو اس کا نام بھی معلوم نہیں، عمل کرنا تو بڑے دور کی بات ہے۔

میرے دوستو! آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ اسلام کے پانچ شعبے بیان ہوئے اور ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ مسلمانوں کی عملی حالت کا تذکرہ بھی بیان ہوتا رہا ہے اسی سے اندازہ کر لو کہ ہماری یہ اسلام والی لائن اس حد تک کامل اور مکمل ہے، ہماری یہ جو حالت ہے اس کی ایک عجیب مثال

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے اس مثال سے یہ بات آپ کو اور اچھے طریقے سے سمجھ میں آ جائے گی، مثال یہ بیان فرمائی کہ ایک آدمی ایک تصویر بنانے والے کے پاس گیا اور کہا میں نے شیر کی تصویر بنوانی ہے، میرے کمر پر ذرا شیر کی تصویر بنا دو وہ مصور بولا کہ ایک تو یہ سودا بڑا مہنگا ہے، پیسے بہت زیادہ دینے پڑیں گے، دوسرا یہ عمل بڑا تکلیف دہ ہے تم اس تکلیف کو برداشت نہیں کر سکو گے، وہ آدمی آگے سے کہنے لگا منہ مانگے پیسے بھی دونگا اور جتنی تکلیف بھی ہو گی وہ بھی برداشت کروں گا، تم بہر حال میرے کمر پر شیر کی تصویر بنا دو مصور بولا اچھا پھر تیاری کر لو، مصور نے تصویر بنانے کے لئے سوئی اٹھائی پہلی مرتبہ اس کی کمر میں چبھوئی تو اس نے ایک چیخ لگائی کہ ارے یہ کیا کر رہے ہو، مصور نے جواب دیا میں شیر کی دم بنا رہا ہوں، وہ آدمی بولا یار بغیر دم کے بھی تو شیر ہوتا ہے تم ایسا کرو دم کو رہنے دو مت بناؤ، تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر سوئی اٹھائی اور اس کی کمر میں چبھوئی تو اس نے پھر چیخ لگائی شور مچایا کہ ارے یہ کیا کر رہے ہو، مصور بولا اب میں شیر کی پچھلی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ بنا رہا ہوں، وہ آدمی کہنے لگا یار تین ٹانگوں والا بھی تو شیر ہوتا ہے ہمیں تین ٹانگوں والا شیر ہی منظور ہے، بہر حال اس طرح کرتے کرتے اس نے شیر کا کوئی عضو نہ بننے

دیا، نہ دم بننے دی، نہ ٹانگیں بننے دیں، نہ کان بننے دیئے، نہ جبڑے بننے دیئے، نہ اس کے نوکیلے دانت بننے دیئے، غرض کوئی چیز نہ بننے دی مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ذرا سوچو تصور کرو کہ وہ کیسا شیر ہوگا، جس کی دم بھی نہ ہوگی ٹانگیں بھی نہ ہوں گیں، سر بھی نہ ہوگا، کان بھی نہ ہوں گے، منہ اور جبڑا اور دانت بھی نہ ہوں گے، سوچیں اور تصور کریں یہ کیسا شیر ہوگا اسی طرح سمجھو میرے دوستو! یہ کیسا اسلام ہے جس میں عقائد بھی گڑبڑ ہوں نماز روزہ عبادات بھی نہ ہوں معاملات اور معاشرت بھی اپنی مرضی کا ہو، سود، رشوت، جوا دھوکہ فراڈ ملاوٹ سب کچھ جائز ہو بے پردگی، بے حیائی فحاشی عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماع، ویڈیو فلمیں اور گانے سب کچھ جائز ہو یہ ایسا ہی اسلام ہوگا جیسے وہ شیر ہے کہ نام تو شیر ہے باقی شیر کی حقیقت میں سے کوئی بات بھی اس میں موجود نہیں اسی طرح اس کا نام تو اسلام ہے یہ خود بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں دنیا والے بھی ان کو مسلمان سمجھتے اور کہتے ہیں لیکن اسلام کی کوئی بات ان میں موجود نہیں، جیسا وہ شیر ہے ایسے ہی یہ مسلمان ہیں یہ تو پرانی مثال تھی جو حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تھی ابھی ماضی قریب میں ایک بزرگ گذرے ہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے حضرت مولانا مسیح اللہ

خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے اس کی ایک اور مثال بیان فرمائی وہ اور زیادہ واضح ہے فرمایا ایک کوٹھی والے کو کام کے لئے ایک آدمی کی ضرورت تھی اس نے اپنے جاننے والے کسی دوست سے اپنی اس ضرورت کا تذکرہ کیا اس نے جواب دیا بہت اچھا تھوڑا صبر کرو آدمی مل جائے گا چند دن گزرنے کے بعد کسی نے کوٹھی کے دروازے پر زور زور سے دستک دی گھنٹی بجائی یہ کوٹھی والا مالک گھبرا کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ چار مزدوروں نے ایک چارپائی اٹھائی ہوئی اس پر ایک بیمار لیٹا ہوا ہے اس کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ چارپائی انہوں نے اس کے سامنے اتار کر رکھ دی ساتھ ہی اس کا وہ دوست بھی موجود ہے چارپائی پر جو بیمار لیٹا ہوا ہے۔ اللہ کی شان وہ آنکھوں سے اندھا ہے کانوں سے بہرا ہے زبان سے گونگا ہے، ہاتھوں سے لولا ہے، پاؤں سے لنگڑا ہے، غرض کوئی کل اس کی سیدھی نہیں، اب کوٹھی والا حیران پریشان کبھی اس بیمار کو دیکھتا ہے، کبھی اپنے دوست کو دیکھتا ہے، اسکو سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا ماجرا ہے، آخر اس نے اپنے دوست سے حیران ہوکر پوچھ لیا بھائی یہ کیا ماجرا ہے، مجھے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا، وہ دوست بولا جناب چند دن پہلے آپ نے مجھے بولا تھا کہ آدمی چاہیے تو میں آپ کی فرمائش پوری کرنے کے لئے یہ آدمی لے کر آیا ہوں، کوٹھی

والے نے سر پکڑ لیا، میرے دوستو! ذرا سوچو اور تصور کرو وہ کیسا آدمی ہوگا جو دیکھ بھی نہیں سکتا سن بھی نہیں سکتا، بول بھی نہیں سکتا، پکڑ بھی نہیں سکتا، چل بھی نہیں سکتا، بس صرف سانسوں کی آمد و رفت جاری ہے، حکومت کے کاغذات میں یہ آدمی ہے اگر اس کو کوئی قتل کر دے تو اس پر قتل کا مقدمہ قائم ہو جائے گا، لیکن کسی کام کا نہیں کوئی کام نہیں کر سکتا، حضرت نے یہ مثال بیان فرما کر سمجھایا کہ بس ہمارا اسلام بھی ایسا ہے کہ نام تو اسلام کا ہے مگر نام کوئی بھی اسلام والا نہیں۔

میرے دوستو اور بزرگو! ہم دنیا کی زندگی میں مشاہدہ کر رہے ہیں اور ہمیں بار بار تجربہ ہو رہا ہے کہ یہ لولا لنگڑا اسلام ہمارے کام نہیں آ رہا ہے ہر طرف ہماری پٹائی ہو رہی ہے، ہمیں دبایا جا رہا ہے، ذلت کی پستی میں گرایا جا رہا ہے لیکن ہم بے بس ہیں کچھ کر نہیں سکتے، فریاد کرنے کی اجازت بھی نہیں، اس پر ہم قیاس کر لیں کہ جب یہ لولا لنگڑا اسلام اس دنیا میں کام نہیں آ رہا ہے، تو وہاں آخرت میں کیا کام آئے گا۔ آخرت میں بھی ہمارا یہی حشر ہوگا، جو یہاں ہو رہا ہے، میرے دوستو اور بزرگو! یہ بات ہمیں کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ جب آدھا ڈاکٹر کسی کام کا نہیں، آدھا انجینئر، آدھا درزی کسی کام کا نہیں، آدھا حافظ، آدھا مولوی کسی کام کا نہیں

تو آدھا مسلمان کسی کام کا ہو سکتا ہے، اس لئے اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسلام والی لائن کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی ملے تو پھر ہمیں اسلام والی لائن کو کامل مکمل کرنا پڑے گا، اس کو صحیح معنوں میں پایۂ تکمیل تک پہنچانا پڑے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و انتم الأعلون ان كنتم مؤمنين

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مسلمانوں کی کامیابی اور کامرانی کے لئے

ان كنتم مؤمنين

کی شرط لگائی ہے اکبر الہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں:

مجھ کو بے دل کر دے ایسا کون ہے

یاد مجھ کو وانتم الأعلون ہے

ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرتے ہیں ان کے واقعات سنتے سناتے ہیں، غزوہ بدر کو یاد کرتے ہیں، وہ تو واقعہ

والتم الأعلون ان كنتم مؤمنين

کا مصداق تھے، صرف مسواک کی سنت چھوٹنے پر کامیابی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی تھی، اور آج ہم نے سب کچھ چھوڑ دیا ہے، فرائض واجبات تک کا اہتمام نہیں، سنت تو بڑی دور کی چیز ہے، وہی بات ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

حال ہمارا یہ ہے اور چاہتے ہیں صحابہ کی طرح کامیابی اور کامرانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الله لا یغیّر ما بقوم حتی یغیّروا ما بانفسهم

جب تک ہم اپنے آپ کو نہیں بدلتے، یہ حالات نہیں بدل سکتے،

علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمہاری قوم کی تو ہے بنا ہی دین و ایمان پر
تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآن پر
تمہاری فتیابی منحصر ہے فضل یزدان پر
نہ قوت پر نہ کثرت پر نہ شوکت پر نہ سامان پر
نہ جب تک اے مسلمو تم حالت دینی سنوارو گے
کرو گو لاکھ تدبیریں ہمیشہ سب سے ہارو گے

گناہوں کا یہ جب بارِ گراں اپنا اتارو گے
جبھی قعرِ مذلت سے تم اپنا سر ابھارو گے
نہ صورت ہے مسلمانی نہ سیرت ہے مسلمانی
بھلا اس حال میں پھر کیا ہو تم پر فضلِ یزدانی
رہے ناکام گو تم کر چکے ہر سعیِ امکانی
مسلمان بن کے دیکھو کامراں پھر ہو بآسانی
تمہاری راہ میں ہر قوم کانٹے اب تو بوتی ہے
کبھی اے غافلو اس کی بھی تم کو فکر ہوتی ہے
تمہاری غفلت و مستی پہ خود عبرت بھی روتی ہے
سبھی بیدار ہیں اک قوم مسلم ہے کہ سوتی ہے
جواب بھی دین و ایماں پھر تمہارا حال ہو جائے
تو حاصل پھر تمہیں اپنا وہی اقبال ہو جائے
تمہیں جو میٹنا چاہے وہ خود پامال ہو جائے
ابھی سب فتنہ پردازوں کا استیصال ہو جائے
یہ مانا دشمنوں کی سی تمہیں آتی نہیں گھاتیں
بڑھو نامِ خدا لے کر یہ چھوڑو یاس کی باتیں

ذرا ہمت کرو تو پھر وہی دن ہیں وہی راتیں
مطیع حق ہو قدرت کی پھر دیکھو کرامتیں
تمہارا ہر عمل جب لائق خیر الامم ہوگا
تمہارے قلب کا جب یہ صنم خانہ حرم ہوگا
تمہارے ہاتھ میں جب دین خالص کا علم ہوگا
جبھی پرچم کے نیچے پھر عرب ہوگا عجم ہوگا
وعدہ غلبہ ہے مؤمن کے لئے قرآن میں
پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کسر ایمان میں
ہو جو ایمان کا اثر اعضا میں دل میں جان میں
حسب قرآن سب سے اعلیٰ تو ہی پھر ہو شان میں
اب نہ وہ صورت نہ وہ سیرت نہ وہ اخلاق ہیں
شوق دنیا بھر کے ہیں احکام دیں بس شاق ہیں
تیرے اگلے کارنامے شہرہ آفاق ہیں
اب سیاہ کیوں یہ تیری تاریخ کے اوراق ہیں
امن عالم کا بس اب سامان ہونا چاہیے
سب کا دستور العمل قرآن ہونا چاہیے

بس یہی دھن تجھ کو اب ہر آن ہونا چاہیے
حق کا جاری ہر جگہ فرمان ہونا چاہیے

......☆☆☆......

بس اب وقت کافی ہو چکا ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سولہویں تقریر

آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَ حَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

فَـأَعُوذُ بِـالـلّٰـهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

من كان يريد العاجلة عجّلنا له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنّم يصلٰها ملموماً مدحوراً و من أراد الآخرة و سعىٰ لها سعيها و هو مؤمن فاولٰئك كان سعيهم مشكوراً ۔ صدق الله العظيم (سورة:بنی اسرائیل / پ:١٥)

جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر جلد دیدیں ہم اس کو اسی میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہم نے اس کے واسطے دوزخ داخل ہوگا اس میں اپنی برائی سنکر دھکیلا جاکر اور جس نے چاہا پچھلا گھر اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سوایسوں کی دوڑ ٹھکانے لگی ہے۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! میں اس مختصر وقت میں تین چار باتیں ترتیب کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، آپ توجہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ بات جلد سمجھ میں آئے گی۔

پہلی بات:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالاسباب بنایا ہے، اور تمام مقاصد کو اسباب وسائل اور راستوں کے ساتھ جوڑ دیا ہے اگر کوئی آدمی کسی بھی مقصد میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو یقیناً اس کو وہ سبب اختیار کرنا پڑے گا وہ راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو سبب اور راستہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے بنایا ہے اس سبب اور راستے کو اختیار کئے بغیر وہ آدمی مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کا خواہشمند ہوگا تو ایسے آدمی کو پاگل، دیوانہ اور احمق کہا جائے گا، بغیر سبب کے مقصد میں کامیابی چاہنے والا دنیا والوں کی نگاہوں میں یقیناً بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔ بہت ہی ہلکے الفاظ میں اگر کوئی تبصرہ کرے تو یہ الفاظ تو ضرور اس کے حق میں استعمال ہوں گے کہ بے چارہ سادہ ہے دنیا کی اس کو سمجھ نہیں۔ غرض اسباب کو اختیار کئے

بغیر دنیوی مقاصد میں کامیابی ممکن نہیں اور بغیر اسباب کے مقاصد کے حصول کی خواہش رکھنے والا بے وقوف اوراحمق ہوتا ہے۔

میرے دوستو! یہ ایسی واضح اور اٹل بات ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہر عقلمند آدمی معمولی سا غور بھی کرے تو اس کو یہ بات سمجھ میں بھی آجائے گی اور یقین بھی آجائے گا۔ تاہم میں اس کی وضاحت کے لئے دو تین مثالیں آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں، جس سے بات اور واضح ہو جائے گی۔

پہلی مثال:

ایک آدمی نے دیکھا کہ آج کل ڈاکٹر حضرات کی بڑی چاندی ہورہی ہے خلق خدا کی چمڑی ادھیڑ رہے ہیں، ہاتھ لگانے کے ہزار اور پانچ سو، اگر آپریشن کی نوبت آجائے تو الامان والحفیظ لاکھوں کی بات ہوتی ہے۔ غریب بے چارہ تو آپریشن کی حسرت لئے دنیا سے کوچ کر جاتا ہے یہ تو مریضوں سے ملنے والی امداد ہے اور دوا ساز کمپنیاں جو ڈاکٹروں پر مہربان ہوتی ہیں وہ فضل ربّی اور حل من مزید اس کے علاوہ ہے۔

بہرحال اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر بڑے مزے میں ہیں اس کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ میرے سارے نہیں تو کم از کم ایک بیٹا تو ضرور ڈاکٹر

ہونا چاہیے تاکہ ہمارے دن بھی پھر جائیں اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے جاننے والے ایک سمجھدار دوست سے کیا تو اس نے کہا ماشاء اللہ بڑی اچھی خواہش ہے، مگر اس کے لئے عمر نوح اور صبر ایوب چاہیے، اس کے لئے آپ کو اپنا بچہ اسکول میں پھر کالج میں داخل کرانا پڑے گا تیرہ چودہ سال اس کے لگیں گے اور اس پر پیسہ بھی خرچ ہوگا پھر آپ کا بچہ محنت بھی کرے اور ہر امتحان میں اعلیٰ نمبرات حاصل کرے تو پھر اس کو میڈیکل کالج کا داخلہ ملے گا، وہاں بھی چار پانچ سال لگانے پڑیں گے ہزاروں روپیہ ان کی فیس ہوتی ہے وہ فیس بھی دینی پڑے گی اور یہاں بھی آپ کے بچے کو خوب محنت کرنی پڑے گی جب جا کر ممکن ہے آپ کا یہ خواب پورا ہو اور اپنے صاحبزادے کو ڈاکٹر دیکھنے کی خواہش پوری ہو جائے۔

یہ ساری لمبی تفصیل اور تقریر اس نے سنی تو پریشان ہو گیا کہنے لگا بھائی یہ تو بڑا مشکل اور لمبا کام ہے میں اتنا تو صبر نہیں کر سکتا پھر اس پر پیسے بھی بڑے خرچ ہوں گے اتنے پیسے بھی ہمارے پاس نہیں ہیں اور میرا بچہ کند ذہن اور بدھو ہے اور ساتھ ساتھ بدمحنت، کاہل، سست اور کام چور بھی ہے۔ وہ اتنی محنت کیسے کرے گا، بہرحال بھائی یہ کام تو بڑا مشکل لگ رہا ہے مجھ سے یہ کام تو نہیں ہو سکتا، آپ کوئی ایسی ترکیب بتا دیں کہ یہ سارا

کام کئے بغیر تعلیم حاصل کئے بغیر فیس دیئے بغیر محنت کئے بغیر میرا بیٹا ڈاکٹر بن جائے تو میرے دوستو! ایسے آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اپنے بچے کو تعلیم کے بغیر ڈاکٹر دیکھنا چاہتا ہے ظاہر ہے آپ یہی کہیں گے کہ یہ آدمی پاگل ہے یا بہت ہی ہلکے الفاظ میں بے چارہ سادہ ہے، دنیا کا اس کو پتہ نہیں بالکل یہی مثال اس آدمی کی بھی ہے جو تعلیم کے بغیر اپنے بیٹے کو انجینئر، پروفیسر، سائنسدان، ماسٹر یا دینی لائن میں تعلیم کے بغیر مولوی، عالم، مفتی، قاری، حافظ قرآن دیکھنا چاہتا ہے۔

دوسری مثال:

ایک آدمی نے دیکھا اس کے پڑوس والے گھر میں دو بچے ہیں جو ہر وقت لان میں کھیلتے رہتے ہیں بھاگتے دوڑتے ہیں گھر میں چہل پہل ہے، کبھی ابو کی انگلی پکڑ کر بازار جا رہے ہوتے ہیں ٹافیاں کھلونے لے کر خوشی خوشی واپس آرہے ہوتے ہیں صبح سویرے تیار ہو کر گلے میں بستہ ڈال کر سکول جا رہے ہوتے ہیں، اس نے یہ منظر دیکھا تو سوچ میں پڑ گیا ٹھنڈی سانس نکالی کہ میں گھر میں اکیلا ہوتا ہوں میرے گھر میں ویرانی چھائی رہتی ہے، کاش ایسے بچے میرے گھر میں بھی ہوتے تو ایسی رونق میرے گھر میں بھی ہوتی میں بھی ان کی انگلی پکڑ کر ان کو بازار لے جاتا

کھلانے لے کر دیتا ان کو اسکول چھوڑنے جاتا پھر چھٹی کے وقت ان کو لینے جاتا اس نے یہ ساری بات سنا کر اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے ایک دوست سے کیا اس نے کہا ماشاء اللہ بڑی اچھی خواہش ہے مگر اس کے لئے بڑا ایسا کام کرنا پڑے گا اس کے لئے تیار ہو جاؤ آپ کا موجودہ مکان بڑا خستہ حال پرانا ہے نیا مکان بنواؤ پھر کہیں رشتہ تلاش کر کے وہاں منگنی کرو پھر شادی کرو پھر بیگم گھر میں آئے گی اس کے کھانے پینے لباس زیب و زینت میک اپ کا سامان سسرالی مہمانوں کی خدمت تواضع یہ سارے مراحل طے کرنے پڑیں گے، تب جا کر ممکن ہے یہ آپ کی خواہش پوری ہو جائے اور بچوں کی خوشیاں دیکھنی نصیب ہو جائیں، یہ ساری تفصیلات سننے کے بعد وہ چونک پڑا اارے یہ تو بڑا مشکل کام ہے اس مہنگائی کے دور میں مکان نیا بنوانا تو ناممکن ہے پھر منگنی مجھ جیسے ان پڑھ جاہل اور نکھے کو رشتہ کون دے گا، اگر کوئی رشتہ دے دے تو پھر شادی کے مصارف اور اخراجات کہاں سے آئیں گے، بھائی یہ اتنی لمبی ترکیب تو مشکل ہے کوئی آسان سا ایسا نسخہ بتادو کہ یہ سارے مشکل کام نہ کرنے پڑیں اور بچوں کی خوشی اور چہل پہل دیکھنی نصیب ہو جائے۔

میرے دوستو! کیا خیال ہے آپ کا ایسا آدمی جو شادی کے بغیر

اولاد کی خواہش کرنے والا ہے آپ کا اس کے بارے میں کیا تبصرہ ہوگا۔ظاہر ہے آپ اس کو پاگل ہی کہیں گے یا ہلکے الفاظ میں اس کو سادہ کہیں گے۔

تیسری مثال ایک آدمی نے حجاج کرام کے حج پر جانے کا حاجی کیمپ پہنچنے کا حاجیوں کو گھر والوں کا الوداع کہنا یہ منظر بھی دیکھا یہ بڑا دلکش اور دلفریب منظر ہوتا ہے، پھر حاجیوں کی واپسی ہوئی تو ائیرپورٹ پر ان کے استقبال کا منظر بھی بڑا عجیب تھا، یہ سارے مناظر اس نے دیکھے، پھر حاجیوں نے حرمین شریفین کے حالات اور مناظر بیان کیے تو اس بیچارے کے دل میں بڑی حسرت اور آرزو پیدا ہوئی کا یہ سعادت مجھے بھی نصیب ہوتی میں بھی حج پر جاتا میرے گھر والے مجھے بھی اس طرح الوداع کہنے کے لئے حاجی کیمپ چھوڑنے آتے، پھر میں وہاں جاکر حرمین شریفین کی زیارت کرتا حجر اسود کے بوسے لیتا بیت اللہ کا طواف کرتا حطیم میں نوافل پڑھتا منیٰ میں شیطانوں کو کنکریاں مارتا، عرفات کے میدان میں اللہ کے حضور گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا پھر مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہوتی روضہ انور کے سامنے جاکر صلاۃ وسلام پیش کرتا، ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کرتا، یہ ساری تمنائیں اس کے دل میں انگڑائیاں لے رہی

ہیں، اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے ایک جاننے والے حاجی صاحب سے کیا وہ حاجی صاحب کئی مرتبہ یہ سعادت حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے اس کو ساری تفصیل بتائی اور طریقے کار بتایا کہ اتنے پیسے خرچ ہوں گے اور پھر سفر کی مشقتوں اور مشکلات کی داستان سنائی تو اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے کہ میں تو غریب آدمی ہوں دو لاکھ روپیہ کہاں سے لاؤں اور میں بوڑھا بیمار بھی ہوں سفر کی اتنی مشقتیں برداشت کرنے کی میرے اندر ہمت اور طاقت نہیں ہے، آپ کوئی ایسا آسان نسخہ بتا دیں کہ پیسے بھی خرچ نہ ہوں اور سفر کی مشقت بھی برداشت نہ کرنی پڑے اور گھر میں بیٹھے بٹھائے حج کی سعادت حاصل ہو جائے اور حرمین شریفین کے مناظر سے لطف اندوز بھی ہو جاؤں۔

میرے دوستو! ایسے آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، ظاہر ہے آپ اس کو پاگل اور دیوانہ سمجھیں گے۔

لطیفہ:

ہاں ایک صورت ممکن ہے گھر میں بیٹھے بٹھائے والدین کے چہرے پر رحمت کی نگاہ ڈالے تو حدیث شریف کے مطابق حج مقبول کا ثواب پائے گا، چاہے ایک دن میں سو مرتبہ کیوں نہ ہو، سو حجوں کا ثواب

اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ اور حرمین شریفین کے مناظر کی ویڈیو دیکھ لے تو بغیر پیسوں کے اور بغیر سفر کے مشقت کے اس کی یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے۔

بہر حال یہ بات واضح ہو گئی کہ دنیا کے تمام مقاصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو اسباب بنائے ہیں ان اسباب کو اختیار کئے بغیر ان مقاصد میں کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور اسباب کو اختیار کئے بغیر مقاصد میں کامیابی کی خواہش کرنے والا پاگل اور دیوانہ ہوتا ہے۔

دوسری بات:

میرے دوستو! دوسری بات یہ سمجھیں اور ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام ایسا بنایا ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کے باوجود مقصد میں کامیاب ہونا یقینی اور لازمی اور ضروری نہیں یعنی یہ بات یقینی نہیں کہ جو بھی اسباب کو اختیار کرلے گا وہ لازماً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو اسباب اختیار کرنے کے بعد مقصد میں کامیابی عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے ہیں تو اسباب اختیار کرنے کے باوجود مقاصد میں کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

ہزاروں بچے ڈاکٹر بننے کے لئے اسکول کالج جاتے ہیں کیا وہ سارے ڈاکٹر بن جاتے ہیں کیا ان کے والدین کو اپنے بچے کو ڈاکٹر بننا نصیب ہو جاتا ہے، ہزاروں آدمی شادیاں کرتے ہیں کیا سب کو اولاد کی خوشیاں نصیب ہو جاتی ہیں، بعض اولاد کی خوشی دیکھنے کے لئے ایک سے زائد شادیاں بھی کرتے ہیں کہ پہلی سے اولاد نہیں ہوئی تو شاید دوسری بیوی سے اولاد ہو جائے، مگر پھر بھی اولاد سے محروم رہتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو شادیاں کیں مگر دونوں سے اولاد نہ ہوئی۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے ہزاروں بچے مدارس میں داخل ہوتے ہیں، حافظ قرآن بننے کے لئے، قاری بننے کے لئے، مفتی، عالم بننے کے لئے تو کیا سارے حافظ بن جاتے ہیں کیا سارے مفتی عالم بن جاتے ہیں۔

ہزاروں آدمی انتخابات لڑتے ہیں پیسے خرچ کرتے ہیں، بھاگ دوڑ کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں تو کیا سارے اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کے باوجود مقاصد میں کامیاب ہو جانا لازمی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں جس کے لئے جتنی چاہتے ہیں اتنی

کامیابی اس کو عطاء فرمادیتے ہیں اور جس کے لئے اللہ تعالی کی مشیت نہیں ہوتی، وہ ہزاروں اسباب اختیار کرنے کے باوجود دردر کی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ یہی مضمون اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے:۔

من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها ما نشاء لمن نرید

جو دنیا کی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے محنت کرتا ہے اسباب کو اختیار کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ ہر چاہنے والے کو اس کی چاہت نصیب ہو جائے بلکہ دو قیدیں لگائی ہیں

ما نشاء لمن نرید

جس کے لئے ہم جتنی چاہتے ہیں اتنی کامیابی عطاء فرمادیتے ہیں تو دنیا کے اسباب پر نتیجے کا ترتب لازمی اور ضروری نہیں۔

تیسری بات:

میرے دوستو! دنیوی مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے جیسے اللہ تعالی نے اسباب کا سلسلہ پیدا فرمایا ہے، اسی طرح آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی حاصل کرنے کے لئے بھی اللہ تعالی نے سبب اور راستہ بتایا ہے کہ یہ راستہ اختیار کروگے یہ سبب اختیار کروگے تو آخرت کی

کامیابی نصیب ہوگی کیا آخرت کی کامیابی کوئی مقصد نہیں ہے یہ اتنا بڑا مقصد ہے کہ اس کی محنت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے آسمان سے کتابیں نازل فرمائیں، آسمان سے صحیفے نازل فرمائے تمام انبیاء علیہم السلام نے آخرت کی کامیابی والے مقاصد کی محنت، کی اور تدبیریں بتائیں، تمام آسمانی کتابوں میں تمام آسمانی صحیفوں میں آخرت کی کامیابی کی تدبیریں بیان فرمائیں سوچیں تو جہ فرمائیں پیغمبر کے خون کا ایک قطرہ اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ ساری کائنات کے انسانوں کا خون مل کر بھی پیغمبر کے خون کے ایک قطرے کی قیمت نہیں بن سکتا مگر انبیاء علیہم السلام کا مقدس خون اس مقصد کے لئے بہتا رہا کتنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کر دیا گیا، بنی اسرائیل نے ایک ایک دن میں ستر ستر نبی قتل کئے، حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آرا رکھ کر چیر دیا گیا دو ٹکڑے کر دیئے گئے سرکار دو عالم ﷺ کا مقدس خون احد کے میدان میں طائف کے بازاروں میں مکہ کے چوکوں میں گلی کوچوں میں اسی مقصد کے لئے بہتا رہا، ہم نے دنیا کے چھوٹے چھوٹے مقاصد کو تو مقصد سمجھا ہوا ہے مگر آخرت کی کامیابی ہمارے نزدیک کوئی مقصد ہی نہیں، اس کی ہمارے ہاں کوئی اہمیت ہی نہیں۔ بہر حال بات یہ بیان ہو رہی ہے کہ دنیوی مقاصد کی طرح اللہ تعالیٰ نے

آخرت کی کامیابی کے لئے ایک سبب اور راستہ بتایا ہے جب تک وہ راستہ اور سبب اختیار نہیں کیا جائے گا آخرت کی کامیابی ممکن نہیں۔

وہ راستہ اور سبب کونسا ہے وہ ہے ایمان اور نیک اعمال والا راستہ اختیار کیا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کو آخرت کی کامیابی ضرور مل کر کے رہے گی ارشاد باری ہے۔

انّ الـذين آمنوا و عملوا الصالحات كانت لهم
جنّات الفردوس نزلاً خالدين فيها لا يبغون عنها
حولاً.

یہ ایسا وعدہ ہے جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی زبان سے کروایا یہ ایسا وعدہ ہے جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے ساری آسمانی کتابوں میں سارے آسمانی صحیفوں میں فرمایا ہے اور قرآن میں ارشاد ہے

و من أوفىٰ بعهده من الله

اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہو سکتا ہے باقی ایمان اور نیک اعمال پر کئی مرتبہ تفصیل سے بات ہو چکی ہے، تو خلاصہ تیسری بات کا یہ ہوا کہ دنیوی مقاصد کی طرح آخرت کی کامیابی کے لئے

اللہ تعالی نے ایک راستہ اور سبب بنایا ہے اور وہ راستہ اور سبب ایمان اور نیک اعمال والا راستہ ہے جو اس راستے کو اختیار کرے گا اس کو آخرت کی کامیابی سے گی، اور جو اس ایمان اور نیک اعمال والے راستے کو اختیار نہیں کرے گا اس کو آخرت کی کامیابی کا ملنا اسی طرح ناممکن ہے جیسے تعلیم کے بغیر ڈاکٹر بننا ناممکن ہے، ایمان اور اعمال والے راستے کو اختیار کئے بغیر آخرت کی کامیابی کا ملنا اسی طرح ناممکن ہے جیسے شادی کے بغیر اولاد کی خوشی کا نصیب ہونا ناممکن ہے، جیسے مدرسے کی تعلیم حاصل کئے بغیر حافظ قاری دین کا عالم بننا ناممکن ہے، جیسے سفر کی مشقت برداشت کئے بغیر حج کی سعادت، حاصل ہونا ناممکن ہے، اور خوب اچھی طرح سمجھ لو جیسے شادی کے بغیر اولاد کی تمنا کرنے والے کو تعلیم کے بغیر ڈاکٹری کی تمنا کرنے والے کو دنیا والے پاگل اور دیوانہ اور احمق سمجھتے اور کہتے ہیں اسی طرح ایمان اور نیک اعمال والے راستے کو اختیار کئے بغیر جو آدمی آخرت کی کامیابی اور جنت کی نعمتوں کی تمنا اور آرزو کرتا ہے سرکار دو عالم ﷺ نے اس کو احمق کہا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

الكيّس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت

بڑا ہوشیار ہے بڑا عقلمند ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو قابو کر لیا

اور موت کے بعد والی لمبی زندگی کی تیاری میں لگ گیا۔

والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنّٰى على الله

اور بے وقوف ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا دیا اور اللہ تعالیٰ پر امیدیں لگائے بیٹھا ہے، آرزو کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائیں گے فضل فرمائیں گے۔

چوتھی اور آخری بات:

دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لئے اسباب کو اختیار کرنے کے باوجود کامیابی کی کوئی گارنٹی نہیں کامیابی یقینی نہیں یہ ضروری نہیں کہ جس نے بھی اسباب کو اختیار کر لیا وہ یقینا کامیاب ہو جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو کامیابی ملے گی اور نہیں چاہیں گے تو اسباب اختیار کرنے کے باوجود ناکامی اور محرومی ہوگی۔

کئی مثالیں بیان ہو چکی ہیں شادی والا سبب اختیار کرنے کے باوجود اولاد کی نعمت کو ترستے رہتے ہیں، لیکن میرے دوستو آخری بات یہ سمجھیں کہ آخرت کی کامیابی والا سبب اختیار کرنے پر کامیابی ملنے کی گارنٹی ہے اور کامیابی کا ملنا سو فیصد یقینی اور لازمی ہے، ایک فیصد بھی ناکامی کا احتمال نہیں ہے یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس دوسری آیت میں ارشاد فرمائی

ہے، جو خطبہ میں آپ کے سامنے تلاوت کی گئی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و من أراد الآخرة و سعىٰ لها سعيها وهو مؤمن

فأولٰئك كان سعيهم مشكوراً

اور جو آدمی آخرت کی کامیابی چاہتا ہے اور ہماری طرح صرف چاہتا نہیں بلکہ اس کے لئے محنت بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو راستہ بتایا ہے اس راستے کو بھی اختیار کرتا ہے تو۔

فأولٰئك كان سعيهم مشكوراً

تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی ان کی محنت ضرور رنگ لائے گی اور یہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو کر رہیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا یقین نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

سترھویں تقریر

دنیوی زندگی اور ملک الموت کے تعاقب کی مثال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ
بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا
وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ
وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ لَهٗ وَلَا
مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا جِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا جِدَالَ
لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَنَبِيَّنَا وَشَفِيْعَنَا
وَحَبِيْبَنَا وَ حَبِيْبَ رَبِّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اینما تکونو یدرکم الموت و لو کنتم فی بروج مشیدہ۔ صدق اللہ العظیم۔

(سورۃ: النساء/ پ:۵)

جہاں کہیں تم ہو موت تمہیں آ پکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں۔

اللھمّ صل علی سیدنا و علی آل سیدنا و مولانا محمدٍ و بارک وسلم، ربّ اشرح لی صدری ویسّرلی أمری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی، ربّ زدنی علماً ربّ زدنی عملاً سبحانک لا علم لنا الا ما علّمتنا انک أنت العلیم الحکیم۔

میرے واجب الاحترام دوستو اور بزرگو! مختصر وقت میں دو تین باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنی ہیں۔

پہلی بات:

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کا کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا مسلمان تو مسلمان ہے کافر بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے خدا کا تو بعض نے انکار کر دیا کہ اس کائنات کا بنانے والا اور چلانے والا کوئی نہیں لیکن موت کا انکار دھریئے بھی نہ کر سکے۔ مکّے والوں نے قیامت کا تو انکار کر دیا کہ جب ہم مر جائیں گے، مٹی ہو جائیں گے، خاک میں مل جائیں گے، ہمارے جسم کے اجزاء ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جائیں گے، بکھر جائیں گے ہوائیں اور آندھیاں اور طوفان ہمارے جسم کے بکھرے ہوئے ذرّات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیں گی تو کون ان بکھرے ہوئے اجزاء کو دوبارہ جمع کرے گا اور ان میں جان ڈالے گا،

من یّحی العظام و ھی رمیم

ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون دوبارہ زندہ کرے گا۔

قل یحییھا الذی انشاھا اوّل مرّہ

میرے محبوب فرما دیں ان کو وہی ذات دوبارہ زندہ کرے گی جس نے پہلی مرتبہ ان کو بغیر مادے اور میٹریل کے پیدا کیا تھا، نیست سے ہست کر دیا تھا، معدوم سے موجود بنا دیا تھا، تو نیست سے ہست کر دینا

مشکل ہے یا بکھرے ہوئے اجزاء کو جوڑنا اور جمع کرنا زیادہ مشکل ہے، تو
مکے والوں نے قیامت کا تو انکار کر دیا مگر موت کا وہ بھی انکار نہ کر سکے، انکا
یہ قول بار بار قرآن نے ذکر کیا ہے۔

اء ذا متنا و کنّا تراباً۔

کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے۔ غرض موت کا
انکار کوئی بشر نہیں کر سکتا مسلم تو مسلم ہے غیر مسلم کافر بھی موت کا انکار نہیں کر
سکتے۔ اس لئے کہ موت کا مشاہدہ اور تجربہ ہر انسان کو اپنی زندگی میں بار
بار ہوتا ہے محلے میں گلی میں اپنے جاننے والے دوست واحباب میں اپنی
برادری خاندان والوں میں یہاں تک کہ اپنے گھر میں بھی اس کا مشاہدہ
بار بار ہوتا ہے۔

ہر انسان سوچے تو اپنے محلے میں گلی میں کئی ایسے مرنے والے یاد آ
جائیں گے جو اس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، چلتے پھرتے تھے، کھاتے پیتے
تھے، نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے اب ان میں سے کوئی بھی اس
دنیا میں نہیں ہے، یہ خود ان کے جنازے میں کفن دفن میں شریک رہا ہے تو
یہ کیسے موت کا انکار کر سکتا ہے۔

انسان سوچے تو کئی دوست واحباب میں سے بھی اس کو ایسے یاد آ

جائیں گے جو سارے کاموں میں اس کے ساتھ شریک ہوتے تھے مگر آج وہ اس دنیا میں نہیں ہیں ان کے جنازے میں، کفن دفن میں یہ خود شریک رہا ہے لہٰذا یہ موت کا انکار کیسے کرسکتا ہے۔ :

انسان سوچے تو اپنی برادری اور خاندان والوں میں کئی ایسے رشتہ دار اس کو یاد آجائیں گے جو اس دنیا کو سدھار چکے بلکہ ہر انسان پر یقیناً ایسا دور آتا ہے کہ ایک وقت میں خاندان کے سارے بڑے والدین، چچا، ماموں زندہ ہوتے ہیں، اس کے سر پر ان کا سایہ ہوتا ہے یہ بے غم آزاد خرمستیوں میں وقت گذارتا ہے، پھر ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ خاندان کے یہ سارے بڑے والدین، چچا، تایا، ماموں ایک ایک کر کے یکے بعد دیگرے رخصت ہوجاتے ہیں اور ساری ذمہ داری اس بے غم انسان کے سر پر آجاتی ہے تب اس کو پتہ چلتا ہے کہ زندگی گذارنا کتنا مشکل ہے اور ایسا تقریباً ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسی طرح ہر انسان سوچے تو یہ منظر اس کو اپنے گھر میں بھی نظر آجائے گا، کیوں بھائی بتاؤ ہمارے گھروں میں بھی پردادے کا تذکرہ ہوا ہے دادے دادی تک تو کبھی بات پہنچ جاتی ہے جب تک ان کی اولاد زندہ ہوتی ہے ان کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے، لیکن برسہا برس گذر جاتے ہیں مگر

پرداوے کا نام بھی ہمارے گھروں میں لینے والا کوئی نہیں ہوتا ایصال ثواب تو بڑی دور کی چیز ہے۔

میرے دوستو! سوچو ایک وقت ضرور ایسا آئے گا کہ ہم میں سے ہر ایک پردادابن چکا ہوگا اور جو گھر اس نے بڑی محنت کے ساتھ خون پسینہ ایک کر کے بنایا تھا سارا سارا دن مستری اور مزدوروں کے سر پر کھڑے ہو کر بنوایا تھا، اس گھر میں اس کا نام لینے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس کا کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا، اس لئے کہ اس کا مشاہدہ اور تجربہ بار بار ہر انسان کو اپنی زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔ اتنے زبردست یقین کے باوجود انسان کو اپنی موت یاد نہیں ہوتی، اس کی تیاری کی فکر نہیں ہوتی، بلکہ غفلت کے پردے اس کی آنکھوں پر دل دماغ پر چھائے رہتے ہیں، اس دنیا کی لذتیں اور مزے ایسے ہیں کہ انسان ان میں محو ہو جاتا ہے اور ایسا مشغول ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنی موت یاد نہیں رہتی کسی قریبی عزیز کے مرنے پر دو تین دن دل اداس رہتا ہے لیکن پھر وہی خرمستیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

دوسری بات:

میرے دوستو اور بزرگو! یہ ساری تمہیدی بات تھی اصل میں تو یہ

دوسری بات ہی آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا تھا، اوپر والے مضمون کی ایک بہت ہی خوبصورت مثال امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے وہ مثال میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں مثال کے ذریعے دقیق سے دقیق مضمون بھی واضح ہو جاتا ہے، مثال کا یہ علم وھبی علم ہے اور خاص خدا کا عطیہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتا ہے، پھر متابع سنت کی برکت سے ان کے جو سچے جانشین اور وارث ہوتے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ درجہ بدرجہ یہ علم عطاء فرماتے ہیں، ابھی ماضی قریب میں ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس مثال والے علم کا بڑا وافر حصہ نصیب ہوا تھا۔ حضرت ہر ہر مسئلے کی ایسی واضح مثال بیان فرماتے تھے کہ باریک سے باریک مضمون بھی واضح ہو جاتا تھا اور عام آدمی بھی اس کی تہہ تک پہنچ جاتا تھا، ہمارے اکابر اور بزرگ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مثالوں کا بادشاہ فرمایا کرتے تھے۔

بہر حال امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی ایک خوبصورت مثال بیان فرمائی ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مثال بیان کرنے سے پہلے ذرا امام غزالی کا تعارف کرا دوں کہ امام غزالی کتنی اونچی شخصیت تھے اور اس تعارف کے لئے صرف ایک ہی واقعہ کافی ہے۔

ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی مجلس لگی ہوئی ہے جس میں تمام انبیاء علیہم السلام بھی جمع ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود ہیں، تابعین، تبع تابعین بھی موجود ہیں اور اس امت محمدیہ کے اکابر علماء بھی سارے موجود ہیں دوران مجلس گفتگو ہو رہی ہے بات چیت ہو رہی ہے۔ اس مجلس میں موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے سرکار دو عالم ﷺ سے سوال کیا کہ جناب کا ارشاد ہے:

علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے۔ آپ نے یہ کیسے ارشاد فرما دیا ہے، عالم جتنا بھی بڑھ جائے پھر بھی ایک امتی ہے اور نبی کا مقام تو بہت ہی اونچا اور بلند و بالا ہوتا ہے پھر آپ نے یہ کیسے ارشاد فرمایا ہے

علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل

آپ نے ایک امتی کو نبی کے برابر کر دیا ہے اور اپنی امت کے علماء کو ہماری قوم کے انبیاء کے برابر کر دیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ مسکرائے اور ارشاد فرمایا میری امت کے علماء یہاں حاضر ہیں موجود ہیں یہ بیٹھے ہوئے ہیں اگر آپ کو شک ہے تو ان کا امتحان لے لیں۔ چنانچہ موسیٰ

علیہ السلام علماء کے مجمع کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک عالم کو اشارہ کیا کہ کھڑے ہو جاؤ وہ عالم کھڑے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے وہ عالم شروع ہوئے اپنا نام بتایا پھر اپنے والد کا نام بتایا پھر دادا کا نام بتایا پھر پردادا کا نام بتایا یہاں تک کہ بتاتے بتاتے آدم علیہ السلام تک اپنا پورا نسب نامہ بیان کر دیا ہمیں اس پر حیرانگی ہو رہی ہے، ہمیں تو دادا جان سے آگے نام یاد نہیں ہوتے لیکن الحمد للہ اس امت میں ایسے افراد گذرے ہیں جن کو ماشاء اللہ حضرت آدم علیہ السلام تک اپنا پورا نسب نامہ یاد تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ جب بغداد میں داخل ہوئے تو پولیس کے ہتھے چڑھ گئے انہوں نے گرفتار کر کے ہارون الرشید کے دربار میں پیش کر دیا، ہارون الرشید کو ان کے سید ہونے میں شک تھا تو اس نے ان سے نام پوچھا والد کا نام پوچھا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شروع ہوئے اپنا نام بتایا والد کا نام بتایا، دادا کا نام بتایا پردادا کا نام بتایا یہاں تک کہ پورا نسب نامہ آدم علیہ السلام تک بیان کر دیا۔ ہارون الرشید اس حافظے پر دنگ رہ گیا۔

بہر حال امت میں ایسے افراد گذرے ہیں جن کو پورا نسب نامہ آدم علیہ السلام تک یاد تھا تو بات ہو رہی تھی اس عالم نے جواب میں موسیٰ علیہ السلام کو پورا نسب نامہ آدم علیہ السلام تک سنا دیا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو تم

سے صرف تمہارا نام پوچھا تھا، تم نے اتنی لمبی بات بیان کر دی اور شروع ہو گئے پورا نسب نامہ بیان کر دیا یہ میں نے کب سوال کیا تھا وہ عالم بصد ادب ہاتھ جوڑ کر بولے حضرت آپ بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں، میں گستاخی کی معافی چاہتا ہوں اجازت ہو تو ایک بات پوچھتا ہوں کہ کوہ طور پر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمکلامی کا شرف بخشا تھا تو آپ سے پوچھا تھا

ما تلک بیمینک یا موسیٰ

تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ تو جواب، تو صرف اتنا ہی کافی تھا۔

ھی عصای

یہ میری لاٹھی ہے اس لئے کہ سوال تو صرف اتنا تھا کہ دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ جواب اتنا ہی ہونا چاہیے تھا۔

ھی عصای

لیکن جناب نے اتنا لمبا جواب دیا۔

ھی عصای اتو کا علیھا واھش بھا علی غنمی

ولی فیھا مآرب اخریٰ

یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ

بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی کئی فائدے ہیں۔

تو جناب نے اتنا لمبا جواب کیوں دیا تھا۔ اسی لئے نا کہ اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا سچا بادشاہ ہے اس سے ہمکلامی ہو رہی ہے سوال جواب ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ خود سوال فرما رہے ہیں اور متوجہ ہیں تو میں جتنی طویل بات کروں گا وہ متوجہ رہیں گے اور سنتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی توجہ اتنی دیر مجھے حاصل رہے گی، تو اس سے بڑی خوش قسمتی اور سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ انسان بول رہا ہو اور اللہ تعالیٰ متوجہ ہوں اور سن رہے ہوں اس لئے آپ چاہتے تھے کہ بات جتنی طویل ہو جائے اتنی ہی کم ہے ایسا موقع پتہ نہیں دوبارہ کب نصیب ہو گا جناب یہاں بھی بالکل وہی بات تھی کہ آپ اتنے جلیل القدر پیغمبر اور اتنی شان والے عظمت والے پیغمبر ہیں۔ میں ایک گناہ گار امتی خوش قسمتی سے ایک ادنیٰ امتی کو ایک جلیل القدر پیغمبر سے بات چیت کا موقع نصیب ہوا ہے اور پیغمبر خود سوال فرما رہے ہیں اور متوجہ ہیں تو میرا بھی دل یہ چاہ رہا تھا کہ بات جتنی طویل ہو جائے اتنی ہی کم ہے ایسی سعادت اور خوش قسمتی والے مواقع بار بار نصیب نہیں ہوتے۔

میرے دوستو اور بزرگو! جانتے ہو یہ عالم کون تھے، یہ تھے جتہ

الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بہر حال یہ واقعہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف کے لئے سنایا تا کہ ان کی بیان کردہ مثال کی وقعت آپ کے ذہنوں میں ہو اور توجہ کے ساتھ سنیں۔

مثال:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مثال یہ بیان فرمائی کہ ایک آدمی جنگل میں سفر کر رہا ہے دور دور تک آبادی کا کوئی نام و نشان نہیں اچانک ایک طرف سے ایک شیر نکلا اور مسافر کا پیچھا شروع کر دیا، مسافر نے گھبرا کر بھاگنا شروع کر دیا۔ آگے آگے مسافر ہے اور پیچھے پیچھے شیر ہے شیر مسافر کو پکڑنا چاہتا ہے، پکڑنے کے لئے بھاگ رہا ہے اور مسافر جان بچانے کے لئے بھاگ رہا ہے۔ مسافر بیچارہ بھاگتے بھاگتے تھک گیا ہے اور بڑا پریشان ہے کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہیں آرہی ہے۔ اچانک مسافر کو جنگل میں ایک طرف ویران سا کنواں نظر آیا تو اس کے دل میں یہ ترکیب آئی کہ ایسا کرتا ہوں اس کنوئیں میں چھلانگ لگا دیتا ہوں مر گیا تو مرنا تو ویسے ہی ہے شیر مجھے چھوڑنے والا نہیں ہے، بچ گیا تو قسمت کی بات ہے کنوئیں میں پڑا رہوں گا جب شیر مایوس ہو کر چلا جائے گا تو میں باہر نکل آؤں گا اور اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤں گا یہ تدبیر مسافر کے ذہن میں آئی تو وہ کنوئیں کی

طرف دوڑ پڑا، اپنی تدبیر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کنوئیں کے کنارے
پہنچ کر اس نے چھلانگ لگانے کی تیاری کی وہ چھلانگ لگانے ہی والا تھا کہ
اچانک اس کی نگاہ پڑی کہ کنوئیں کی تہہ میں ایک بہت بڑا اژدھا ہے جو منہ
کھول کر اوپر کی طرف دیکھ رہا ہے کہ اوپر سے کوئی چیز آئے تو میں اسکو لقمہ
بناؤں اب یہ بیچارہ مسافر حیران پریشان ہے کہ اگر چھلانگ لگاتا ہوں تو
اژدھا لقمہ بناتا ہے اور اگر چھلانگ نہیں لگاتا ہوں تو شیر پیچھے سے لقمہ بنا
لے گا وہ سوچ رہا ہے حیران اور پریشان ہے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا
کرے وقت بھی بڑا کم ہے شیر پہنچنے ہی والا ہے ابھی وہ اسی حیرانی پریشانی
میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ پڑی دیکھتا ہے کہ کنوئیں کی دیوار
کے ساتھ ایک مضبوط قسم کا پودا اور درخت اگا ہوا ہے اس کا تنا بھی مضبوط
ہے شاخیں بھی مضبوط اور لمبی ہیں اس کے دل میں فوراً تدبیر آئی کہ ایسا کرتا
ہوں کہ اس درخت کی شاخیں پکڑ کر نیچے کنوئیں میں لٹک جاتا ہوں، لٹکنے کی
وجہ سے شیر سے بچا رہوں گا اور اژدھے سے بھی بچا رہوں گا شیر نیچے نہیں
ہو سکتا ہے اور اژدھا اوپر نہیں چڑھ سکتا ہے، اس نے فوراً اپنی تدبیر کو عملی
جامہ پہنایا اور درخت کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑ کر نیچے لٹک گیا اتنے میں
پیچھے سے شیر بھی پہنچ گیا اور کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو کر حسرت سے اس

کی طرف دیکھنے لگا کہ کتنا عمدہ شکار تھا مگر افسوس ہاتھ سے نکل گیا چلو میں انتظار کرتا ہوں کبھی تو باہر نکلے گا شیر کنوئیں کے کنارے کھڑا ہے اور اس کی جانب غور غور سے دیکھ رہا ہے نیچے اژدھا بھی بڑی حسرت سے مایوس نگاہوں سے دیکھ رہا ہے کہ اوپر سے کوئی چیز آرہی تھی مگر نیچے نہیں پہنچی درمیان میں اٹک گئی۔ بہرحال شیر کنارے پر انتظار کر رہا ہے اور یہ مسافر بیچارہ درخت کی شاخوں کے ساتھ کنوئیں کے درمیان میں لٹکا ہوا ہے میرے دوستو! سوچیں اور تصور کریں یہ کتنا پریشان اور بے بس ہوگا اس کی بے بسی اور پریشانی کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے یہ اسی پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ کب تک یہاں لٹکا رہوں گا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا چوہا کہیں سے آیا ہے اور اس نے درخت کے تنے کو جڑ سے کاٹنا شروع کر دیا ہے مسلسل وہ چوہا تنا کاٹنے میں مشغول ہے کافی وقت وہ چوہا اپنی یہ کاروائی کرتا رہا جب وہ تھک گیا تو وہ سفید چوہا تو چلا گیا مگر فوراً ہی ایک سیاہ چوہا کہیں سے وارد ہو گیا اور سفید چوہے والی ڈیوٹی اس نے سرانجام دینی شروع کر دی کافی دیر یہ بھی اپنا کام کرتا ہے، درخت کا تنا کاٹتا رہا، کترتا رہا پھر وہ سیاہ چوہا غائب ہو گیا تو سفید چوہا دوبارہ آگیا پھر سفید چوہا غائب ہوا تو سیاہ چوہا دوبارہ نمودار ہو گیا غرض سفید اور سیاہ چوہا

دونوں باری باری آکر درخت کے تنے کو مسلسل کاٹ رہے ہیں اور اس کارروائی میں کوئی وقفہ نہیں یہ کارروائی مسلسل ہو رہی ہے اب یہ لٹکنے والا مسافر پریشان ہے کہ یہ عجیب مسئلہ بن گیا ہے اب تو میں شیر اور اژدھا دونوں سے محفوظ ہوں لیکن یہ دونوں سفید اور سیاہ چوہا اگر اپنی کارروائی میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور درخت کا تنا کاٹ دیتے ہیں تو میں تنے سمیت دھڑام سے نیچے گر پڑوں گا اور یقیناً اژدھا کا لقمہ بن جاؤں گا بڑا حیران اور بڑا پریشان ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے اوپر بھی نہیں نکل سکتا شیر کھا تا ہے، نیچے بھی نہیں اتر سکتا اژدھا لقمہ بناتا ہے اور اگر یوں لٹکا ہی رہوں تو چوہے تنا کاٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو میں پھر بھی نیچے گر جاؤں گا اور اژدھا کا لقمہ بن جاؤں گا۔

میرے دوستو! اندازہ کریں یہ بیچارہ کتنا پریشان ہوگا وہ مسافر اسی پریشانی میں تھا سوچ رہا تھا مگر بچاؤ کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، بھوک، پیاس بھی لگ رہی تھی تھکاوٹ بھی بڑی ہو چکی تھی کہ اچانک اس کی نگاہ پڑی دیکھتا کیا ہے کہ درخت کے تنے کے قریب ہی شہد کا چھتا ہے جس سے شہد رس رہا ہے اس کو بھوک اور پیاس لگی ہوئی تھی اس نے ایک ہاتھ سے تو درخت کی شاخوں کو تھامے رکھا تاکہ گرنے سے بچ جاؤں اور

دوسرے ہاتھ کی انگلی کو استعمال کر کے شہد چاٹنا شروع کر دیا وہ شہد اتنا میٹھا اور لذیذ تھا کہ یہ ساری پریشانی بھول گیا ساری تھکاوٹ دور ہوگئی بھوک پیاس بھی ختم ہوگئی اور ساری پریشانی بھی کافور ہوگئی اب اس کو کچھ یاد نہیں بس شہد کھانے میں مصروف اور مشغول ہے نہ اس کو شیر کی پرواہ ہے کہ وہ میرا انتظار کر رہا ہے اور نہ ہی اس کو اژدھا کی فکر ہے کہ وہ مجھے لقمہ بنانے کے لئے بالکل تیار ہے اور نہ ہی اس کو سفید اور سیاہ چوہے کی فکر اور پریشانی ہے کہ وہ درخت کا تنا کاٹ رہے ہیں اس کو شہد چاٹنے میں اتنا مزہ آرہا ہے کہ وہ سب کچھ بھول چکا ہے، بس اس کے دل و دماغ پر ایک ہی دھن سوار ہے کہ کس طرح میں یہ زیادہ سے زیادہ شہد چاٹ سکتا ہوں۔

میرے دوستو! یہ مثال امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے اس کے بعد فرمایا یہ کوئی حقیقی واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا ہے کہ واقعۃً ایک انسان کے ساتھ ایسا ہوا بلکہ سمجھنے کی کوشش کرو یہ دنیا میں زندگی گذارنے والے ہر انسان کی مثال اور واقعی حالت ہے جس کی طرف اس کی توجہ نہیں غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ فرمایا اس دنیا کو جنگل سمجھو اور اس میں بسنے والے ہر انسان کو مسافر سمجھو ہر انسان اس دنیا کے جنگل میں سفر کر رہا ہے ملک الموت کو شیر سمجھو شیر کی طرح موت کا فرشتہ ہر انسان کے تعاقب میں ہے ارشاد

باری تعالیٰ ہے۔

اینما تکونو یدرکم الموت و لو کنتم فی بروج مشیّدہ

تم جہاں بھی پہنچ جاؤ گے موت تمہیں وہاں پا لے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں محفوظ کیوں نہ ہو جاؤ ویران کوئیں سے مراد قبر کا گڑھا ہے اور اژدھا سے مراد انسان کے گناہ ہیں جو سانپ اور بچھوؤں کی شکل میں آگے اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے پاس پہنچے تو ہم اس کو لقمہ بنائیں اور وہ درخت جو کنوئیں کی دیوار سے اگا ہوا ہے وہ انسان کی زندگی اور حیات مستعار ہے اس زندگی والے درخت کے ساتھ لٹک کر انسان ملک الموت سے بھی بچا ہوا رہتا ہے اور قبر کے اژدھے وغیرہ سے بچا رہتا ہے اور وہ سفید اور سیاہ چوہا اس سے مراد رات اور دن ہیں، دن کی مثال سفید چوہا ہے اور رات کی مثال سیاہ چوہا ہے یہ دونوں مل کر باری باری انسانی زندگی والے درخت کے تنے کو کاٹتے رہتے ہیں دن آتا ہے۔ اس کے جانے کے فوراً بعد رات آجاتی ہے، رات جاتی ہے تو دن آجاتا ہے تو رات، دن کا آنا جانا ایک دن انسان کی زندگی والے درخت کو کاٹ ڈالتا ہے وہ انسان قبر کے گڑھے میں پہنچ جاتا ہے اور درخت کے تنے کے ساتھ

جو شہد کا چھتا ہے اس سے مراد دنیا کی لذتیں اور دنیا کے مزے اور دنیا کی عیاشیاں ہیں دنیا کی ان لذات کو اللہ تعالیٰ نے اتنا لذیذ بنایا ہے کہ ان میں مشغول ہو کر انسان سب کچھ بھول جاتا ہے نہ ملک الموت یاد رہتا ہے نہ قبر آخرت یاد رہتی ہے۔

میرے دوستو! واقعۃً ہر انسان کا حال یہی ہے کہ اللہ کیسی کمال مثال بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے اور اس کا یقین نصیب فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔ اب آخر میں اسی مضمون پر خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ہیں جو کہ "مراقبہ موت" کے نام سے بڑی عبرت اور نصیحت والے ہیں وہ پورے مجھے یاد تو نہیں ہو سکتے میں لکھ کر لایا ہوں آپ کو وہ اشعار سناتا ہوں اس کے بعد آخر میں دعاء ہوگی انشاء اللہ۔

مراقبہ موت

تو رائے بندگی ہے یاد رکھ ‏ ‏ بہرسرافگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ ‏ ‏ چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا ‏ ‏ گنج سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شان گی بنوایا تو کیا ‏ ‏ دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر اور اسکندر و جم چل بسے ‏ ‏ زال اور سہراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر و ضیغم چل بسے ‏ ‏ سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے ‏ ‏ کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیلتن کیا کیا پچھاڑے موت نے ‏ ‏ سرو قد قبروں میں گاڑے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوزہ ہاں اے بیخبر ہونے کو ہے — تابہ کے غفلت سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے — ختم ہر فرد بشر ہونے کو ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

نفس، اور شیطان ہیں خنجر در بغل — وار ہونے کو ہے اے غافل! سنبھل
آنہ جائے دیں: ایماں میں خلل — باز آ، ہاں باز آ اے بے عمل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعۃً سر پر جو آ پہنچے اجل — پھر کہاں تو اور کہاں دار العمل
جائے گا یہ بے بہا موقع نکل — پھر نہ ہاتھ آئے گی عمرِ بے بدل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تجھ کو غافل! فکرِ عقبیٰ کچھ نہیں — کھا نہ دھوکہ، عیشِ دنیا کچھ نہیں
زندگی چند روزہ کچھ نہیں — کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہ لطف و عیش دنیا چند روز　　ہے یہ دور جام و مینا چند روز
دار فانی میں ہے رہنا چند روز　　اب تو کر لے کار عقبیٰ چند روز

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرت دنیائے فانی ہیچ ہے　　پیش عیش جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے　　چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم　　چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم　　دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن　　قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن　　اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سب، کے سب ہیں رہ روکوئے فنا   جا رہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جوئے فنا   آ رہی ہے ہر چیز سے بوئے فنا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

چند روزہ ہے یہ دنیا کی بہار   دل لگا اس سے نہ غافل! زینہار
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گذار   ہوشیار اے محوِ غفلت ہوشیار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور   جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے سرور
عمر یہ اک دن گذرنی ہے ضرور   قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی   جان ٹھیری جانے والی، جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی   تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سنِ عمر رواں ہے تیز رو — چھوڑ سب فکریں لگا مولیٰ سے لو
گندم از گندم بروید جوز جو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بزم عالم میں فنا کا دور ہے — جائے عبرت ہے مقام غور ہے
تو ہے غافل کیا یہ تیرا طور ہے — بس کوئی دن زندگانی اور ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا — چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا — اک جہاں سیلِ فنا میں بہہ گیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہو قبضہ میں تیرے سیم و زر — لاکھ ہوں بالیں پہ تیرے چارہ گر
لاکھ تو قلعوں کے اندر چھپ مگر — موت سے ہرگز نہیں کوئی مفر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا نہ بل کام آئے گا — اور نہ یہ طول اَمل کام آئے گا
کچھ نہ ہنگامِ اجل کام آئے گا — ہاں مگر اچھا عمل کام آئے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سرکشی زیرِ فلک زیبا نہیں — دیکھ! جاتا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تجھے مرنا ہے اک دن بالیقیں — چھوڑ فکرِ این و آں، کر فکرِ دیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بہرِ غفلت یہ تری ہستی نہیں — دیکھ! جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں — جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر — مال حاصل کر نہ پیدا نام کر
یادِ حق دنیا میں صبح و شام کر — جس لئے آیا ہے تو، وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث   زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دنیا سے لگانا ہے عبث   رہ گزر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش و عشرت کے لئے انساں نہیں   یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں   بندگی کر تو، اگر ناداں نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسن ظاہر پر اگر تو جائے گا   عالم فانی سے دھوکا کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا   رہ نہ غافل، یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صد ہا کئے زیر زمیں   پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں   کچھ تو عبرت چاہیے نفس لعیں

مکتبہ فریدیہ
ای سیون اسلام آباد۔ پاکستان
051 - 2653178 | 0306-8139568
maktabafaridia456@gmail.com